محبوبۂ کربلا

جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال مصر کے مشہور ناول غادۃ کربلا

کا اردو ترجمہ

از

منشی فاضل سید ظہور احمد سب ایڈیٹر اخبار ہمدم لکھنؤ

حسب فرمائش

حامد حسین قریشی (فرید آبادی) خوشنویس

مالک

قریشی بک ڈپو۔ کوچہ چیلان دہلی

مطبوعہ آرٹسٹک پریس دہلی

طبع دوئم

قیمت عہ

اکتوبر سنہ ۱۹۳۸ء

دُولہا دُلہن

یہ کتاب نئے شادی شدہ نوجوانوں کو اپنی بیویوں سے حقیقی لذت حاصل کرنا سکھائے گی۔ اور ناتجربہ کاروں کو ناتجربہ کاری سے جو نقصانات پہنچ جاتے ہیں ان سے بچائے گی۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مواصلات میں غیر معمولی لذت پیدا ہو جائیگی۔ باغ حسن کی گل چینی کا سلیقہ آجائیگا اس کتاب کی مجرب اور عملی ہدایات معلوم ہونے کے بعد تمام ممسک اور ملذذ اور دوسری فضول کی ضرورت نہ رہے گی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے مشورے کی بھی حاجت نہیں ہوگی۔ یہ اردو میں لاجواب مہذب کتاب ہے، اس کتاب کے دو سو کے قریب مضامین ہیں، جن میں سے چند درج کئے جاتے ہیں۔ قیمت عہ

مختصر فہرست مضامین دُولہا دُلہن

حفظان صحت کے طریقے۔ جوش جوانی۔ ہم آغوشی کے اصول۔ لذت وصال۔ مواصلت کے اوقات۔ نوجوانوں کی خودغرضی۔ عورت کے لئے دام محبت۔ عورت کی تسخیر کا عمل۔ گلچینی کی ہدایتیں۔ شراب محبت کو دو آتشہ کرنا۔ خواب سے چھیڑ چھاڑ۔ چھیڑ چھاڑ میں نئے انداز۔ مواصلت کے قدیم طریقے۔ مواصلت کے جدید طریقے۔ مواصلت کے بعد کی ہدایتیں۔ حمل کے لئے مجرب تدابیر۔ حمل سے بچنے کی صورتیں۔ مواصلت کو دیر تک قائم رکھنا۔ قوت ماسکہ کے لئے عملی تدابیر۔ عیاشوں کی مواصلت۔ ہوس پرستی حملہ۔ بدچلنی کے اسباب۔ بدچلن عورتوں سے تعلقات۔ بازاری حسن کی خریداری۔ بدچلن عورتوں کے جسمانی عیوب۔ بیش بہا جوہر کی حفاظت۔ شادی اور تندرستی۔ مجردوں کی دماغی حالت۔ شادی فرض ہے۔ شادی کی راحتیں۔

میاں بیوی

یہ کتاب دراصل بے تکلف احباب کے لئے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں زن وشوہر کے تمام تعلقات پر بحث کی گئی ہے اور ان تعلقات پر علمی روشنی ڈالی گئی ہے جسے لوگ اپنی بیوقوفی سے خلاف تہذیب سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کا پڑھنے والا اپنی بیوی سے ایک محبوبہ کی طرح لطف حاصل کرسکتا ہے قیمت عہ

فہرست مضامین میاں بیوی

بنیاد خیال۔ عملی زندگی کا آغاز۔ پہلی رات۔ فطرت کا سربمہر لفافہ۔ جذبات میں لہریں کب اٹھتی ہیں۔ جذبات کا اظہار۔ لباس وزیور کی دلفریبی۔ بیوی محبوبہ کیونکر بن سکتی ہے۔ میاں بیوی میں شکر رنجی۔ بدمزاجی اور بدزبانی۔ ساتھ سونا چاہیے یا علیحدہ۔ دنیا کی سب سے قیمتی شے۔

اسی سلسلے کی تین اور کتابیں عیش ونشاط عہ مرد وعورت عہ، زن وشوہر عہ، شب نامچہ عروس۔ عہ عمل تسخیر عہ

ملنے کا پتہ

حامد حسین خوش نویس کوچہ چیلاں دھلی

ظلم یزید

معروف بہ

محبوبۂ کربلا

(۱)

بنی ہاشم اور بنی امیہ

قبیلہ قریش میں بنی ہاشم اور بنی امیہ کو خاص اہمیت حاصل تھی اور یہ دونوں ہمیشہ نامور کیا تھے منسوب تھے سرداری قریش کا امتیاز سلسلہ وار انہی دونوں کو حاصل تھا لیکن بنی امیہ کی تعداد بنی ہاشم سے زائد تھی اور اس لحاظ سے جنگ کے مواقع پر سرداری اور سر لشکری کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔

جب اسلام رونما ہوا اور بنی ہاشم میں رسول کریم مبعوث ہوئے تو تعلیمات نبوت سے متاثر ہو کر لوگوں نے عصبیت کو فراموش کر دیا کیونکہ اسلام نے اس کی ممانعت کی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "خدا نے تم سے زمانہ جاہلیت کے بیجا فخر و ناز کو دور کر دیا تم سب بنی آدم ہو اور آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا ہے۔

ابوطالب کی زندگی تک بنی ہاشم کا اعزاز و احترام کسی قدر برقرار رہا اس کے بعد صحابہ کیا تھے حضرت حمزہؓ و حضرت عباس وغیرہ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور رفتہ رفتہ تمام بنی ہاشم مکہ سے مدینہ کو منتقل ہو گئے۔ اب بنی امیہ کے لئے مکہ میں میدان صاف ہو گیا۔ چنانچہ غزوہ بدر وغیرہ کے زمانہ میں ابوسفیان (والد معاویہ) رئیس القوم تھے جب مسلمانوں کو غزوات میں کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے فتح مکہ کا ارادہ کیا تو ابوسفیان کو قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ اہمیت اور عظمت حاصل تھی لیکن جب ان کو یہ یقین ہو گیا کہ مسلمان مکہ کو فتح کئے بغیر نہ رہیں گے تو انہوں نے اور ان کی اولاد نے اسلام قبول کر لیا

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں بنو امیہ اور دیگر قریشی پہلے مہاجرین کی طرح مناصب پر فائز نہ تھے اس لئے انہوں نے خلیفہ ممدوح سے شکایت کی دربار خلافت

سے اس کا جواب ملا کہ جہاد میں مہاجرین کیطرح تم بھی شرکت کرو اور اُن سے سبقت لیجانیکی کوشش کرو کیونکہ منصب حاصل کرنیکی یہی صورت ہے چنانچہ اس کے بعد بنی امیہ اور قریش کو ان معرکہ آرائیوں میں مامور کیا گیا جو مرتدین کیا تھ وقوع میں آئی تھیں انہوں نے ان معرکہ آرائیوں میں بڑی کارگذاریاں دکھائیں اور عربوں کو ہموار کر دیا۔

جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو انہوں نے ان لوگوں کو شام کی لڑائیوں میں بھیجا اور یہ لوگ شام کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے اور بنی امیہ کا بیشتر حصہ وہیں رہ پڑا۔ اسی اثنا میں یزید ابی سفیان کو شام کا گورنر مقرر کیا گیا اور جب انہوں نے طاعون (عمواس) میں انتقال کیا تو ان کے بھائی معاویہ کو یہ خدمت تفویض کی گئی۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں بنی امیہ کو اور زیادہ عروج حاصل ہوا اور بنی ہاشم دنیا سے قطع تعلق کرکے مخلوق کی روحانی اصلاح و ہدایت میں مشغول ہوگئے جب حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے اور لوگوں میں بیعت کے متعلق اختلاف پیدا ہوا تو حضرت علیؓ کے رفقاء کثیر تعداد میں موجود تھے لیکن وہ ربیعہ و یمن وغیرہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ان کے مقابلہ میں معاویہ کے حامی صرف قبیلہ قریش میں سے تھے جو اس زمانہ میں بڑی اہمیت اور عظمت حاصل تھی۔ اور یہ سب کے سب اس وقت شام میں مجتمع تھے۔ اس لحاظ سے معاویہ کے متعلق بڑی زبردست حمایت اور عصبیت موجود تھی۔ اس اثنا میں خارج کا گروہ بڑھنے لگا جس سے حضرت علیؓ کی شوکت جمعیت کو بہت نقصان پہونچا چنانچہ ۴۰ھ ہجری میں جب حضرت علیؓ کی شہادت واقع ہوئی تو حضرت امام حسنؓ کاروبار خلافت سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے اور اسکی وجہ سے ورطہ سنہ ہجری میں لوگوں نے معاویہ کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔ اب اس زمانہ میں لوگوں کے دلوں سے نبوت کے اثرات کم ہوگئے تھے اور اُن میں حسب دستور عصبیت کیطرف میلان پیدا ہوگیا تھا اور چونکہ معاویہ کا پہلو زبردست تھا اس لئے وہ انکی خلافت تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاویہ کو پورا غلبہ حاصل ہوگیا اور انکی خلافت مستقل ہوگئی اس میں شک نہیں کہ اس بات میں معاویہ کی بہترین مہارت سیاست اور پالیٹیکل جوڑ توڑ کو بھی ایک بڑی حد تک دخل تھا چنانچہ وہ سرداران عرب کیساتھ خواہ وہ بنی ہاشم ہوں یا کسی اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں بڑے تحمل اور تواضع کیساتھ پیش آتے تھے اور انکی جانب سے جو ناگواری پیدا ہوتی تھی اسکو برداشت کرتے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ معاویہ غیر معمولی طور پر حلیم الطبع واقع ہوئے تھے مگر باوجود اس بات کے وہ دوسری طرف بنی ہاشم اہلبیت اور خاصکر صاحبزادگان حضرت علیؓ

کی قدر و منزلت کم کرنے میں نہایت مبالغہ سے کام لیتے تھے اور اپنے پیروؤں کو مجبور کرتے تھے کہ وہ حضرت علیؓ پر کھلم کھلا لعنت کریں اور جو شخص اس بات سے انکار کرتا تھا اس کو سزا دیجاتی تھی چنانچہ حجر بن عدی کندی کو جو بنی کندہ کے ایک معزز رکن تھے ۵۱ھ میں اسی سلسلہ میں قتل کیا گیا حجر نے حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے سے بالکل انکار کر دیا تھا جسکی تفصیل آگے چلکر معلوم ہوگی ۴۱ھ سے ۶۰ھ تک معاویہ نے شام میں خلافت کی اس اثنا میں مسلمانان حجاز و کوفہ انکی موت کے منتظر تھے تاکہ حضرت امام حسینؓ کی بیعت کریں کیونکہ انکی رائے میں خلافت کا مسئلہ انتخاب عام سے طے ہونا چاہیے تھا اگرچہ معاویہ نے اس رائے جمہور سے اختلاف کرکے ایک نئی مثال قائم کی جو اُن کے بعد سے ابتک بدستور قائم چلی آتی ہے یعنی یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کیا چنانچہ معاویہ کی وفات کے بعد یزید خلیفہ ہوا اور لوگوں نے طوعاً و کرہاً اس کی بیعت کی۔

(۲)
دیر خالد

شام کے شہروں میں دمشق اپنی سرسبزی اور شادابی کے لحاظ سے خاص طور پر مشہور ہے اس کا عرض و طول پانچ میل کے قریب ہے چاروں طرف سے بلند پہاڑیاں اس کو گھیرے ہوئے ہیں نہریں کثرت سے جاری ہیں جن کا فاضل حصہ باغوں کی آبیاری کے بعد بحیرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ یہ شہر کئی ہزار برس سے آباد چلا آتا ہے اس کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے میوہ دار درختوں کی فراوانی اور نہروں کی روانی میں خاص اہمیت رکھتے تھے۔

دمشق کے شرقی دروازہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قدیم دیر ہے جسکو "دیر خالد" کہتے ہیں۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حضرت خالد ابن ولید ابتدائے اسلام میں فتح شام کے لئے ان اطراف میں وارد ہوئے تھے تو ممدوح نے اسی دیر میں جسے اُسوقت "دیر صلیبا" کہتے تھے اقامت فرمائی تھی لہذا اب یہ انہی کے نام سے منسوب ہو گیا ہے یہ دیر مرغزار عذرا سے جسمیں بڑی کثرت میوہ دار درخت ہیں بہت قریب ہے۔

اس دیر کو باہر سے دیکھا جائے تو وہ ایک عالیشان مربع ایک قلعہ معلوم ہوتا ہے اس کو ایک حد تک مربع کہا جا سکتا ہے لیکن اس کے گوشے کسی قدر گول ہیں دیواریں مذکو جھکی ہوئی ہیں اور اس لحاظ سے گویا اس کا زیریں حصہ بالائی حصہ سے زیادہ وسیع ہو گیا ہے اس

عمارت میں ایک آہنی پھاٹک لگا ہوا ہے جس پر مورچہ کی ایک گہری تہ اُسکی قدامت کیطرف اشارہ کر رہی ہے اس کے سوا دیر میں جانے کیلئے کوئی اور دروازہ نہیں ہے۔ دروازہ میں داخل ہو کر چند گز کا راستہ ملتا ہے جو دوسرے دروازہ پر منتہی ہوتا ہے یہ دوسرا دروازہ دیر کے صحن میں لگا ہوا ہے اس صحن کے چاروں طرف کوٹھریاں ہیں کوٹھریوں کے اوپر ایک بالاخانہ بھی ہے جس میں رئیس دیر تنہا رہتا ہے دیر کی دیواروں میں کافی بلندی پر چھوٹے چھوٹے روزن بنائے گئے ہیں جنمیں آہنی جالیاں لگی ہوئی ہیں دیر کے متعلق ایک باڑہ بھی ہے جس سے مواشی خانہ اور اصطبل کا کام لیا جاسکتا ہے ان عمارتوں کو اس طرح تعمیر کرنے سے منشا یہ تھا کہ وہ ضرورت کیوقت ایک قلعہ اور پناہ گاہ کا کام دے سکیں۔

دیر خالد کا مواشی خانہ اُس کے مشرق میں واقع تھا یہ ایک مربع چار دیواری تھی جسکا عرض و طول پچاس گز کے قریب ہوگا اسمیں چاروں طرف ستون نصب کرکے ان پر شہتیرے رکھ کر تختہ بندی کر دیگئی تھی اس مواشی خانہ میں ایک چوبی دروازہ ایک سٹ کا لگا ہوا تھا۔

یہ دیر اور مواشی خانہ ایک بڑی چہار دیواری کے اندر واقع تھے جسمیں ایک مضبوط لکڑی کا پھاٹک لگا ہوا تھا۔ اس پھاٹک کے پاس ایک ناقوس رکھدیا گیا تھا جب کوئی شخص آتا تو اس ناقوس کو بجاتا تھا جسکی آواز سنکر اہل دیر آتے اور دروازہ کھول دیتے تھے۔

سنہ ۶۰ھ میں دیر خالد کی یہ حالت تھی جبکہ معاویہ بن ابی سفیان نے وفات پائی اور یزید ابن معاویہ دمشق میں خلیفہ ہوا اس زمانہ میں اس دیر کا رئیس ایک سن رسیدہ رومی تھا۔ اور تقریباً نصف صدی کا زمانہ اس جگہ بسر کر چکا تھا پہلے وہ ایک راہب کی حیثیت میں تھا پھر رفتہ رفتہ ترقی کرکے دیر کا رئیس بنگیا جس زمانہ میں حضرت خالدؓ اس دیر میں وارد ہوئے تو یہ شخص بہت کم سن تھا اس نے دمشق کا مفتوح ہونا بھی دیکھا تھا لیکن اس زمانہ کی عربی زبان سے ناواقف تھا اسکی خوش اخلاقی اور سن رسیدگی کیوجہ سے تمام راہب اس کا بہت اعزاز کرتے تھے۔ معاویہ بھی اس کا بہت احترام کرتے تھے اور جب تفریح کیلئے غوطہ کیطرف آنکلتے تھے تو اس کے پاس تھوڑی دیر ضرور بیٹھتے تھے اور اس سے ہنسی مذاق بھی ضرور کرتے تھے معاویہ کی خلافت کے بعد بھی اُس کا احترام و اکرام بدستور باقی رہا۔

(۳)
دمشق کے مناظر

خریف کا زمانہ تھا کہ ایک دن صبح کو راہبان دیر کے پاس باغبان پھلوں کی ٹوکریاں لیکر حاضر ہوئے ان ٹوکریوں میں انگور۔ بہی۔ سیب۔ انار ناسپاتی اور آلو وغیرہ تھے۔ یہ سب چیزیں خریف کے زمانہ میں دمشق

کو آتی تھیں - الغرض باغبانوں کو دیکھکر سب بڑے کران کو یہ چیزیں اندر لانے میں مدد دیں -

اس وقت رئیس وہیں بالاخانہ پر عبادت میں مشغول تھا آدمیوں کی متواتر آوازوں کا شور سنکر وہ بالاخانہ سے نیچے اترا اور اُس نے راہبوں سے مخاطب ہوکر کہا تعجب ہے کہ تم لوگ جان بوجھکر ان ٹوکریوں کو اندر لے آئے خیر اب ان میں سے چار حصے خلیفہ کے حضور میں اور ایک حصہ امیر دکو توال شہر کے پاس بھیجدو یہ کہکر رئیس اوپر چلا گیا اور بالاخانہ کی ایک کھڑکی کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا جس سے دمشق کا کُل منظر پیش نظر تھا۔

اس وقت پہاڑوں کی اوٹ سے سورج نکل رہا تھا اور اسکی زریں شعاعیں درختوں کی شاخوں پر بتدریج پھیلتی جاتی تھیں باغ اس وقت پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہے تھے اور نہروں میں نسیم کے ہلکے جھونکوں سے چھوٹی چھوٹی لہروں کا اٹھنا فرحت بخش نظر کا باعث ہو رہا تھا درختوں پر جابجا طائران زمزمہ سنج آفتاب کی آمد سے بیتاب ہو رہے تھے

رئیس یہ تماشا دیکھ دیکھکر صانع مطلق کی گلکاریوں پر وجد کر رہا تھا کہ یکایک اسکی نگاہ غوطہ کی ایک سڑک پر جو دور تک دکھائی دیتی تھی جا پڑی اُس نے دیکھا کہ ایک قافلہ دور سے چلا آرہا ہے جسکے ساتھ اونٹوں اور گدھوں کی طویل قطاریں ہیں رئیس کو بڑا اشتیاق پیدا ہوا کہ اس قافلہ کا حال اور اسکی سمت روانگی معلوم کرے لیکن بعد مسافت کی وجہ سے اُسے کچھ اچھی طرح محسوس نہ ہو سکا حالانکہ اپنے زمانہ نوجوانی میں وہ بہت تیز نگاہ تھا اور اتنے فاصلہ پر بہت آسانی کے ساتھ آنیوالوں کی پہچان کر سکتا تھا اس کے بعد رئیس نے کو بالاخانہ سے نیچے اترا اور پہلے کی طرح ان ٹوکریوں کی دیکھ بھال کرتا رہا جو دربار خلافت میں جانیوالی تھیں اور پھر اپنی عبادتگاہ میں پہنچکر حسب معمول نماز صبح میں مشغول ہو گیا

(۲)

رئیس دیر بالاخانہ کے صحن میں ٹہل رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں زمانت کی ایک کتاب تھی جسکو وہ پڑھ رہا تھا کہ یکایک اونٹوں کے قریب ہونیکی آواز اُس کے کانوں میں آئی اور اُس نے دیر کے مہماندار کو پکارا یہ مہماندار چالیس برس سے متجاوز اور مضبوط قوی کا آدمی تھا اور اسے دیر میں آئے ہوئے تھوڑا زمانہ ہوا تھا۔

رئیس :- ذرا سڑک پر جاکر دیکھو کون لوگ آئے ہیں کیونکہ مجھے اونٹوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔"

مہماندار دیر نے باہر جاکر آنیوالوں کا حال دریافت کیا اور رئیس سے عرض کیا "کچھ لوگ آرہے ہیں جن کے ہمراہ چند بار کئے ہوئے اونٹ ہیں ان لوگوں کی پوشاک سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عراقی ہیں
رئیس :- معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اُسی قافلہ کے ہمراہ تھے جسے میں نے آج صبح کو دیکھا تھا بہتر ہے

اب یہ لوگ آ گئے ہیں تو ان کی مہانداری کے بغیر چارہ کار نہیں۔"
مہاندار۔" کیا یہ فرض ہے کہ ہم ان کی مہانداری کریں وہ تو بالکل اجنبی ہیں ہم ان کو پہچانتے بھی نہیں یہ کیا کم ہے کہ ہم حکام کو غلہ اور باغات کی پیداوار دیتے ہیں اگر یہ لوگ ہمارے پاس آئینگے تو ہم ان کو تھوڑی دیر ٹھہرنے دیں گے اور پھر کہدیں گے کہ اپنی راہ لو۔"
رئیس۔" نہیں نہیں اگر وہ خود چلا جانا چاہیں تو انکی خوشی لیکن اگر وہ رہنا چاہیں تو انکی مہمانی ہمارے لئے ! بری ہے اور یہ اس معاہدہ کے بموجب ہے جو ہم خلفائے اسلام سے کر چکے ہیں۔"
مہاندار۔" وہ معاہدہ کیا ہے؟
رئیس۔" نصاریٰ سے خلفاء اسلام نے کئی معاہدے کئے ہیں منجملہ اُن کے ایک معاہدہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان مسافر اُن کے پاس وارد ہو تو تین روز تک اُسکی ضیافت کریں اور جس چیز کی اُسے ضرورت ہو وہ بہم پہنچاویں چنانچہ اس معاہدہ کی رو سے ہر مسلمان مہمان کی مہمانی ہم پر واجب ہے خواہ وہ ایک سال ہی کیوں نہ قیام کرے۔

یہ گفتگو سنکر مہاندار اپنے دل میں بہت پشیمان ہوا اور کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ناقوس کی آواز آئی
رئیس۔" میرا گمان صحیح نکلا مہمان آ پہنچے اچھا تم ان کو خیر مقدم کہو اور اُن کے قیام کا بندوبست کرو۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر مجھے اطلاع دینا۔"

ایک راہب نے جا کر دروازہ کھولا تین شخص تھے جو عبائیں اور ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے بن سے کی ندرات کا چہرہ چھپ گیا تھا ان کے ہمراہ چند اونٹ تھے جن پر خشک کھجوریں بار کی ہوئی تھیں اُنکی اس وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ عراق کے تاجر ہیں اور دمشق میں فروخت کرنیکے لئے مال لیکر آئے ہیں۔

جب یہ لوگ دیر کے دروازہ کے پاس پہنچے تو مہاندار نے معلوم کیا کہ ان میں ایک نوجوان عورت بھی ہے اور اس بات سے متعجب ہو کر اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ لوگ صرف تجارت کے لئے گھر سے نکلے تو اُن کے ہمراہ ایک نوجوان عورت نہوتی بہر کیف مہاندار نے کشادہ دلی کیساتھ آنیوالوں کا خیر مقدم کیا اور یونانی زبان میں ایک راہب کو کہا کہ وہ اونٹوں کو مواشی خانہ میں لیجائے لیکن مہمانوں سے اُس نے عربی زبان میں بات چیت کی اگرچہ وہ اچھی طرح عربی نہیں بول سکتا تھا اور اُسے شام میں آئے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گذرا تھا۔ یہ لوگ مہاندار کے پیچھے صحن تک گذرتے ہوئے اندرونی عمارت میں داخل ہوئے

(۵)

ہیروئن

جب رئیس کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا گیا تو وہ اُن کی ملاقات کے لئے نیچے اُترا یہ سب لوگ بید کے ایک درخت کے نیچے جو دالان صحن میں واقع تھا ایک نشست گاہ پر بیٹھے رئیس نے ہر ایک کو غور سے دیکھ کر فیصلہ کیا کہ ان میں سے جو شخص سن رسیدہ اور چالیس سال سے متجاوز ہے وہ غالباً اس نوجوان مرد اور نوجوان حسینہ کا باپ ہوگا جو اُس کے ہمراہ ہے نوجوان حسینہ کو دیکھکر رئیس سخت متعجب ہوا کیونکہ اُس نے اپنی عمر میں کوئی عورت کسی قوم میں اسقدر حسین نہیں دیکھی تھی یہ نازنین نہایت سادہ اور کم قیمت پوشاک پہنے ہوئے تھی جس سے سرسری نظر میں معلوم ہوتا تھا کہ وہ نہایت غریب ہے لیکن اس کے ساتھ ہی اُسکے کانوں میں قیمتی موتیوں کے گوشوارہ اور ہاتھوں میں سونے کے جڑاؤ کڑے تھے کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد رئیس نے اپنے مہمانوں سے اس طرح گفتگو شروع کی۔

رئیس:۔ "معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ بہت دور سے آرہے ہیں؟ شاید عراق سے؟"

عامر:۔ (سن رسیدہ شخص) "ہاں جناب ہم کوفہ سے کھجوریں لیکر آئے ہیں تاکہ دمشق میں فروخت کریں"۔

عامر نے یہ الفاظ ختم ہی کئے تھے کہ رئیس نے جلدی سے کہا۔

رئیس:۔ "کیا آپ عامر کندی تو نہیں؟"

عامر:۔ "جی ہاں میں نے اپنا نام قصداً اس لئے مخفی رکھا تھا کہ دیکھوں آپ اپنے قدیم مہمان کو پہچانتے بھی ہیں یا نہیں"

رئیس:۔ "میں تمہیں کیونکر نہ پہچان لیتا جبکہ تمہارے زمانہ قیام میں ایک سخت واقعہ پیش آچکا ہے" اف۔ میں اُس خوفناک ساعت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا"۔

عامر نے اپنے چہرہ کے انداز سے ظاہر کیا کہ وہ اس المناک تذکرہ کو پسند نہیں کرتا اور چاہا کہ کچھ اور گفتگو کرے لیکن رئیس نے سبقت کرکے پوچھا۔

رئیس:۔ "شاید یہ نوجوان تمہارا فرزند اور یہ لڑکی تمہاری بیٹی ہے؟ ان کے نام کیا ہیں؟"

عامر نے ایک لحظہ توقف کیا اور پھر سر کو جھکاتے ہوئے کہا ہاں جناب یہ میرے بچے ہیں اس کا نام عبدالرحمن اور اسکا سلمیٰ ہے۔

رئیس نے اس امر کے متعلق کوئی مزید سوال نہیں کیا لیکن اُس نے محسوس کیا کہ اس موقع پر عامر نے کوئی بات چھپانیکی کوشش کی اس کے بعد رئیس اُن پتھریوں کے شمار میں مشغول ہوگیا جو اُسکی جیب میں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ پتھریاں اُس زمانہ میں تسبیح کی جگہ استعمال کیجاتی تھیں نصرانیوں میں تیرہویں صدی عیسوی سے پہلے تسبیح کا استعمال نہ تھا الغرض رئیس نے گفتگو کا پہلو بدلکر عامر سے دریافت کیا۔

رئیس "کہئیے کوفہ سے یہاں تک آنے میں کتنا زمانہ صرف ہوا؟"

عامر "قافلہ کے ہمراہ میں دس صرف ہوئے"

رئیس "کیا تم نے یہ سفر صرف تجارت کے مقصد سے اختیار کیا؟ لیکن ان کھجوروں کی فروخت سے تو اتنا منافع نہیں ہو سکتا جو تمہارے مصائب و مصارف سفر کی تلافی کر سکے"

عامر نے محسوس کیا کہ رئیس کو اس کے بیان کے متعلق شک ہے اور اس شک کو رفع کرنے کیلئے اس نے کہا

عامر "ہاں جناب آپ سچ فرماتے ہیں اس میں کیا شک ہے کہ کھجوروں کا منافع بالکل ناکافی ہے لیکن ہم نے عورسل کیا تھا انٹوں کو بھی فروخت کر دینا چاہتے ہیں وہ غالباً عمدہ قیمت پر فروخت ہو سکیں گے اور اس مجموعی رقم سے ہم کچھ اور مال خرید کرینگے جسے کوفہ میں اچھی قیمت پر فروخت کرنا ممکن ہو۔ اس لڑکی کو میں نے صرف اس لئے اپنے ہمراہ لے لیا کہ یہ دمشق کی بہت مشتاق تھی علاوہ ازیں اسے کوفہ میں تنہا چھوڑ دینا بھی قرین مصلحت نہ معلوم ہوا"

(۶)

سن رسیدہ عابد

جسوقت عامر اور رئیس آپس میں گفتگو کر رہے تھے اسوقت سلمیٰ ایک سن رسیدہ عابد کو بار بار دیکھ رہی تھی جو صحن کے ایک جانب بیٹھا ہوا تھا اس عابد کے پاس ہی ایک خوفناک کتا بھی اپنی پچھلی ٹانگوں پر بیٹھا سلمیٰ ایک عمر عابد کو بڑی وحشت کیساتھ دیکھ رہی تھی کیونکہ وہ نہایت کریہ منظر اور عجیب الخلقت واقع ہوا تھا اور سلمیٰ کو کبھی اس شکل و صورت کا انسان دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اسکی سن رسیدگی کا یہ عالم تھا کہ اس کے سر میں کوئی سیاہ بال باقی نہیں رہا تھا دور سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا روئی کا ایک گالا ہے جس میں دو سیاہ آنکھیں چمک رہی ہیں رہبانیت کیوجہ سے چونکہ اس نے برسوں سے اپنی ڈاڑھی اور بالوں میں کبھی کنگھی نہیں کی تھی اس لئے اسکی صورت اور بھی وحشتناک ہو گئی تھی مزید براں یہ کہ اس کے جسم پر ایک راہبانہ کملی کے سوا اور کوئی لباس نہ تھا یہ بڈھا اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا عبدالرحمن نے بھی کئی بار اس کیطرف نگاہ اٹھائی اور اس کی ہیئت پر اپنے دل میں متعجب ہوا۔

جسوقت عامر نے سلمیٰ کا نام لیا تو وہ اپنے استغراق سے چونکی اور اس نے بلا تعلبد عابد کیطرف اشارہ کرکے عامر سے کہا اس بڈھے کو دیکھکر مجھے سخت وحشت ہو رہی ہے اور میں جانتی ہوں کہ یہی کیفیت عبدالرحمن کی بھی ہے عبدالرحمن نے بھی اس موقع پر عابد کے متعلق اظہار تعجب کیا اور

رئیس نے یہ گفتگو سنی تو اُس نے آہستہ سے کہا۔
رئیس - یہ شخص عابدوں اور زاہدوں سے بہت مشابہ ہے لیکن وہ اکثر امور میں اُنکی مخالفت بھی کرتا ہے اُسے یہاں آئے ہوئے کئی سال کا عرصہ گذر گیا اور یہ کتا جو اُس کے پاس بیٹھا ہوا ہے رات دن میں کسی وقت اُس سے مفارقت نہیں کرتا ہم نے کبھی اُسے ہاتھ منہ دھوتے ہوئے ناخن تراشتے ہوئے یا کپڑے بدلتے ہوئے نہیں دیکھا علاوہ بریں اُسکی یہ عجیب عادت ہے کہ کبھی اپنے حجرہ میں رات بسر نہیں کرتا کبھی اس گوشہ میں ہوتا ہے کبھی اس گوشہ میں کبھی مواشی خانہ میں کبھی باغ میں کسی درخت کے اُوپر یا نیچے گوشت اور روٹی کبھی نہیں کھاتا اُسکی گذر صرف پھلوں پر ہے۔ چنانچہ باغ میں چلا جاتا ہے اور درختوں کو ہلا کر اپنی ضرورت کے لائق پھل چن لیتا ہے ہر شخص اُسپر مہربانی کرتا ہے اس لیے کوئی اس کا مزاحم نہیں ہوتا اور پھر یہاں پھلوں کی کمی بھی نہیں ہے۔"
عامر - ممکن ہے کہ یہ کوئی صاحب کرامت ہو کیونکہ اسی طرح کے لوگ خدا رسیدہ خیال کئے جاتے ہیں

(۷)
ایک اور مسافر

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک ناقوس کی آواز سنائی دی ایک راہب اٹھکر دروازہ کھولنے کیلئے گیا لیکن جب اُسکی واپسی میں بہت تاخیر ہوئی تو رئیس دیر خود بھی پھاٹک کیطرف روانہ ہوا۔ اس اثنا میں سلمٰی کتے کیطرف متوجہ ہوئی اور اُسے چمکار کر اپنے پاس بلایا اور جیب سے میوہ نکالکر اُسکی طرف پھینکا کتے نے میوہ کھا لیا اور سلمٰی کے پاس آکر دم ہلانے لگا سلمٰی اُسکی پیشانی سہلانے لگی لیکن جیسے ہی اُس نے ناقوس کی آواز سنی کہ دروازہ کیطرف رخ کر کے بھونکنے لگا جب رئیس کی واپسی میں دیر ہوئی اور کتے نے زور زور سے چلانا شروع کیا تو اُسکی آواز سے عابد کی آنکھ کھل گئی اور اُس نے "شبیب" کہکر کتے کو پکارا اور کہا "ادھر آ اے دوست اس آنے والے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے میں تو سمجھتا ہوں کہ تم کو غلط فہمی ہوئی۔
عامر نے جب اس بڈھے کی آواز سنی اور دیکھا کہ وہ فصیح عربی زبان بولتا ہے اور اُس نے کتے کو زمانہ جاہلیت کا ایک عربی نام لیکر پکارا تو اُس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص عرب معلوم ہوتا ہے مگر خدا جانے کون ہے اور اس حال میں کیوں ہے۔"
اب رئیس کا حال سنیئے جب اُسکو توقف کیوجہ سے وہ دروازہ پر پہونچا تو اُس نے دیکھا ایک شخص کھڑا ہوا ہے لیکن اُس کے جسم پر کثرت سے برص کے داغ ہیں رئیس نے یہ سمجھ کر

کہا "آؤ چلے آؤ تمہارے رفقا دو گھنٹہ سے اندر موجود ہیں" یہ سنکر نو وارد نے اشارہ کیا کہ بالکل خاموش رہو اور کہا "دیکھو کسی سے اور خاصکر اُن تینوں آدمیوں سے جنکو تم میرا رفیق سمجھ رہے ہو میرے آنیکے متعلق ایک لفظ نہ کہنا کیونکہ یہ ایک پُراسرار معاملہ ہے جسکے متعلق تمکو بعد میں اطلاع دیجائیگی اب اس وقت میں تم سے اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے ایک ایسے حجرہ میں پہنچا دو جہاں کوئی شخص مجھکو نہ دیکھ سکے دیکھو نہایت احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ یہ معاملات خلیفہ سے تعلق رکھتے ہیں"

رئیس (خوفزدہ ہوکر) "آپ جو کچھ چاہتے ہیں میں ویسا ہی کرنے کیلئے تیار ہوں اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اُن تینوں مہمانوں کو اسی وقت دیر سے باہر نکال دوں"

نو وارد "نہیں نہیں اُن کو نکالو نہیں بلکہ جب تک وہ رہنا چاہیں ان کو رہنے دو مگر ہاں اس کا خیال رکھو ان کو یا کسی اور کو میرے آنے کی اطلاع نہ ہونے پائے"

رئیس "بسر و چشم تعمیل ارشاد کروں گا۔

اس کے بعد رئیس نے نو وارد کو ایک حجرہ میں پہنچا دیا جو راہبوں کی قیامگاہ کے پاس تھا یہاں راہب بیٹھے ہوئے اپنا اپنا کام کر رہے تھے کوئی جوتا بنا رہا تھا کوئی کپڑا سی رہا تھا کوئی لکڑی کے کام میں مشغول تھا نو وارد نے جب یہ سماں دیکھا تو اُس کو ایسا محسوس ہوا کہ گویا وہ کوفہ کے بازار میں ہے رئیس اس نو وارد کو ایک مخفی حجرہ میں پہنچا کر سابق مہمانوں کے پاس پھر واپس آیا لیکن بہت تھوڑی دیر اُن کے پاس بیٹھا اور بہت کم گفتگو کی اس کے بعد اُس نے ایک کو حکم دیا کہ ان کیلئے ایک حجرہ خالی کر دیا جائے راہب نے اس حکم کی تعمیل کی اور ان تینوں مہمانوں کو ایک حجرہ میں پہنچا دیا لیکن اس حجرہ میں ایک چٹائی اور ایک تخت کے سوا کچھ سامان راحت نہ تھا عامر نے دروازہ بند کر دیا اور آپس میں بات چیت ہونے لگی۔

(۸)

یزید کے قتل کا مشورہ

سب سے پہلے عبدالرحمن نے گفتگو شروع کی اور عامر سے کہا "میں نے تو کہہ دیا تھا کہ تم نے میرے ساتھ آنے میں بڑی غلطی کی اگر تم تنہا آتے تو کچھ مضائقہ نہ تھا خاصکر تمہارے ہمراہ سلمیٰ کے ہونے سے اور بھی لوگوں کو بدگمانی کا موقع ہے آخر تم نے دیکھا کہ رئیس دیر کی گفتگو میں کیسی تعریض پائی جاتی تھی"

عامر "عبدالرحمن، میں تمکو اپنے فرزند کی برابر سمجھتا ہوں اور صرف اس خیال سے مجھے تمہارے

ساتھ آنے پر مجبور کیا کہ تمہاری حفاظت و نگہداشت ابتدا سے میرے ذمہ ہے اور اسی امر کی تمہارے والد نے مجھکو وصیت کی تھی میں نے جب دیکھا کہ تم ایک خوفناک مہم کے لئے روانہ ہوئے ہو جسکی اس سے پہلے کسی نے جرأت نہیں کی تو میرے دل نے کسی طرح نہ مانا کہ میں تمکو تنہا چھوڑ دوں اب رہی سلمیٰ تو اُسے مجھ سے بھی زیادہ تمہارے ساتھ ہمدردی ہے۔"

عبدالرحمن:۔ "مجھے صرف یہی خیال ہے کہ ایسا نہیں تمہاری ہمراہی سے لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو اور میں اُس کام سے باز رہوں جسے میں نے لوگوں کی نجات دہی کے لئے اختیار کیا ہے۔"

اب گفتگو میں سلمیٰ نے بھی مداخلت کی اور کہا۔

سلمیٰ:۔ "عبدالرحمن تم جس کام کے لئے کمربستہ ہوئے ہو وہ نہایت اہم اور نہایت مقدس ہے اور جب تم نے اُسکی طرف قدم بڑھایا تو میں تم سے زیادہ استحقاق رکھتی تھی کہ اُس کے متعلق اپنی خدمات پیش کروں کیونکہ جس شخص کو تم قتل کر کے دنیا کو اُس سے نجات دینا چاہتے ہو اُس نے مجھ پر سب سے زیادہ جور و ستم کیا ہے اور اُس کا باپ میرے باپ کا قاتل ہے جیسا کہ تمکو معلوم ہے افسوس اُس نے میرے باپ کو بری طرح قتل کیا اور ایسے وقت جبکہ میں نے اُس کو دیکھا بھی نہیں اور اُس کو پہچان بھی نہیں سکتی تھی افسوس اُس نے سردار قوم حجر کندی کو قتل کیا اور کیوں قتل کیا صرف اس لئے کہ اُس نے حضرت امام علیؑ کو برا کہنے سے انکار کیا۔ بہرکیف یزید قتل کا مستوجب ہے اُس کے قتل سے لوگوں کو صدہا برائیوں سے نجات ملجائیگی علاوہ بریں اس لحاظ سے بھی واجب القتل ہے کہ وہ ایک دائم الخمر ہے کتوں اور بندروں وغیرہ کو پالتا ہے عورتوں کو اپنی ہم نشینی میں رکھتا ہے سیر و شکار میں مصروف رہتا ہے نغمہ مزامیر اور دیگر لہو و لعب سے لطف اٹھاتا ہے اُس کے قتل کے لئے یہ باتیں بالکل کافی ہیں اُسے قتل کرنا ایک بڑی فضیلت مذہبی ہے مگر ہاں یہ ایک بڑا خوفناک کام ہے اور طرح طرح کے خطرات سے بھرا ہوا ہے بھلا عبدالرحمن کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم تنہا یزید کو قتل کر سکو جو خلیفہ وقت ہے اور رات دن جس کے چاروں طرف اعوان و انصار کا مجمع رہتا ہے ابن ملجم جس نے حضرت علیؓ کو مسجد میں شہید کیا اُسکی اس جرأت کا کیا حشر ہوا مجھے تمہارے متعلق بڑے بڑے اندیشے پیدا ہو رہے ہیں کہو کیا تم ان خطرات کے لئے اپنے آپ کو تیار پاتے ہو؟"

سلمیٰ جس وقت یہ باتیں کر رہی تھی عبدالرحمن بے چینی کے ساتھ حجرہ میں ٹہل رہا تھا جب سلمیٰ کا سلسلہ سخن ختم ہوا تو اُس نے کہا سلمیٰ غور کرو اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو سوچو جب تم یہ سمجھتی ہو کہ اُس شخص کا قتل کرنا ایک مذہبی فضیلت ہے اور اگر میں نے اسطرف

قدم نہ بڑھایا تو خود بڑھوگی تو بھلا کیونکر ممکن ہے کہ میں اس سے تساہل کروں اور خواہ میری جان ہی کیوں نہ جاتی رہے لیکن اُس سے باز آؤں۔"

سلمٰی:۔ "قطع کلام کر کے، خدا کیلئے یہ نہ کہو خدا تمہارا نگہبان ہو اور تمہاری زندگی کو ہر خطرہ سے محفوظ رکھے اور یہی ایک خیال تھا کہ میں عامر کے ساتھ کوفہ سے نکل پڑی جبکہ تم قتل یزید کا عزم کر کے دمشق کو روانہ ہوئے یزید کون ہے؟ کیا وہ خلیفہ وقت نہیں ہے کیا تمام فوج اُس کے بس میں نہیں ہے مجھے خوف پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ تم اُس کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤ اور کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اور میں تم سے منزلوں دور رہوں تم سمجھ سکتے ہو کہ ایسی حالت میں میرا کیا حال ہوتا۔ بس یہی باتیں سوچ سمجھ کر میں تم سے آگئی کہ شاید کسی موقع پر تمہاری کچھ مدد کر سکوں یا کم از کم کوئی مفید مشورہ دے سکوں باقی رہا یزید تو مجھے تو اُس وقت تک چین نہ آئیگا جب تک وہ قتل نہ ہو لیگا ہم کو اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی کیا ضرورت تھی اگر اس کا باپ یہ بدعت نہ کر گیا ہوتا اور اپنے بیٹے کے لئے وصیت کرنے کی بجائے خلافت کو رائے جمہور پر چھوڑ گیا ہوتا اگر اُس نے ایسا کیا ہوتا تو حضرت امام حسینؓ کے سوا کوئی شخص خلافت کا مستحق ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر افسوس معاویہ نے تمام مسلمانوں کی خواہشوں کے برخلاف ایسا نہیں کیا اب اس بد نسا اور شانہ کرو کہ معاویہ نے تمہارے چچا یعنی میرے والد کو قتل کیا۔ افسوس جبکہ میں نے دیکھا بھی نہیں اور میری پرورش ایک صحرا میں ہوئی جہاں۔ مگر میں ہمیشہ یہ سمجھتی تھی کہ میرا باپ کوفہ میں صحیح و سلامت موجود ہے۔ افسوس مجھکو امید تھی کہ جوان ہو کر میں اُس کو دیکھونگی اور اُس پر فخر کرونگی"

سلمٰی یہاں تک پہونچی تھی کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور چند لمحہ تک اُسے خاموش رہنا پڑا پھر وہ عامر کیطرف مخاطب ہو کر بولی "تم نے اے چچا اب تک مجھ سے اس قتل کی تفصیل نہیں بیان کی اب اپنے اس وعدہ کو نہ بھلا دینا کہ تم اس قتل کی تفصیل مجھ سے مرحوم کی قبر پر بیان کروگے وہ تو یہیں کہیں مدفون ہیں۔ تم اُن کی قبر سے واقف ہو نا؟"

عامر:۔ ہاں سلمٰی میں قبر سے واقف ہوں اور جہاں تک میرا خیال ہے رئیس دیر بھی اُس سے واقف ہے تمہیں یاد نہیں کہ اُس نے اس افسوسناک واقعہ کیطرف اپنی گفتگو میں اشارہ کیا تھا۔"

سلمٰی:۔ "ہاں میں سن چکی ہوں اور مجھے یاد ہے۔"

عبدالرحمٰن خاموشی کے ساتھ سلمٰی کی غیرت و حمیت پر غور کر رہا تھا اور متعجب تھا آخر کار اُس نے کہا۔۔۔

عبدالرحمٰن: سلمیٰ، میری پیاری، سنو مجھے اُس وقت تک چین نہ آئیگا جب تک میں تمہارے باپ کا جو اس چراگاہ میں مدفون ہے بدلہ نہ لے لونگا اور جب میرا اس مقصد میں پورا ہو جائیگا اس وقت تم میری اور میں تمہارا ہو سکوں گا۔ یہ کہ میرا اور تمہارا باپ وصیت کر گیا ہے اگر میں خدانخواستہ ناکام رہا تو پھر میری زندگی کے لیے کچھ افسوس نہ کرنا چاہیئے۔"

سلمیٰ یہ سُنکر چیخ اٹھی اگرچہ پیار اور دوسرا دل سے سُن لینے کا خیال اُسپر غالب تھا اور کہا:۔

سلمیٰ: "عبدالرحمٰن تمہاری زندگی مجھے سب سے زیادہ پیاری ہے اگر خدانخواستہ تمکو کچھ صدمہ پہنچا تو میرے زندہ رہنے سے کیا حاصل ہے اور اس لحاظ سے اگر میں تمہارے ساتھ ہوتی ہوں تو تم مجھے کیوں ملامت کر رہے ہو باقی رہے عامر تو یہ میرے اور تمہارے باپ کی جگہ ہیں اور انہوں نے صرف ہمارے لئے دنیا کو ترک کر دیا ہے لہٰذا ہم خوشی کی حالت میں ہوں یا رنج کی حالت میں وہ ہمارے ساتھ ہیں"

عامر عبدالرحمٰن اور سلمیٰ کی محبت آمیز گرم الوالعزمیوں سے بھری ہوئی گفتگو کو حیرت کے ساتھ سن رہا تھا۔

(۹)
حقیقت حال

غالباً ناظرین کو واقعات کے ضمن میں معلوم ہوگیا ہوگا کہ سلمیٰ حجر بن عدی کی بیٹی ہے جو چراگاہ عذرا میں قتل کیا گیا اور عبدالرحمٰن اُس کا چچازاد بھائی ہے اور اُن دونوں کی باہم نسبت ہو گئی ہے اور عامر ان دونوں کا سرپرست ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ سلمیٰ اپنے والد کے انتقال سے آٹھ سال قبل کوفہ میں پیدا ہوئی چنانچہ اُسے عامر کی بیوی کو جو اپنے شوہر کے ساتھ صحرا میں مقیم تھی رضاعت کے لئے سپرد کر دیا گیا اُس زمانہ میں مہذب اور اعلیٰ طبقہ کے امرا کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی اولاد کو بادیہ نشین عورتوں کے سپرد کر دیتے تھے اور کھلی ہوئی ہوا میں انکی پرورش کیجاتی تھی اور اس سے اُن کی صحت اور قوی پر بہت عمدہ اثر پڑتا تھا۔

سلمیٰ آٹھ برس کی عمر تک عامر کے مکان میں تربیت پاتی رہی لیکن اس اثنا میں اُس نے اپنے والد کو نہیں دیکھا ۵۱ھ میں دیگر اشخاص کی طرح اُس کا باپ بھی چراگاہ عذرا میں پہنچایا گیا اور قتل کر دیا گیا جسکی تفصیل آگے بیان کیجائیگی۔ دم توڑتے وقت حجر نے عامر سے کہا کہ سلمیٰ کو بہت محبت اور شفقت کیساتھ پرورش کرنا اُسے اپنی اولاد کی جگہ

سمجھنا اور عبدالرحمن کیساتھ اسکی شادی کردینا لیکن معاویہ کی موت کے بعد چنانچہ سلمیٰ عامر ہی کے گھر میں رفتہ رفتہ جوان ہوگئی عامر بڑی کثرت سے شام کو تجارتی مقاصد سے آیا جایا کرتا تھا اور دمشق میں عرصہ تک قیام کرتا تھا اور اثنائے قیام میں دمشق کے دیروں اور کلیساؤں میں پھرتا تھا اور زہاد و مشائخ کیساتھ بیٹھ کر تاریخی مباحث پر گفتگو کرتا تھا جس سے لوگوں کو بڑی دلچسپی پیدا ہوتی تھی اور وہ سب اُس کو نہایت احترام اور عزت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اُسے ایک باخبر اور روشن دماغ آدمی سمجھتے تھے۔ عامر نے سلمیٰ کو بھی تاریخی واقعات اُسکی طبعی مناسبت کو ملحوظ رکھکر سنا دیئے تھے۔

سلمیٰ عامر سے اپنے باپ کے متعلق اکثر پوچھتی رہتی تھی لیکن وہ اُس کے قتل کی خبر کو مخفی رکھتا تھا چنانچہ اس پر دو سال کا زمانہ گذر گیا لیکن اس اثنا میں حجر کندی کے قتل کی خبر عام طور پر ہر جگہ پھیل گئی اور لوگوں نے سلمیٰ سے بھی تذکرہ کیا جب سلمیٰ کو معلوم ہوگیا تو عامر نے بھی حقیقت حال سے اُسے آگاہ کردیا اس واقعہ سے سلمیٰ کی آتش حمیت بھڑک اٹھی اور اُس نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ جسطرح ممکن ہوگا وہ انتقام ضرور لے گی۔

عبدالرحمن سلمیٰ کا چچا زاد بھائی ہے اور اُس نے بھی سلمیٰ ہی کیساتھ اسی صحرا میں پرورش پائی ہے اور زمانہ پیدائش ہی سے سلمیٰ کو عبدالرحمن کی زوجیت میں دیدیا گیا ہے عبدالرحمن بہت کم سن تھا کہ اُس کے باپ نے وفات پائی عبدالرحمن کو بھی جب اپنے چچا کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اُسے بہت جوش پیدا ہوا۔ عبدالرحمن بھی دیگر بنی کندہ کیطرح حضرت علیؓ کے دعاۃ میں تھا اور خلافت پر معاویہ کا کوئی حق نہیں تسلیم کرتا تھا عبدالرحمن اور سلمیٰ بچپن سے اب تک اموں سے نفرت کرتے آئے تھے اور اہل بیت کے دل سے مددگار تھے حالانکہ معاویہ کی زندگی ہی میں لوگ حضرت امام حسینؓ کی بیعت کیلئے کمر بستہ تھے چنانچہ عبدالرحمن اور سلمیٰ عامر کو ہمراہ لیکر حجاز روانہ ہوئے اور عرصہ تک حضرت امام حسینؓ کے حضور میں موجود رہے۔

معاویہ کے انتقال سے پہلے ہی کچھ ایسے اسباب پیش آئے کہ عبدالرحمن کوفہ واپس آگیا۔ اور جب معاویہ کے انتقال کے بعد اُسے یہ معلوم ہوا کہ یزید خلیفہ وقت ہوا ہے تو اس کو شدید تکلیف پہنچی اور اس نے قسم کھائی کہ جبتک یزید کو قتل نہ کریگا اُس وقت تک اُسے چین نہ آئیگا سلمیٰ نے بھی اس قسم سے اتفاق کیا اور عامر نے بھی کوئی نکتہ چینی نہیں کی کیونکہ اُسے یہ توقع نہ تھی کہ عبدالرحمن اس قدر جلد اس کام کیلئے کمربستہ ہو جائیگا۔

ایک روز صبح کو جب عبدالرحمن اٹھا تو اُس نے سلمیٰ اور عامر سے رخصت چاہی اور

کہا کہ میں اپنی قسم کو پورا کرنے کے لئے دمشق جا رہا ہوں سلمیٰ نے اُسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن اس نے ایک نہ سُنی اور ان دونوں کو چھوڑ کر قتل یزید کے ارادہ سے دمشق روانہ ہو گیا۔

جب عامر اور سلمیٰ مجبور ہو گئے اور عبدالرحمٰن کو روکنے میں کسی طرح ان کو کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے چند اونٹ کھجوروں کو بار کر کے اپنے ساتھ لئے اور تاجروں کا بھیس بدل کر چند روز میں عبدالرحمٰن سے جا ملے عبدالرحمٰن نے جب ان کو دیکھا تو بہت خفا ہوا لیکن اب ان کو واپس کرنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے تینوں آدمیوں نے ایک ساتھ سفر شروع کیا اور ایک ساتھ دمشق میں داخل ہوئے جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے۔

سلمیٰ: "ہمکو کوئی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیئے۔ یہ بات کہ تم یزید کو اس کے سپاہیوں اور آدمیوں کے درمیان قتل کرو ایک ایسی جرأت ہے جسے میں پسند نہیں کرتی اور نہ غالباً یہ ممکن ہے پھر تم نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوئی عمدہ تدبیر سوچ لی ہے؟"

عبدالرحمٰن: "تم ٹھیک کہتی ہو تم مجھے اس درجہ بیوقوف نہ سمجھو میں اس کام کو بیوقوفی کیساتھ انجام نہیں دونگا میں نے اس کے لئے جو صورت تجویز کی ہے وہ تم سے بیان کرتا ہوں اُمید ہے کہ تم دونوں آدمی اُس سے اتفاق کرو گے۔"

عامر: "وہ کیا صورت ہے؟"

عبدالرحمٰن: "کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا کہ یزید شکار کے لئے نہ نکلتا ہو کیونکہ وہ شکار کا بہت شائق ہے اُس کے ہمراہ ندیموں اور سواروں کی بھی ایک معقول جماعت ہوتی ہے وہ انہیں اطراف میں زیادہ شکار کھیلتا ہے کیونکہ اس طرف ہرنوں اور پرندوں کی بہت کثرت ہے یہاں سے تھوڑے فاصلہ پر جرد نامی ایک گاؤں ہے جہاں نیل گائے کثرت سے ہیں یزید نیل گائے کے شکار کا بہت شائق ہے بہر کیف جب یزید شکار کے لئے نکلے گا تو میں موقع کا منتظر رہونگا اور جب اس کو تنہا پاؤں گا تیر یا خنجر سے ہلاک کر ڈالوں گا اس کے بعد اگر راز فاش بھی ہو جائیگا تو مجھے اسکی پرواہ نہ ہو گی۔ اگر پہلی مرتبہ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب ہونیکا موقع نہیں ملیگا تو دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ سہی غرض ایک نہ ایک دن کامیابی ضرور ہو جائیگی اور میں اُس ملعون کو قتل کر کے لوگوں کو اُس کے مظالم سے نجات دلا سکوں گا بس۔"

سلمیٰ نے جب عبدالرحمٰن کی تجویز کو سُنا تو اُس کے گلگوں لبوں پر تبسم کی ایک لہر پیدا ہوئی اور خوشی سے اُسکی آنکھیں چمک اٹھیں گویا اُس نے عبدالرحمٰن کی تجویز کو دل سے پسند کیا۔

چنانچہ ذرا توقف کے بعد اُس نے کہا۔

سلمیٰ:۔ "اب ہمیں یہ چاہیئے کہ اُس کے شکار کی راہ دیکھتے رہیں۔"

عامر:۔ "یہ بات میرے ذمہ ہے کل صبح ٹھہر کر میں اپنا سامان تجارت ہمراہ لیکر دمشق جاؤں گا اور شکار کی ٹوہ لونگا۔"

سلمیٰ:۔ "اب اس معاملہ کو رو براہ کرنا خدا کے اختیار میں ہے لیکن چچا تم مجھے میرے والد کی قبر کا طرف بتاؤ تاکہ میں اُس کی زیارت کروں اور اُنکی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں اور اُن کے قتل کے تفصیلی حالات سنوں۔"

عامر:۔ "سلمیٰ تمہارے باپ کی قبر یہاں سے صرف چار گھنٹہ کے فاصلہ پر ہے اور وہ جس صخرت کے نیچے واقع ہے وہ دور سے نظر آتا ہے لیکن ہم وہاں رات ہی کو جا سکتے ہیں تاکہ رئیس یا اور کوئی شخص ہم کو نہ دیکھ لے۔"

ان لوگوں نے دن کا باقی حصہ آرام اور تکان سفر کو دور کرنے میں بسر کیا اور رات کو قبر پر جانے کے لئے تدابیر سوچتے رہے۔

(۱۰)

دلفریب مناظر

باہر جانیکے لئے بہانہ

جب سورج ڈوب گیا تو یہ آدمی دیر کے بالائی حصہ پر چڑھے اور اپنے طرز انداز سے یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ گویا رات کو غوطہ کے مناظر دیکھنے کے نہایت شائق ہیں۔ رئیس دیر بھی چھت کے ایک حصہ پر تنہا بیٹھا ہوا نماز پڑھ رہا تھا یہ لوگ اُس کیطرف سے عارفانہ تجاہل کئے ہوئے بات چیت میں مصروف رہے رئیس جب اپنی نماز سے فارغ ہوا تو اُن لوگوں کے پاس آکر بیٹھا۔

چاند اپنے پورے عروج پر تھا اور اپنی نورانی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کر رہا تھا رئیس کے آجانے پر عامر تو اس سے گفتگو میں مشغول ہو گیا لیکن عبدالرحمٰن اور سلمیٰ بدستور چاندنی میں غوطہ کے مناظر دیکھنے میں مصروف رہے اگرچہ اس وقت نہایت دلکشا مناظر آنکھوں کے سامنے تھے اور باغوں میں چاند کی روشنی نے عجیب کر رکھی دلفریبی پیدا کر دی تھی لیکن عبدالرحمٰن کو جسکا دماغ و دل قتل زید کے منصوبوں میں محو تھا ان مناظر سے ذرا بھی انبساط حاصل نہ تھا اور حقیقتاً وہ اُن کیطرف بالکل ملتفت نہ تھا لیکن سلمیٰ پر جسکی پیشانی اور رخسار سے

چاند کے مقابل چمک رہے تھے اُنکی نظر پڑی تو اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ماہتاب کو سلمیٰ کے حُسن سے کیا نسبت اور یہ شعر اُس کی زبان پر آیا ؎

بدری ادق محاسناً والفرق مثل صبح الظاہر

(میرے چاند (محبوب) میں ماہتاب سے کہیں زیادہ خوبیاں ہیں دونوں کا فرق روز روشن کیطرح ظاہر ہے)

عامر اور رئیس میں اِدھر اُدھر کی باتیں ہو رہی تھیں لیکن عامر کے دل میں جو باتیں تھیں اُن کے متعلق وہ ایک لفظ اشارۃً کنایۃً زبان پر نہیں لاتا تھا اسی اثنا میں اثر ہے اُس وحشت کو جا نظر پر زد دیکر ڈھونڈا جو حجر کندی کی قبر پر سایہ فگن تھا اور پہلی نظر میں اُسے پہچان لیا۔

عامر: دیکھیے آج چاندنی کیسی پھیلی ہوئی اور غوطہ کے مناظر کیسے دلفریب معلوم ہوتے ہیں"

رئیس: "یہ سب قدرت خدا کے کرشمے ہیں میں جب ان مناظر کو دیکھتا ہوں تو اُنکی جناب میں شکریہ بجا لاتا ہوں کہ اُس نے انسان کی آنکھ کے لئے کیسی کیسی دلچسپیاں بہم پہنچائی ہیں"

عامر: سبحان اللہ کیا کہنا عراق میں بھی باغ ہیں لیکن وہاں زیادہ تر نخلستان ہیں یہ میوہ دار درخت جو اس وقت نظر آ رہے ہیں شام کیساتھ مخصوص ہیں آج میرا دل چاہتا ہے کہ میں باہر نکلکر کچھ دیر ان باغوں میں چاندنی رات سے لطف اٹھاؤں کیوں جناب کچھ حرج تو نہیں ہے"

رئیس: "کوئی حرج نہیں صرف اتنی بات ضرور ہے کہ میں تمہاری نقل و حرکت یہاں سے دیکھتا رہوں گا"

عامر: "بجا ہے میری لڑکی کو ان باغوں کے دیکھنے کا بہت شوق ہے میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ رات کو تھوڑی دیر کے لئے چلیں گے اور پھر واپس آجائیں گے"

رئیس: "بہت بہتر ہے۔ اگر تم جانتے ہو تو شوق سے جاؤ بلکہ اگر تم چاہو تو میں ایک راہب تمہارے ساتھ کردوں جو تمہیں راستہ بتلائے اور تمہاری خدمت میں حاضر رہے۔

عامر: "اس کی ضرورت نہیں میں راستہ سے خوب واقف ہوں"

رئیس: "بہت بہتر ہے اچھا تو سیر کر آؤ"۔

(۱۱)
قبر کی زیارت

عامر اس کے بعد عبدالرحمٰن اور سلمیٰ کے پاس آیا اور کہا چلو تھوڑی دیر باغوں میں پھر کر چاندنی کا لطف اٹھائیں کیونکہ رئیس نے اس کی اجازت دیدی ہے۔

یہ سب لوگ نیچے اُترے اور پہلے اپنے حجرہ میں آئے اور اُس کا دروازہ بند کر کے روانہ ہوئے صحن میں پہنچکر اُنہوں نے دیکھا کہ سن رسیدہ عابد کا کتا سو رہا ہے لیکن عابد کا پتہ نہیں اس بات سے سب کو سخت تعجب ہوا کیونکہ انہوں نے سنا تھا کہ عابد اپنے کتے سے ذرا دیر کو جدا نہیں ہوتا۔

عبدالرحمٰن اور سلمیٰ آگے آگے اور عامر اُن کے پیچھے یہ کہتا ہوا جا رہا تھا کہ اس عابد اور اُس کے کتے کے واقعات بھی عجیب ہیں اور سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ فصیح عربی بولتا ہے اگر مجھے اتفاق سے اُس کے ساتھ تنہائی میں بات چیت کا موقع ملجائے تو میں اُس سے اُس کی اصلیت کے متعلق ضرور سوال کروں گا"

سلمیٰ "وہ کوئی بھی ہو مجھے مطلب نہیں لیکن اُس کا کتا مجھے بہت پسند ہے کاش وہ مجھے ملجاتا تو میں اسے پال لیتی"

عبدالرحمٰن "کیا خوب اس وقت ہم کو کتے پالنا چاہئیں یا ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں کہ جہاں تک ممکن ہو ہمارا حال بھی مخفی رہے"

اب یہ لوگ باغ کے دروازہ تک پہونچ گئے تھے چنانچہ انہوں نے دروازہ کھولا اور بسیر کرنے والوں کی طرح چہل قدمی کرتے ہوئے قبرستان کی طرف روانہ ہوئے تھوڑی دیر میں دیر کی چہار دیواری اُن کی نگاہوں سے غیب ہو گئی کیونکہ وہ گنجان درختوں میں پہنچ گئے تھے اب عامر آگے آگے تھا کیونکہ وہ راستے سے واقف تھا سلمیٰ اور عبدالرحمٰن اُس کے پیچھے تھے کبھی اُن کو ہموار زمین ملتی تھی اور کبھی پست اور اس نشیب و فراز میں وہ چاندنی سے مدد لیکر راستہ ڈھونڈھ رہے تھے سب پر خاموشی طاری تھی اور سلمیٰ کا دل باپ کی قبر کی زیارت کے خیال سے دھڑک رہا تھا۔

آخر کار وہ لوگ ایک سطح مرتفع پر پہونچے جہاں ایک ذرا سایہ دار درخت کھڑا ہوا تھا یہاں پہونچکر عامر ٹھہر گیا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے ایک طرف اشارہ کر کے سلمیٰ سے کہا "سلمیٰ یہ تمہارے والد کی قبر ہے" یہ سنکر سلمیٰ نے اپنے آپ کو اُس جگہ گرا دیا۔ زمین کو چومتی تھی روتی تھی اور کہتی تھی "والد یہ تمہاری قبر ہے مگر تم کہاں ہو؟ تم کہاں ہو اے حجر بن عدی تم کہاں ہو اے سردار کندہ" زار زار رونے لگی۔

جب سلمیٰ زیادہ بیقرار ہونے لگی تو عبدالرحمٰن اُس کے برابر آکر کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

عبدالرحمٰن۔ "سلمیٰ روؤ نہیں قبر پر رونا جائز نہیں ہم تو کل اُس کا بدلہ لینے والے ہیں عامر سے چچا ابن عقیل کی بپتا کی تفصیل بیان کرو"

عامر: "عبدالرحمن بیٹھ جاؤ تاکہ میں وہ تمام واقعات بیان کروں جن کو میں نے اپنی آنکھ سے معائنہ کیا ہے (آہستہ سے) دیکھو ہم اس وقت دشمن کی سرزمین میں ہیں اس لئے جہاں تک ممکن ہو اخفاء کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور سب ادہر ادہر دیکھتے رہے لیکن وہاں کسی متنفس کا پتہ نہ تھا سلمیٰ کی آنکھوں سے اب تک آنسو رواں تھے مگر وہ بھی سکوت کے عالم میں عامر کی طرف دیکھ رہی تھی اور اپنے باپ کے قتل کی سرگذشت سننے کے لئے ہمہ تن گوش تھی۔

(۱۳)

حجر بن عدی کے قتل کی داستان

عامر نے پہلے فاتحہ پڑھی پھر حجر بن عدی کے قتل کا واقعہ اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

عامر: "سلمیٰ سنو تمہارا باپ جو اس قبر میں مدفون ہے حضرت علیؓ کے انصار میں زبردست شخصیت کا انسان تھا اور حضرت امامؑ کیساتھ اکثر معرکہ آرائیوں میں شریک ہوا اور آخر عمر تک اپنی تلوار اور اپنی زبان کو حضرت امامؑ کیجانب سے جہاد کرنے میں صرف کیا جب حضرت علیؓ شہید ہوئے اور دمشق میں معاویہ کو خلافت ملی تو تمہارا باپ اور دیگر انصار علیؓ اس امر کو ناپسند کرتے تھے لیکن معاویہ کی عظمت مستحکم ہوتی گئی اور بنی امیہ کو رفتہ رفتہ پورا اقتدار حاصل ہو گیا۔ تمہارا باپ کوفہ میں اپنی قوم کے ساتھ جو اس سے نہایت محبت کرتی تھی مقیم تھا۔

معاویہ حضرت علیؓ اور اہلبیتؑ کی عزت کو کم کرنا چاہتے تھے اور لوگوں کو حکم دیتے تھے کہ ان کو برا کہیں بعض لوگ خوف سے اس حکم کو مان لیتے تھے اور بعض ایسا کرنے سے انکار کرتے تھے چنانچہ انہیں لوگوں میں تمہارے والد بھی تھے۔

سنہ ۴۱ھ میں معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو عامل بنا کر کوفہ روانہ کیا اور روانگی کے وقت اس سے کہا کہ حضرت علیؓ کو برا کہتے رہنا اور حضرت عثمانؓ کی مغفرت کی دعا کرنا اس کے جواب میں مغیرہ نے کہا کہ آپ سے پہلے مجھے عامل بنایا جا چکا ہے لیکن مجھے برا نہیں سمجھا گیا اب آپ کو آزمائش کے بعد معلوم ہوگا کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ "نہیں نہیں میں انشاء اللہ تم کو اچھا ہی سمجھوں گا۔"

مغیرہ نے کوفہ میں بطور عامل اقامت کی وہ حضرت علیؓ پر تبرا کہا جاتا کی ممانعت نہیں کرتے تمہارے والد جب کبھی ان باتوں کو سن پاتے تھے تو تبرا انہیں پر لوٹا دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

تم ملعون صاحب کو برا کہتے ہو وہی اچھا کہے جانے کا مستحق ہے۔ مغیرہ نے کئی بار حجر سے کہا کہ دیکھو حجر بادشاہ کے قہر و غضب سے ڈرو کیونکہ تمہارے جیسے اکثر لوگ غضب سلطانی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

مغیرہ کی ولایت کا آخری زمانہ تھا کہ ایک دن انہوں نے وہی الفاظ کہے جو اکثر کہا کرتے تھے یہ الفاظ سنکر حجر بن عدی اٹھ کھڑے ہوئے اور اس زور سے چلائے کہ مسجد کی گونج اٹھی اور کہا کہ اے شخص تو نے ہماری روزیاں بند کر دیں اور امیر المومنین کی مذمت پر آمادہ ہے۔ یہ سنکر دو تہائی سے زیادہ آدمی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ہم آواز ہو کر کہا کہ بیشک تو نے ہمارے وظائف بند کر دیئے ہیں اور اس سلسلہ میں بہت تلخ الفاظ بھی مغیرہ کو کہے اس کے بعد مغیرہ کے ارکان دولت اس کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ نے خاموش ہو کر اس طرح کے الفاظ سنے اور لوگوں کو جسارت اور دلیری کا سبق دیا اگر معاویہ اس بات سے واقف ہوں گے تو تم سے کس قدر خفا ہوں گے۔

مغیرہ نے اس کے جواب میں کہا کہ گھبراؤ نہیں میرا وقت تو اب قریب ہے لیکن میرے بعد جب دوسرا امیر آئیگا اور اس کے ساتھ بھی یہ لوگ اسی طرح گستاخی کیساتھ پیش آئیں گے تو وہ ان سے انتقام لیگا اور ان کو قتل کی سزائیں دیگا میں نہیں چاہتا کہ اس شہر کے منتخب لوگوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگوں اور معاویہ کی دنیا سنوارنے کے لئے اپنی عقبیٰ کو برباد کروں۔

چند روز کے بعد مغیرہ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد زیاد ابن ابیہ کوفہ کا حاکم بنا کر بھیجا گیا زیاد بنی امیہ کی اور حکومت علی میں خصوصیت کیساتھ حجر کا دوست تھا اس نے آتے ہی لوگوں کو جمع کیا اور ایک پرجوش تقریر کی جس میں حمد و ثنا کے بعد حضرت عثمان رض کے لئے دعائے مغفرت کی اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی اس موقع پر حجر بن عدی نے کھڑے ہو کر وہی الفاظ کہے جو مغیرہ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے زیاد کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس نے دو تین دن کے بعد حجر کو بلا بھیجا مگر انہوں نے اپنی قوم سے مشورہ کر کے اس قاصد کو واپس کر دیا۔ اب زیاد اپنے قابو سے باہر تھا اس نے کوتوال کو بلا کر حکم دیا کہ حجر کی گرفتاری کے لئے ایک دستہ روانہ کیا جائے کوتوال نے اس کی تعمیل کی لیکن حجر کے اصحاب نے اس دستہ کو بھی دشنام کے ساتھ واپس کیا اور اس دستہ نے واپس ہو کر تمام حالات زیاد سے بیان کیا۔

اب زیاد نے دوسری چال چلی اور حیلہ سازی کیساتھ حجر کو اپنے قابو میں کر لیا واقعہ یہ تھا کہ حجر کے ساتھیوں نے انہیں اس شرط پر حاضر کر دیا تھا کہ دیلوانے حرکہ صحیح ریہ لوگ معاویہ کے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب حجر کو دستگیر کیا گیا تو اس نے انہیں قید خانہ بھیج دیا اور ان کے قتل کی قسم کھائی

پھر گرفتار کر کے اُس نے ان کے دیگر رفقاء کی تلاش کی لیکن وہ لوگ جہاں موقع ملا وہاں روپوش ہو گئے اور جو لوگ اُس کے ہاتھ آئے ان کو اُس نے اسیر کر لیا اسی اثنا میں کسی عامل نے زیاد سے صیفی نامی ایک حامی اہلبیت کی غمازی کی۔ زیاد نے اُن کو طلب کر کے پوچھا

زیاد: "تم ابو تراب کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

صیفی: "میں ابو تراب کو نہیں جانتا۔"

زیاد: "علی ابن ابی طالب کو جانتے ہو؟"

صیفی: "ہاں"

زیاد: "یہی ابو تراب ہیں۔"

صیفی: "ہرگز نہیں وہ ابو الحسن ہیں"۔

کوتوال: "امیر کہتے ہیں ابو تراب اور تم انکار کرتے ہو"

صیفی: "امیر جھوٹ بولے تو کیا مجھے بھی جھوٹ بولنا چاہیئے"

زیاد نے غضبناک ہو کر چھڑی مانگی اور کہا کہ:۔

زیاد: "علیؑ کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟"

صیفی: "تو جو سب سے اچھے الفاظ ہیں استعمال کر سکتا ہوں"

زیاد: "آدمیوں سے مارو اسے"

صیفی کو زیاد کے آدمیوں نے اس قدر مارا کہ وہ زمین پر گر پڑے اس کے چند لمحہ کے بعد پھر زیاد نے پوچھا۔

زیاد: "کہو اب علیؑ کے متعلق کیا کہتے ہو؟"

صیفی: "اگر تم میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو پھر بھی میں یہی کہوں گا جو کہہ چکا ہوں"

زیاد: "علیؑ پر تبرا کہو ورنہ ہم تم کو قتل کر ڈالیں گے"

صیفی: "ہرگز نہیں"

اس کے بعد ظالموں نے اُن کو ہتھکڑیاں پہنا کر قید خانہ بھیج دیا میں نے تمہارے والد کے سوا اور کوئی شخص اتنا دلیر نہیں دیکھا"

اس کے بعد زیاد نے بارہ آدمیوں کو اس الزام میں قید کیا کہ انہوں نے حجر کیا تھا کہ خلیفہ

کو برا بھلا کہا اور جنگ کی سازش کی کیونکہ وہ خلافت کو صرف اولاد ابوطالب کا حق سمجھتے ہیں، عاملوں سے بدزبانی کرتے ہیں اور شہر میں خلافت کے برخلاف شبہات پھیلاتے ہیں زیاد نے ان لوگوں کو پابہ زنجیر شام کی طرف روانہ کیا جب یہ بےگناہ مجرم چراگاہ عذرا یعنی اس مقام تک پہنچے جہاں کہ ہم ہیں چھوڑ کر اشخاص نگہباں نے معاویہ کو خبر کی اور زیاد کی عرضداشت پیش کی۔

اس موقع پر چند لوگوں نے جو معاویہ کے پاس حاضر تھے ان مجرموں میں سے چھ آدمیوں کو طلب کیا چنانچہ معاویہ نے اس درخواست کو منظور کیا اس کے بعد خلافت کی طرف سے کچھ لوگ چراگاہ عذرا کی طرف روانہ کئے گئے۔

میں کوفہ سے اس جماعت کے ساتھ آیا تھا اور سب سے زیادہ واقعات دیکھا کرتا تھا میں نے جب دمشق سے ایک مسلح دستہ آتے ہوئے دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ لوگ حجر اور ان کے رفقا کو قتل کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ معاویہ نے چھ آدمیوں کو لوگوں کی غلامی میں دیدیا ہے۔

الغرض میں حجر کی طرف روانہ ہوا اور انہوں نے مجھے دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور ایسے الفاظ کہے جنکو میں تمام عمر نہیں بھول سکتا حقیقت یہ ہے کہ انہیں اپنی موت کے قرب کا یقین تھا انہوں نے کہا "عامر میں تم کو اپنی بیٹی سلمیٰ کا سرپرست قرار دیتا ہوں اور جہاں تک تمہارے امکان میں ہو اسکی اچھی طرح حفاظت رکھنا اور جب وہ جوان ہو تو اس کی شادی اس کے چچازاد بھائی عبدالرحمن سے کردینا لیکن ان دونوں کا عقد معاویہ کی موت کے بعد ہو کیونکہ معاویہ کی وفات کے بعد جب خلافت کا مسئلہ قوم کے مشورہ سے طے ہوگا تو لازمی طور پر حضرت امام حسینؑ خلیفہ ہوں گے اور انکی خلافت ہوئی تو وہ یقیناً ہمارا انتقام لیں گے"۔ حجر اتنی باتیں کہنے پائے تھے کہ دمشق کے مسلح سپاہی آپہونچے انہوں نے کہا کہ ہمکو دربار خلافت سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم (حضرت) علیؑ پر تبرا کہو تو ہم تم کو رہا کریں اور اگر اس سے انکار کرو تو تمہیں قتل کر ڈالیں یہ سنکر سب لوگ یک زبان ہو کر بولے کہ ہم سے ہرگز اسکی توقع نہ رکھو اگر تم ہمکو قتل کرنا چاہتے ہو تو شوق سے قتل کردو۔ چنانچہ دمشقی سپاہیوں نے کفن مہیا کرنے اور قبروں کے کھودنے کا حکم دیا اس موقع پر حجر نے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں چنانچہ سپاہیوں کی اجازت پر انہوں نے نماز پڑھی جب حجر نماز سے فراغت پا چکے تو انہیں اور انکے چھ رفیقوں کو قتل کیا گیا قتل کے بعد شہدا کو کفن پہنایا گیا اور انکی نماز پڑھی گئی اور قبروں میں دفن کردیا گیا۔ ان قبروں میں سے یہ قبر تمہارے والد کی ہے۔ ان دردناک واقعات کے بعد میں کوفہ چلا گیا

اور تمہاری اور عبدالرحمٰن کی تربیت میں مشغول ہوا جیسا تم کو معلوم ہے۔

(۱۳)
قبر کی آواز

عامر یہ داستانِ غم سنا رہا تھا اور عبدالرحمٰن و سلمیٰ کی آنکھیں خون کے دریا بہا رہی تھیں اور آتشکدۂ
دل رنج و حسرت کی آگ سے بھڑک رہے تھے جب عامر قتل حجر تک پہنچا تو کچھ دیر سلمیٰ اپنے
قابو میں نہ رہی اور بیساختہ اُس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "کیسے قسی القلب ہیں کس طرح انہوں نے
نیک بندوں کو قتل کیا اور صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے شہید مظلوم حضرت علیؓ پر تبرا نہیں کیا
بس اللہ ہی ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے"

عبدالرحمٰن سامنے کھڑا ہوا اور کمر سے خنجر کھینچا جو چاند کی شعاعوں میں جھلملا رہا تھا اور قبر
کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے قبر کے سونے والے اے میرے چچا اور اے حجر بن عدی میں
اس وقت مٹی سے خطاب نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک پاک روح میری مخاطب ہے جو یقیناً اسی جگہ
جدا نہیں ہے ہاں سن میں تیرا انتقام لوں گا اور اس خنجر کی روانی میری مدد کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ"

اس کے بعد درخت کے نیچے بالکل خاموشی طاری ہو گئی اور رات کے معمولی سناٹے کے
سوا کوئی بات سنائی نہیں دیتی تھی۔ تینوں آدمی اُس وقت یہاں موجود تھے انتقام کی تدابیر
سوچ رہے تھے اور ساری دنیا سے خالی الذہن ہو رہے تھے اس کے بعد سلمیٰ اُٹھ کر اپنے باپ
کی قبر کے پاس آئی اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے خدائے قہار تو خوب جانتا ہے کہ میرا باپ
ایک مظلوم کی صورت میں دنیا کو چھوڑ گیا اور صرف تیرے مظلوموں کی مدد کرتا تھا۔ یہ میرا باپ تیرے نبی
کے اہلبیت کی مدد میں قتل کیا گیا ہے وہ حضرت علیؓ کی امداد میں مارا گیا ہے۔ سلمیٰ نے یہ الفاظ تمام
ہی کئے تھے کہ قبر کے نیچے سے ایک آواز آئی اور کسی نے کہا "وبشر الذین ظلموا بعذاب الیم"
(ظالموں کو دردناک عذاب کی خبر دو)

یہ آیت کریمہ سنتے ہی تینوں آدمیوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور حیرت طاری ہوا۔ تھوڑی
دیر تک وہ بالکل خاموش کھڑے رہے اس سے ہر ایک نے اندازہ کیا کہ اس آواز کو صرف اُسی نے
نہیں سنا ہے بلکہ ہر شخص نے سنا ہے کیونکہ خوف و حیرت کے آثار ہر شخص کے چہرے سے نمایاں تھے
(انہوں) نے خیال کیا کہ یہ الفاظ حجر کی روح نے کہے ہیں یا کوئی اور روح عالم علوی سے اُن کو مخاطب

کررہی ہے اس وقت سلمٰی بدستور قبر کی مٹی جھوڑ رہی تھی اور عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں خنجر چمک رہا تھا۔
آخر کار عامر نے گفتگو کی ابتدا کی اور فاتحۃ الکتاب کی تلاوت کی جسکے ساتھ عبدالرحمٰن نے کہا۔
"بچا! تم نے دیکھا، خدا ہمارے ساتھ ہے اور یہ صدائے ہاتفی اسکی شاہد ہے اب بھی اس مہم کی کامیابی میں کوئی شبہ کیا جا سکتا ہے جس کے لئے میں کمربستہ ہوا ہوں۔"
اسوقت سلمٰی بالکل خاموش تھی اور اپنے دل سے کہہ رہی تھی کہ عبدالرحمٰن کا اس کام کیلئے عازم ہونا گویا خدا کیطرف سے ایک الہام ہے۔ لیکن چونکہ وہ عبدالرحمٰن کی زندگی کے متعلق اس کام میں خطرات محسوس کرتی تھی اس لئے وہ اس کو ابھارنا نہیں چاہتی تھی۔
عامر کھڑا ہوا اپنے کپڑوں سے مٹی جھاڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا "عبدالرحمٰن اٹھو، اور خدا پر بھروسہ کرو۔ میں نے خدائے تعالیٰ کا یہ کلام سنا وبشر الذین ظلموا العذاب الیم۔"
اس کے بعد سلمٰی نے بھی اپنے ہاتھوں کی مٹی جھاڑی اور تینوں دیر کیطرف روانہ ہوئے اب چاندنی پہلے سے زیادہ صاف تھی اور چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی لیکن بالکل خاموشی کا عالم تھا اور یہ لوگ صدائے ہاتف اور عامر کی داستان سے نہایت متاثر تھے اور صرف اسوقت ان کو خبر ہوتی تھی جب ان کے پاؤں کسی نشیب و فراز میں آپڑتے تھے جب وہ دیر کے قریب پہونچے تو عامر کو دروازہ کے کھلنے نہ کھلنے کے متعلق تردد پیدا ہوا اور خیال پیدا ہوا کہ شاید ان کی دیر تک غیر حاضر رہنے پر لوگوں کو شبہ کا موقع ملے۔

(۱۴)
"شیخ عبادت گذار کی کرامت"

یہ لوگ راہ بدل کر دیر کے غربی دروازہ پہنچے لیکن انہوں نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور لوگ سو رہے ہیں۔ اس طرف سے مایوس ہوکر وہ باغ کیجانب گئے یہاں انہوں نے سن رسیدہ عابد کو دیکھا کہ وہ ایک طرف سے آرہا ہے، چنانچہ سلمٰی بے اختیار بول اٹھی کہ یہ تو وہ سن رسیدہ عابد معلوم ہوتا ہے دیکھو نا اس کا سر بالکل برف کا ایک ٹکڑا نظر آتا ہے۔"
اس سے پہلے ان لوگوں نے عابد کو کبھی چلتے پھرتے نہیں دیکھا تھا اس لئے سب کو بہت تعجب ہوا، اور عبدالرحمٰن نے کہا "مجھے تو اس سن رسیدہ عابد کے چلنے پھرنے پر کچھ۔۔ تعجب ہوتا ہے، کیونکہ میں اب تک یہ سمجھ رہا تھا کہ اسکی کمر جھکی ہوئی ہے مگر دیکھو یہ تو بالکل سیدھا ہے تو عامر نے کہا "اس کے چلنے پھرنے کا سبب اس کے سوا اور تو شاید کچھ نہ ہو کہ وہ اس وقت

پھل توڑنے کے لئے آگیا ہو۔ کیونکہ وہ پھلوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں کھاتا۔ پھر بھی اس وقت نیت کر اس کے نکلنے پر تعجب ہے خدا نہ کرے کہ اس نے ہم کو قبر پر دیکھ لیا ہو یا ہماری باتیں سن لی ہوں"۔
سلمیٰ نے کہا "نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اگر وہ ہماری طرف سے گذرتا تو ہم اس کو ضرور دیکھ سکتے کم از کم اس کے پیروں کی چاپ سنتے۔ لیکن وہاں بالکل خاموشی تھی اور چاروں طرف چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یقیناً یہی بات ہے کہ وہ ادھر ادھر پھلوں کی جستجو میں پھرتا ہوگا جیسا کہ رئیس دیر نے اس کے عجیب و غریب عادات و طریق معاشرت کے متعلق بیان کیا تھا۔"
یہ لوگ اس گفتگو میں تھے کہ عابد باغ کے دروازہ پر پہونچ گیا اور ایک آڑ سے جو اس کے پاس موجود تھا اس نے پھاٹک کھولا اور اس کے پاس ان لوگوں کی آمد کا منتظر رہا۔ ان لوگوں کو عابد کی اس نوازش سے سخت تعجب ہوا لیکن یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ بادی النظر میں وہ یہی سمجھے کہ یہ اس کے حسن اخلاق کا ایک کرشمہ تھا جب یہ لوگ دروازہ میں داخل ہو گئے تو عابد کو سلام کیا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور تیزی سے دیر کے اندرونی دروازہ پر پہونچ کر دستک دی۔ چنانچہ ایک راہب نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور عابد اندر داخل ہوتے ہی ایک طرف غائب ہو گیا گویا ایک سایہ تھا کہ وہ آن واحد میں نظر سے چھپ گیا دروازہ کھلنے پر یہ لوگ بھی اندر پہنچے اور اپنے حجرے کو تلاش کر کے تکان اور بیداری دور کرنے کے لئے آرام کی تیاریاں کرنے لگے۔

(۱۵)
دیر میں یزید کی آمد

باوجود تکان کے صبح تک کسی کی آنکھ نہ لگی صبح کے بعد تھوڑی دیر تک سوئے تھے کہ ایسی کی غیر معمولی آوازوں نے جو صحن میں بلند ہو رہی تھیں اُن کو چونکا دیا عامر اُٹھ کر حجرہ کے باہر نکلا تاکہ اس شور و غل کی وجہ دریافت کرے اور جب حجرہ میں واپس آیا تو اس کے چہرہ سے خوف و حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ سلمیٰ نے گفتگو میں سبقت کر کے پوچھا "کیوں کیا بات ہے۔"
عامر (آہستہ سے) "اہل دیر یزید کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"
عبدالرحمٰن (متحیرانہ) "یزید کے استقبال کی؟ آخر وہ کیوں آ رہا ہے۔"
عامر: "آج صبح وہ شکار کے ارادہ سے نکلا ہے اور اسکی عادت ہے کہ جب ادھر سے گذرتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے دیر میں ضرور آتا ہے اور پھر اپنی راہ لیتا ہے۔"

عبدالرحمن کا دل اس وقت زور زور سے دھڑک رہا تھا اور اس کے چہرے سے حیرت اور وحشت ٹپک رہی تھی لیکن سلمیٰ پر اس خبر نے عبدالرحمن سے بھی کہیں زیادہ اثر کیا تھا اور مستقبل کی خوفناک تصویر اس کے سامنے آگئی تھی۔ چند لمحہ کے توقف کے بعد عبدالرحمن نے کہا۔

عبدالرحمن "چچا! تم کو وثوق کیا ہے کہ معلوم ہے کہ آج یزید دیر میں ضرور آئیگا؟"

عامر "اس کا آنا ضروری تو نہیں جب وہ شکار کو اس طرف سے نکلتا ہے تو اس دیر میں ضرور آتا ہے اس لئے بالکل ممکن ہے کہ وہ آئے اور تھوڑی دیر ٹھہرے رئیس دیر سے وہ اچھی طرح واقف ہے اور اس کا بہت احترام کرتا ہے رئیس کا قاعدہ ہے کہ جب ایسا ہوتا ہے تو وہ یزید کے لئے خوراک اور شراب مہیا کر کے ایک نفیس دعوت کا انتظام کرتا ہے"۔

سلمیٰ "کیا اچھا ہو کہ وہ یہیں ٹھہرے کیونکہ میں نے اب تک اُسے نہیں دیکھا ہے"۔

عبدالرحمن "لیکن یہ دشوار ہے۔ ہاں اگر تم کسی بلند جگہ پر ہو تو ہو سکتا ہے"۔

عامر "میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے لہذا مناسب ہے کہ ہم بالاخانہ پر اپنے ٹھہرنے کے لئے کوئی جگہ تجویز کریں۔ لیکن یہ ایک ایسی جگہ ہو جہاں سے ہم بآسانی اُسے دیکھ سکیں یزید کا قاعدہ ہے کہ جب وہ شکار کے لئے نکلتا ہے تو اُس کے ساتھ بڑا گروہ ہوتا ہے بہت باز یا زعقاب پرندے بندروں اور کتوں کے محافظ خاصہ بردار اور دیگر خدمتگار و مصاحب اپنے ساتھ لیکر چلتا ہے"۔

عبدالرحمن "تو کیا وہ عرصہ تک شکار میں مصروف رہتا ہے"۔

عامر "ہاں ایک مہینہ۔ بندرہ دن اور کم از کم ایک ہفتہ تو ضرور ہی شکار میں بسر کرتا ہے اور اس اثنا میں تمام ضروریات زندگی اس کے ساتھ ہوتی ہیں"۔

عبدالرحمن "اچھا تو اب کہاں جا کر چھپیں؟"

عامر "یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دو"۔

اس کے بعد عامر رئیس دیر کے پاس پہنچا جو دیر کی آرائش فرش اور دیگر اشیاء کی درستی اور شراب و خوراک کی فراہمی کے انتظام میں مصروف تھا۔

(۱۶)
"بالاخانے کا نظارہ"

عامر "(راہبان بنکر) اس اہتمام کا کیا سبب ہے"۔

رئیس "آج خلیفہ شکار کو جاتے ہوئے ادھر سے گذرنے والے ہیں اور انکی عادت ہے

کہ جب ادہر سے گذرتے ہیں تو اس دیر کو بھی منزل فرماتے ہیں۔"

عامر:۔ (اظہار مسرت کرکے) اور میں نے سنا ہے کہ خلیفہ آپکی قدامت کے باعث آپکی بہت عزت کرتے ہیں اور بہت محبت فرماتے ہیں۔"

رئیس:۔ ہاں خلیفہ کی مجھ پر بہت مہربانی ہو اور اس سے بیشتر اُن کے والد ماجد بھی مجھ پر بہت مہربان تھے اور جب کبھی رونق افروز ہوتے تھے تو گھنٹوں مجھ سے باتیں کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں موجودہ خلیفہ بالکل بچہ تھے اور اکثر غوطہ میں آنکلتے تھے اُن کیساتھ اُن کا معلم دغفل بھی ہوتا تھا جو اُن کو نجوم اور انساب کی تعلیم دیتا تھا۔ میں ممدوح کی خدمتگزاری کرتا تھا چنانچہ امیرالمومنین کو ابتک وہ باتیں یاد ہیں اور مجھ پر خاص نوازش فرماتے ہیں۔"

عامر:۔ الخلیفہ کا اس طرح حشم وخدم کیساتھ تشریف لانا ایک ایسا منظر ہے جسکو دیکھکر دل کو راحت حاصل ہوتی ہو میری لڑکی اس بات کی مجھ سے زیادہ شائق ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اُسے یہ نظارہ کیونکر دکھا سکوں گا کیونکہ ہمارے ہاں پردہ کی رسم ہے۔"

رئیس:۔ اوہو، یہ تو کوئی مشکل بات نہیں۔ میں اتنی دیر کے لئے تمہیں یہ اپنا بالائی کمرہ دیدونگا اُس میں ٹہر کر خلیفہ کو دیکھ لینا۔

عامر نے رئیس کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور عبدالرحمن وسلمیٰ کو لینے کے لئے اپنے حجرہ کیطرف روانہ ہوا۔

عامر کے جا چکنے کے بعد رئیس کو سپید داغ والے مہمان کے الفاظ یاد آگئے کہ یہ لوگ خطرناک ہیں اور ان کو دربار خلافت کے بعض اسرار سے تعلق ہے لیکن اب وہ جو کچھ کہہ چکا تھا اس کے خلاف نہیں کرسکتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عامر عبدالرحمن اور سلمیٰ کو لئے ہوئے رئیس کے بالاخانہ پر آبیٹھا اس کمرہ میں دو کھڑکیاں تھیں ایک دیر کے صحن کے رخ پر تھی اور دوسری باغ کیطرف لگی ہوئی تھی چنانچہ ان کھڑکیوں کے ذریعہ سے یہ لوگ بآسانی یزید کو مع اس کے خیل وحشم کے دیکھ سکتے تھے

(۱۷)

یزید اور ابن زیاد

یہ تینوں آدمی کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے کہ یکایک گنجان درختوں میں سے ان کو سواروں کی ایک قطار بڑھتی ہوئی نظر آئی جن کے آگے آگے ایک سوار فاخرہ

لباس پہنے ہوئے آرہا تھا سُرخ عمامہ اُس کے سر پر تھا اور ایک ارغوانی جبہ زیب تن تھا جس کے کناروں پر زر کار بیل لگی ہوئی تھی اور ایک مرصع تلوار جس کا قبضہ آفتاب کی شعاعوں میں جگمگا رہا تھا کمر سے آویزاں تھی اس کے پیچھے سواروں کی کئی دہائیاں تھیں۔

چنانچہ عامر نے سمجھ لیا کہ پہلا سوار یزید بن معاویہ ہے لیکن بعد مسافت کی وجہ سے اُس کو اور اس کے ہمراہی کو اچھی طرح نہ پہچان سکا لیکن سلمیٰ نے یہ منظر دیکھ کر سوالات شروع کر دیئے۔

"یہ سوار کون ہے؟ شاید یہی خلیفہ (بزعم خود) ہے؟"

عامر "ہاں لباس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے"۔

سلمیٰ "اور یہ اس کے پہلو میں کون ہے شاید کوئی مقرب خاص ہے"

عامر "ہاں میرا خیال بھی یہی ہے اب ذرا ان کو قریب ہونے دو پھر میں ایک ایک کو پہچان کر تمہیں بتاؤں گا"

رفتہ رفتہ یہ لوگ قریب ہوتے گئے اور باغ کی دیوار سے قریب پہنچے اس موقع پر رئیس وہ اپنے راہبوں کو لیکر ان لوگوں کے استقبال کے لئے روانہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ باغ کی دیوار کے پاس پہنچ کر سوار گھوڑوں پر سے اترے اور سب سے پہلے خلیفہ باغ میں داخل ہوا اُس کا مصاحب خاص ساتھ ساتھ تھا اور باقی کل ہمراہی پیچھے تھے یہ لوگ چلے آرہے تھے اور عبدالرحمن و سلمیٰ کی نگاہیں عامر کے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں یکایک عامر کا رنگ رخ متغیر ہو گیا اور سب نے سلمیٰ کی طرف نگاہ اٹھائی۔

سلمیٰ "چچا کیوں خیر تو ہے"

عامر "ہاں خدا کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہوں تم جانتی ہو یہ دونوں کون ہیں"

سلمیٰ "کون ہیں؟"

عامر "یہ شخص جو ارغوانی جبہ پہنے ہوئے اور چیچک رو ہے یزید بن معاویہ ہے جسے اُس کے پیرو امیرالمومنین اور خلیفہ رب العالمین کہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ ایک حسین نوجوان ہے اور چیچک کے داغوں نے اُس کے حسن میں کوئی کمی نہیں کی ہے مگر افسوس کہ خلافت کو حسن کی ضرورت نہیں اس کا یہ رفیق جو اکڑ کر چل رہا ہے اور اُس کے مشک کی خوشبو آرہی ہے عبداللہ بن زیاد ہے"۔

سلمیٰ (کانپ کر) "تو یہی جس کا باپ میرے باپ کے قتل کا باعث ہوا"

عامر "ہاں ہاں وہی"

عبدالرحمٰن دیکھو کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ دونوں قاتل ایک ساتھ جمع ہوئے ہیں، لیکن انشاءاللہ دونوں قتل کیے جائیں گے۔"

عامر نے ان الفاظ پر عبدالرحمٰن کو گھور کر دیکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ ایسی باتیں زبان پر نہ لاؤ کیونکہ ہم لوگ دشمن کی سرزمین میں ہیں اور ممکن ہے کہ ہم پر جاسوس متعین ہوں۔"

یزید کو آئے ہوئے ذرا دیر گذری تھی کہ اس کے دیگر ہمراہی جن میں سوار بھی تھے اور پیادہ بھی تھے باغ میں داخل ہوئے ان میں ہر طرح کے لوگ تھے اور مختلف الانواع وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کے علاوہ جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے ان میں اسلحہ بردار بھی تھے۔ یہ لوگ باغ کے مختلف حصوں میں منتشر ہو گئے کیونکہ دیر کے صحن میں اتنے آدمیوں کی گنجائش نہ تھی، دیر میں صرف یزید ابن زیاد اور دیگر مقرب مصاحب داخل ہوئے۔

(۱۸)

شکار کا ساز و سامان

اس موقع پر سلمیٰ ان شکاریوں کے متعلق سوال کرنے سے باز نہ رہ سکی چنانچہ عامر نے بیان کیا کہ سلمیٰ، سنو، خلیفہ شکار کو نکلا ہے۔ ایسے مواقع پر وہ عموماً کئی ہفتے کے لئے دارالخلافہ سے باہر رہتا ہے سیر و شکار سے اس کو بہت دلچسپی ہے حتیٰ کہ معاملات خلافت کی بھی چنداں پروا نہیں کرتا۔ وہ صرف چڑیوں اور ہرنوں، خرگوشوں صحرائی گدھوں کا شکار کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس قدر لوگ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ تم کو کتے جو اس قدر تعداد میں نظر آتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ یزید کو کتوں سے بہت انس ہے اور ان کی پرورش میں بہت اہتمام کرتا ہے۔ ان کو عمدہ جھولیں اور زیورات پہناتا ہے یہ سب شکاری کتے ہیں اور جنگل میں ہرنوں اور خرگوشوں کے شکار میں بہت مدد دیتے ہیں بعض لوگوں کے ہاتھوں میں تم کو چڑیاں نظر آ رہی ہیں ان میں سے بعض شکرے ہیں کچھ باز ہیں۔ یہ شکاری چڑیاں ہیں اور چھوٹی چڑیوں کا شکار کرلاتی ہیں۔"

عامر یہ گفتگو کر رہا تھا کہ عبدالرحمٰن نے اس کی بات کاٹ کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ باز ہرن کا بھی شکار کرتے ہیں۔ عامر نے اس کے جواب میں کہا کہ صرف ایک باز تنہا ہرن کا شکار نہیں کر سکتا لیکن ایسا ہوتا ہے کہ کئی باز ہرن پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور وہ اسے تنگ کر کے تیز بھاگنے سے باز رکھتے ہیں اور پھر کوئی کتا اس کو شکار کر لیتا ہے غوطہ کے جوار میں جوذر نامی ایک گاؤں ہے جہاں صحرائی گدھے بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

سلمٰی بڑی گہری دلچسپی کیساتھ عامر کی گفتگو سُن رہی تھی وہ معمولی طور پر شکار سے واقف تھی لیکن اس قدر تفصیلی حالات اس کو معلوم نہ تھے اُس نے یزید کے خدم حشم پر بھی ایک نظر ڈالی اور عامر سے کہا۔

سلمٰی: "یہ کیا بات ہے کہ چند نوجوانوں کے پاس بندر ہیں اور بعض بندروں کو ریشمی جھولیں پہنائی گئی ہیں کیا خوب ایک بندر کو تو ٹوپی بھی پہنائی ہے اور اُسے ایک صحرائی کتیا پر سوار کیا ہے جس کا زین بھی ریشمی ہے ایک خادم اُس کی باگ تھامے ہے اور بندر کو اپنے ہاتھ سے میوہ کھلا رہا ہے اچھا تو یہ کیسا بندر ہے؟"

عامر: (ہنسکر) اس کا نام ابوقیس رکھا گیا ہے اور یزید نے بڑے شوق سے اسے پرورش کیا ہے جب یزید اپنے مصاحبوں کیساتھ شراب پینے کے لئے بیٹھتا ہے تو اسے بھی اپنی صحبت میں شریک کرتا ہے یہ مردود اکثر اسی طرح مادہ سگ پر سوار ہوتا ہے۔

(۱۹)
شاندار ضیافت

یہ حالات سُن کر سلمٰی کا دل لرز گیا اور وہ بیاختہ بول اُٹھی کہ اللہ اللہ خلافت اب اس حالت کو پہنچ گئی؟ ایک یہ زمانہ ہے اور ایک خلفائے راشدین کا زمانہ تھا۔ افسوس پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے اور بازاروں میں ادنیٰ رعایا کیطرح پھرتے تھے افسوس اے عمرؓ اے ابن خطاب افسوس اے علی ابن ابیطالب اے ابوبکر صدیق وہ زہد و تقویٰ کیا ہوا وہ عدل و انصاف وہ علم و فضل کدھر گیا افسوس و صد افسوس اسلام پر اور مسلمانوں پر! . . ."

عبدالرحمٰن: (بات کاٹکر) "سلمٰی اس قدر نوحہ وزاری کی ضرورت نہیں نجات کا قرب ہے اور اُمید ہے کہ یہ باتیں دیکھکر اور سنکر تم میرے ارادہ میں خلل انداز نہ ہوگی اور پھر دیکھنے والے دیکھ لیں گے کہ کل کیا ہوتا ہے۔"

عبدالرحمٰن کے الفاظ سُن کر سلمٰی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور خطرات کی تصویر اُس کے سامنے آگئی مگر یکایک کتوں کے بھونکنے کی غیر معمولی آواز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور انہوں نے پہچانا کہ شیبوب زور شور سے بھونک رہا ہے۔"

تینوں آدمی کھڑکی کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ سایہ دار درخت کے نیچے تخت بچھائے گئے ہیں اور ان پر پُر تکلف فرش کیا گیا ہے۔ یزید صدر مقام پر بیٹھا ہے اور اس کے سامنے

نفیس میوہ جات ہر جلوں کے خوان سے کہے ہوئے ہیں۔ راہب ہاتھوں میں فہرست اور مختلف قسم کی شرابوں کے کنٹو دستے لیے ہوئے کھڑے ہیں۔ رئیس دیر کے ہاتھ میں بھی ایک چاندی کی پیالی ہے جسمیں انگوری شراب بھری ہوئی ہے اور وہ اسے یزید کیطرف بڑھا رہا ہے لیکن کتے اس قدر شور کر رہے تھے کہ صحبت میں بے لطفی پیدا ہو چلی تھی۔

بات یہ تھی کہ سن رسیدہ عابد کو جب یہ معلوم ہوا کہ یزید آ رہا ہے تو وہ باغ کے ایک گوشہ میں خاموشی کیساتھ چلا گیا اور اس کا کتا (شیبوب) یہیں رہ گیا جب یزید دیر میں داخل ہوا اور اس کے ساتھ کتے بھی آئے تو شیبوب ان کی بو پاکر زور زور سے بھونکنے لگا ادھر یزید کے کتے بھی اس کے جواب میں بھونکے اور اس طرح بڑا ہنگامہ برپا ہو گیا۔

جب کو اطرح کتوں کا بھونکنا موقوف نہوا تو رئیس نے ایک راہب کو اشارہ کیا کہ شیبوب کو یہاں سے بھگا دو چنانچہ اس کے دھمکانے پر شیبوب سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور بالاخانہ پر پہونچکر جب اس نے سلمیٰ کو دیکھا تو مانوس ہو جانیکی وجہ سے دم ہلانے لگا سلمیٰ نے اسے میوہ کھانے کے لئے دیا کیونکہ اپنے مالک کیطرح یہ کتا بھی میوہ بڑی رغبت سے کھاتا تھا۔

(۲۰)
"آتش حسن کے شرارے"

اس کے بعد سلمیٰ کھڑکی کے پاس جاکر کھڑی ہوئی اور ضیافت کا تماشا دیکھنے لگی مگر یکایک یزید کے کتے پھر بھونکنے لگے اور شیبوب نے بالاخانہ سے ان کو جواب دیا جس پر بعض لوگوں کی نگاہیں قدرتاً بالاخانے کیطرف اٹھ گئیں ان میں عبد اللہ بن زیاد بھی تھا ابن زیاد کی نگاہ سلمیٰ کے چہرہ پر جا پڑی اور حسن و جمال کا یہ عالم دیکھکر حیران رہ گیا۔

سلمیٰ کو بھی لوگوں کا ملتفت ہونا اور ابن زیاد کا دیکھ لینا معلوم ہو گیا وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گئی اور فوراً کھڑکی سے ہٹ گئی۔

عبد الرحمن نے سلمیٰ کا رنگ رخ متغیر دیکھکر پوچھا "کیوں خیر تو ہے؟" اس کے جواب میں سلمیٰ نے کل واقعہ بیان کیا۔

عبد الرحمن:- "اچھا تو پھر تمھیں خوف کس بات کا ہے"

عامر:- (سلمیٰ کا جواب دینے سے پہلے) کیا خوب خوف کس بات کا ہے اس پر حیا غالب آگئی ہے۔

عبید اللہ ابن زیاد کی کیفیت سنیئے کہ وہ سلمیٰ کو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا لیکن خلیفہ کی موجودگی

کیونکہ وہ دریافت حال کی جرأت نہیں کر سکتا تھا لہٰذا اُس نے اپنے دل میں کہا کہ میں کسی نئی بہانہ کر کے شکار سے واپس آجاؤں گا اور تنہا بالاخانہ پر چڑھ کر اس محبوبہ طنانہ کے حالات دریافت کروں گا تاہم وہ رئیس ورے سے اتنا پوچھے بغیر نہ رہ سکا کہ اُس بالاخانہ میں کون ٹھہرا ہے" اس سوال کا رئیس کے دل پر بہت بُرا اثر پڑا کیونکہ اُس کو مہمان عرب کا یہ کہنا فوراً یاد آگیا کہ یہ لوگ خطرناک ہیں اور ان کو براہِ راست طور پر خلیفہ کی ذات سے تعلق ہے چنانچہ ابن زیاد کے سوال سے اُس کا دل دھڑکنے لگا لیکن اُس نے آپ کو قابو میں رکھکر جواب دیا۔

رئیس :- جناب عالی ایک شخص اپنی بیٹی اور بیٹے کیساتھ اس مکان میں ٹھہرا ہوا ہے یہ لوگ غالباً عراق کے رہنے والے ہیں اور اتفاقی طور پر اس دیر میں آنکلے ہیں ہم نے ان کو ٹھہرالیا ہے کیونکہ خلیفہ عمر بن الخطاب کے زمانہ سے ہم پر یہ فرض ہے کہ مسلمان مسافروں کو ٹھہرائیں اور انکی ضیافت کریں۔"

عبید اللہ :- تم نے بہت اچھا کیا" (ابن زیاد معلوم کر کے مطمئن ہو گیا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں لیکن ابھی اسکو حسانیہ کے دوشیزہ ہونے میں کسی قدر شبہ تھا لہٰذا اُس نے مغالطہ دیکر رئیس سے پوچھا۔ آپ نے کیا کہا ایک مرد اسکی عورت اور بیٹی ہے۔"

رئیس :- ہرگز نہیں جناب عالی ایک مرد اسکی بیٹی اور بیٹا۔ لڑکی ابھی دوشیزہ ہے اسکی شادی نہیں ہوئی ہے

عبید اللہ کو یہ معلوم کر کے اور زیادہ مسرت حاصل ہوئی لیکن اُسے یہ اندیشہ تھا کہ جب تک وہ بہانہ کر کے شکار سے واپس آئے اُس وقت تک شاید یہ لوگ چلدیں لہٰذا اُس نے رئیس دیر سے پھر پوچھا۔

ابن زیاد :- کیا تمہارے خیال میں یہ لوگ کچھ دنوں رہیں گے۔"

رئیس :- یقینی طور پر نہیں کہہ سکتا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ عنقریب دمشق روانہ ہوجائینگے کیونکہ وہ تجارت کی غرض سے یہاں آئے ہیں۔"

ابن زیاد :- میں چاہتا ہوں کہ جب تک میں واپس نہ آؤں تم ان کو نہ جانے دو۔"

رئیس :- بہت بہتر ہے۔"

اس گفتگو کے بعد ابن زیاد یزید کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور چند لمحوں میں یزید مع اپنے خدم و حشم کے شکار کے لئے روانہ ہوا۔ لیکن ابن زیاد کا دل نہایت بےچین تھا اور وہ جہاں تک ممکن ہو جلد اپنی واپسی کے لئے تدابیر سوچ رہا تھا۔

(۳۱)
جوشِ محبت اور جوشِ انتقام

المختصر مہمانوں کے رخصت ہونیکے بعد عامر، سلمیٰ اور عبدالرحمن بالاخانہ سے اُتر کر اپنے حجرہ میں آئے لیکن عبدالرحمن بالکل خاموش تھا عامر اور سلمیٰ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس وقت عبدالرحمن کے دل میں کن خیالات کا ہجوم ہے اور کس طرح اس کے سینہ میں انتقام کی آگ مشتعل ہے عامر و سلمیٰ تو حجرہ میں پہنچکر بیٹھ گئے لیکن عبدالرحمن کھڑا رہا۔ دلی اضطراب اس کے چہرہ سے نمایاں تھا

سلمیٰ (عبدالرحمن کے دلی جذبات سے انجان بنکر) "عبدالرحمن آؤ یہاں بیٹھو"۔

عبدالرحمن "کیا خوب تم مجھ سے بیٹھنے کے لئے کہہ رہی ہو حالانکہ وہ لمحہ آپہونچا ہے جس کا ہم برسوں سے انتظار کر رہے تھے"

سلمیٰ (پھر انجان بنکر) کون سا لمحہ عبدالرحمن۔

عبدالرحمن "تم عارفانہ تجاہل کر رہی ہو اب تجاہل بیکار ہے کیونکہ انتقام کا وقت آچکا اور جو ہونا تھا وہ ہو چکا"

یہ سنکر سلمیٰ کا کلیجہ اچھلنے لگا کیونکہ یزید کے ہاتھی کو وہ دیکھ چکی تھی اور جانتی تھی کہ اگر عبدالرحمن نے اپنی قرارداد کے مطابق جرأت کی تو کس طرح اُس کے دشمنوں کی جان خطرہ میں پڑ جائیگی آخر اُس نے ان دلی کیفیات سے بے قابو ہوکر کہا۔

سلمیٰ "انتقام کا ذکر چھوڑو کیونکہ ابھی انتقام کا وقت نہیں آیا ہے"

عبدالرحمن "کیا خوب انتقام کا وقت نہیں آیا حالانکہ یزید اپنے حشم و خدم کے ساتھ شکار کے لئے نکل چکا ہے اور تم دیکھ چکی ہو"

سلمیٰ "جبھی تو میں تم کو روکتی ہوں خدا کے لئے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یہ بڑا دشوار راستہ ہے جس پر تم چلنا چاہتے ہو"

عبدالرحمن "بس میں تو اب ارادہ کر چکا اور خدا میرا مددگار ہے"

عبدالرحمن یہ کہکر اپنے کپڑوں اور خنجر کو درست کرنے لگا سلمیٰ نے اس کا دامن پکڑ لیا اس کے رخساروں پر محبت اور حیا کی وجہ سے سرخی دوڑ گئی تھی اور اسکا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا

سلمیٰ "خدا کے لئے ٹھہرو نہ جاؤ مجھے بہت خوف ہے افسوس تم تنہا ہو اور اُدھر ایک بڑی جماعت ہے"

عبدالرحمن: "مجھے چھوڑ دو مجھے ان کی کثرت کی پروا نہیں ہے میں نے انتقام کا ارادہ کر لیا ہے اور اب مجھے اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش نہ کرو۔"

سلمیٰ (آنکھوں سے آنسو رواں ہیں) نہیں ابھی انتقام کا وقت نہیں آیا۔ اس وقت نہ جاؤ۔"

عبدالرحمن: "اس سے بہتر موت ہے امنا و شوا ہے۔ سلمیٰ مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس شخص کو قتل کر ڈالوں۔ اسکی خلافت سے لوگوں کو مخلصی دوں اور حجر بن عدی کا انتقام لے کر اپنا دل ٹھنڈا کروں۔"

سلمیٰ: "اچھا اگر تم کسی طرح نہیں مان سکتے تو مجھے بھی اپنے ساتھ جانے دو اب یا ہم دونوں قتل ہو جائیں گے یا دونوں بچ جائیں گے۔"

عبدالرحمن: "کیا خوب! اس سے بڑھکر میری ذلت کیا ہو سکتی ہے اچھا سلمیٰ بس مجھے چھوڑ دو۔"

عبدالرحمن نے ارادہ کیا کہ اپنا دامن بجبر چھڑائے کیونکہ وہ خفا ہو چلا تھا لیکن یکایک اسکی نگاہ سلمیٰ کے چہرہ پر جا پڑی آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی عبدالرحمن کا غصہ محبت کے عمیق جذبہ سے بدل گیا اور اس نے دلگیر آواز میں کہا۔

عبدالرحمن: "ارے سلمیٰ! یہ کیا؟ تم تو میرے ارادہ کو کمزور کئے دیتی ہو اور مجھکو بزدل بنائے دیتی ہو آخر اس کا سبب کیا ہے؟ تم کو تو مجھ سے بڑھکر انتقام کی خواہش تھی؟ اور ہونی بھی چاہیے تھی۔"

سلمیٰ (گریہ زدہ آواز میں) تم نہیں جانتے اس کا کیا سبب ہے؟ یہ صرف محبت ہے۔ عبدالرحمن محبت نے سو خطرے میرے سامنے پیش کر دیئے ہیں (سر جھکا کر) آہ محبت کیسی شیریں اور خوشگوار چیز ہے۔"

عبدالرحمن: "سچ کہتی ہو میری پیاری محبت شیریں ہے بہت شیریں ہے لیکن سلمیٰ انتقام اس سے زیادہ شیریں ہے۔ انتقام سے بڑھکر دنیا میں کوئی چیز شیریں اور خوشگوار نہیں ہے اچھا اب مجھے چھوڑ دو تاکہ میں اس شخص کو قتل کروں جس نے اپنے آپکو خلیفہ مشتہر کر رکھا ہے میں اسے اس خنجر سے قتل کر ڈالوں اور اس طرح اپنی اور تمہاری طرف سے انتقام کا صلہ نکالوں اور مسلمانوں کو اسکی خلافت سے نجات دوں۔ یا خدا کی راہ میں مر جاؤں۔"

سلمیٰ: "نجات کا شکر، خدا کیلئے عبدالرحمن موت کا نام نہ لو، اس سے میرے دل کو بہت دکھ پہنچتا ہے خدا تم کو ہر مصیبت سے اپنی امان میں رکھے۔"

عبدالرحمن: "افسوس اس تذکرہ سے تمہارا دل دکھتا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے وہ لوگ موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں، جو خدا کے نزدیک مجھ سے کہیں بہتر تھے امام علی نے وفات پائی تمہارے والد حجر بن عدی نے

وفات پائی اُن کے سوا ہزاروں خدا کی راہ میں دنیا سے اُٹھ گئے ہیں اُن لوگوں سے بہتر نہیں ہوں
بس اب انتقام کا وقت آ گیا ہے۔"

سلمیٰ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن عامر جو دیر سے یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ کیا کرے اٹھ کھڑا ہوا اور عبدالرحمٰن سے کہنے لگا۔

عامر: "اچھا عبدالرحمٰن اگر تم جانا چاہتے ہو تو ٹھہرو، مجھے اپنے ساتھ چلنے دو میں تم کو اس دشوار گذار راہ میں اکیلا نہیں جانے دوں گا۔ مجھے اپنے ساتھ چلنے دو کیا عجب ہے کہ میری موجودگی سے تم کو کچھ مدد ملے ورنہ جو حال تمہارا ہوگا وہی میرا۔"

عبدالرحمٰن: "معلوم ہوتا ہے کہ چچا تم بھی میرے ارادہ میں حائل ہونا چاہتے ہو کیا ہم سب نے ہاتف کا کلام حجر کی قبر پہ نہیں سنا تھا کہ "بشر الذین ظلموا بعذاب الیم" کیا اس کے بعد بھی مجال گفتگو باقی رہ جاتی ہے اچھا اب تم مجھے جانے دو اس ہاتف کے ارشاد کی تعمیل کے لئے نہیں تو حجر مقتول کے انتقام کے لئے اُن کا انتقام نہیں تو حضرت علیؓ کا انتقام سہی اور اگر کچھ بھی نہیں تو اسلام و مسلمین کو ایک ایسے بادشاہ کی خلافت سے نجات دینے کے لئے سہی جو مے نوشی نسوان پرستی اور دیگر ملاہی وملاعب میں مبتلا ہے۔

اب عامر سخت مصیبت میں تھا اگر نہیں منع کرتا تو سلمیٰ کی آہ وزاری اُس سے نہیں دیکھی جاتی اور اگر منع کرتا ہے تو عبدالرحمٰن خفا ہوتا ہے آخر اُس نے کہا۔

عامر: "عبدالرحمٰن تم جس مقصد کے لئے جانا چاہتے ہو اُس کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔

(۲۲)
"عشق دامنگیر ہے"

اس ردو قدح سے عبدالرحمٰن کو سخت ہوا اور اُس نے رنجیدگی کے عالم میں کہا۔

عبدالرحمٰن: "تم لوگ میری راہ میں مخل ہو رہے ہو اور مجھے اس سے بہتر موقع ملتا ہوا نظر نہیں آتا (سلمیٰ سے) دیکھو سلمیٰ پیاری خوب یاد رکھو اس شخص کے قتل میں جسقدر تاخیر ہوگی کیونکہ ہمارا عقد اس کے قتل پر منحصر ہے افسوس تم اس زمانہ کو دور کر رہی ہو اور میں اسے قریب لانے کی کوشش میں ہوں اور میں اس کوشش کے لئے اپنی جان قربان کر دینا چاہتا ہوں۔

افسوس سلمیٰ، میں اُن خطرات سے اچھی طرح واقف ہوں جن سے تم مجھ کو ڈراتی ہو۔ مگر افسوس کہ ان خطرات پر بھی میں اپنے ارادہ کو نہیں بدل سکتا بس اب مجھے جانے دو اور میرے لیے دعا کرو، تمہاری دعا قبول ہوگی کیونکہ تم ایک فرشتہ ہو انسان کی صورت میں ؟"

اس کے بعد عبدالرحمٰن میں گویائی کی طاقت نہیں رہی کیونکہ ہجوم غم نے اسکی آواز بند کر دی تھی وہ سلمیٰ کی طرف دیکھ رہا تھا اور اسکی آنکھیں پرآب تھیں اور دل یاس و حسرت سے بھرا ہوا تھا۔ سلمیٰ کی نازک انگلیوں میں ابتک عبدالرحمٰن کا دامن تھا۔ اُسکی آنکھوں سے پیہم آنسو ٹپک رہے تھے لیکن وہ بالکل خاموش تھا عامر درد و حسرت کے ساتھ یہ سماں دیکھ رہا تھا اور اس کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا مگر حیران تھا کہ کیا کرے۔

اب بالکل خاموشی طاری تھی قریب تھا کہ عبدالرحمٰن کثرت غم سے مغلوب ہو کر اپنے ارادہ سے باز آجائے لیکن وہ سنبھلا اور اس نے مردانہ لہجہ میں کہا۔

عبدالرحمٰن :۔ سلمیٰ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ راہ پرخطر ہے اور جس مہم پر میں جارہا ہوں وہ نہایت خوفناک ہے لیکن تم جانتی ہو کہ ہم نے دشت وجبل اسی لئے قطع کیا اور سفر کی تمام تکالیف اسی خیال سے برداشت کیں کہ ہم انتقام لینا چاہتے تھے میں نے تنہا آنیکا ارادہ کیا لیکن تم دونوں مجھ سے آملے میں پہلے ہی اس کو خطرناک سمجھتا تھا مگر خیر اب اے سلمیٰ میری سدراہ نہو۔ میں اس دیار میں صرف اس شخص کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں، کیا ایسا نہیں ہے؟ کیا ہم لوگ کھجوریں اور اونٹ فروخت کرنے کے لئے آئے ہیں؟ نہیں نہیں صرف قتل کے لئے۔ پھر کیا اب بے نیل مرام واپس جانا مناسب ہوگا؟ کیا یہ بات باعث ننگ نہ ہوگی کہ ابن ملجم ملعون ایک ناپاک ارادہ لے کر جائے اور کامیاب ہو اور میں ایک پاک نیت کیساتھ کسی بات کا عزم کروں اور اس میں ناکام رہوں میں اسلام کی رہائی کی کوشش کر رہا ہوں اور جب یزید قتل ہو جائیگا تو خلافت سید عالم امام حسینؓ کو پہنچے گی بس بس مجھے جانے دو میں نے خدا پر بھروسہ کیا ہے اور جس موت کا تم کو خوف ہے وہ سنت الٰہی ہے جو ہر شخص پر جاری ہے، بس اس قدر کافی ہے ؟"

عامر :۔ مجبور ہو کر اسلمیٰ، عبدالرحمٰن کو چھوڑ دو۔ چھوڑ دو خدا اسے ایک نیک کام کے لئے بلا رہا ہے شاید اس کے ذریعہ سے خدا مسلمانوں کو مخلصی دینے والا ہے چھوڑ دو سلمیٰ اور خدا پر بھروسہ کرو"

سلمیٰ نے عبدالرحمٰن کا دامن چھوڑ دیا لیکن وہ بالکل خاموش تھی پھر عامر نے کہا۔

عامر :۔ اچھا تو عبدالرحمٰن تمہارے جانے کے بعد ہم کو تمہارا حال کیونکر معلوم ہوگا میری رائے میں

تو مجھے اپنے ساتھ چلنے دو۔"

عبدالرحمٰن: "میں اپنے خوابیدہ چچا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس مہم میں کوئی شخص میرے ساتھ نہیں جائیگا۔ اچھا میری خبر —— تو میں اپنی خبر خود لاؤں گا ورنہ ——"

سلمیٰ (بیتابانہ) ورنہ کیا؟ کہو؟"

(۲۳)

"پُراسرار علامت"

عبدالرحمٰن: "اس وقت تو میں ان لوگوں کے پیچھے جا رہا ہوں۔ جہاں کہیں بھی وہ اتریں میں کسی جگہ چھپ رہونگا اور جب یزید تنہا ہوگا تو انشاء اللہ اس کو قتل کرونگا اور تم دونوں میرے انتظار میں یہیں مقیم رہو۔ اور کل شام تک میرا انتظار کرو۔ اگر اس وقت تک میں نہ آؤں تو میری تلاش کرنا لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ میں کہاں ہونگا۔"

عامر: "اچھا خیر سے سدھارو، اور خدا پر بھروسہ رکھو ہم کل شام تک تمہارا انتظار کریں گے اور اگر تم کل شام تک ——"

عبدالرحمٰن (بات کاٹ کر) لیکن فرض کرو کہ میں نے خلیفہ کو قتل کر ڈالا تو اس کے بعد میں اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرونگا اور غالباً میں دیر میں داخل نہ ہو سکونگا —— (کچھ دیر خاموش رہ کر) اچھا میں تم کو ایک علامت بتاتا ہوں۔"

عامر: "وہ کیا؟"

عبدالرحمٰن: "میں تمہاری طرف ایک تیر پھینکوں گا اور اس کے بدن کے درمیان اس مقام کا نام لکھ دونگا جہاں میں ہونگا لہٰذا تم دونوں مجھ سے وہیں آ ملنا۔ اچھا تو اب میرے تیر کا کل شام تک انتظار کرنا میں اس پر صرف جگہ کا نام لکھوں گا اور اس لئے اگر یہ کسی راہب کے ہاتھ میں بھی جا پڑے گا تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔"

عامر (عبدالرحمٰن کی ذہانت سے متعجب ہو کر) بس یہ بہت ٹھیک ہے۔"

عبدالرحمٰن نے ایک چھوٹی سی کمان اور تیر خنجر لے کے ساتھ لیا، اس طرح کے کپڑے پہنے کہ وہ یزید کا ایک ہمراہی معلوم ہوتا تھا اور پھر ایک چادر اوڑھ لی سلمیٰ عبدالرحمٰن کی طرف ٹکٹکی دیکھ رہی تھی اور اس کا دل سینہ میں بے چین ہو رہا تھا کیونکہ وہ کسی طرح عبدالرحمٰن کی مفارقت پر رضامند نہ تھا جب عبدالرحمٰن تیار ہوا اور سلمیٰ کی طرف رخصتی نگاہوں سے دیکھا تو اس کا دل

تڑپکر رہ گیا اور وہ اس بات سے نہایت پشیمان ہوئی کہ میں نے عبدالرحمن کی روانگی کیوں قبول کر لی اُس نے ارادہ کیا کہ میں پھر اُس کے روکنے کے لئے اصرار کروں لیکن عبدالرحمن نے اُسے بات کرنیکا بھی موقع نہیں دیا اور یکایک حجرہ سے نکل گیا اب سلمیٰ نے اُسے کسی بہانہ سے واپس بلانیکا ارادہ اس لئے نہیں کیا کہ شاید راہبوں کو کچھ شبہ گزرے آخر اُس نے صبر کیا اور اس خیال سے کہ کم از کم اُس کی نظر ہی کچھ دور عبدالرحمن کے ساتھ جا سکے وہ عامر کو ہمراہ لیکر بالاخانہ پر چڑھی سلمیٰ نے دیکھا کہ عبدالرحمن تیز چلا جا رہا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ باغ سے گذر گیا اور پھر گنجان درختوں میں روپوش ہو گیا۔

سلمیٰ اور عامر نگراں تھے کہ یکایک انہوں نے دیر سے ایک اور آدمی کو نکلتے ہوئے دیکھا جو اُسی سمت روانہ ہوا افسوس اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہ کون شخص ہے تو فوراً ان کا تعاقب کرتے اور کم از کم عبدالرحمن کو تو ضرور ہی واپس لے آتے یہ وہی ابرص مہمان تھا جو ان لوگوں کی آمد کے بعد دیر میں آکر مقیم ہوا تھا اور اب تک موجود تھا یہ شخص کو دیر سے ان لوگوں کے پیچھے لگ گیا تھا اگر سلمیٰ کو اس کا حال بتا دیا جاتا تو اُس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور پھر وہ کل شام کو عبدالرحمن کے تیر کا انتظار نہ کرتی اور نہ اُس کی واپسی کا اُسے یقین آتا۔

سلمیٰ اُس وقت تک برابر کھڑی رہی اور گردن اُٹھا اُٹھا کر درختوں کیطرف دیکھتی رہی جب تک عبدالرحمن کی شبیہ سی نظر آتی رہی مگر پھر نگاہ ناکام رہنے لگی اور عبدالرحمن بالکل روپوش ہو گیا اب سلمیٰ کا دل قابو میں نہ رہا اور بے اختیار اُسکی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے کیونکہ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اُس کے عاشق نے اپنی جان کو کس طرح خطرہ میں پھنسایا ہے وہ افسوس کر رہی تھی کہ میں کیوں عبدالرحمن کے ساتھ آئی آخر تھوڑی دیر کے بعد وہ بالاخانہ سے اُتر کر اپنے کمرہ میں آگئی لیکن اس اثنا میں اُس نے عامر سے بالکل گفتگو نہیں کی اور نہ اُس کیطرف نظر اُٹھا کر دیکھا۔

عامر کو بھی کچھ کم حیرت و ندامت نہ تھی اور وہ بھی سلمیٰ کے پیچھے خاموشی کیساتھ بالاخانہ سے اُتر کر کمرہ میں آیا غنیمت ہے کہ انہوں نے اُنکی طرف مطلقاً توجہ نہیں کی وہ فرش کے اُٹھانے اور ظروف اُنکی جگہ پہنچانے میں مصروف تھے

(۲۴)
ہجر میں اشکباری

سلمیٰ جب اپنے حجرہ میں داخل ہوئی تو اُس کی آنکھوں میں دنیا تاریک تھی رونے کے

سواوں کا غبار نکالنے کا ذریعہ اُس کے پاس نہ تھا۔ آخر وہ زار زار رونے لگی۔ اُس کے دل میں، اُسوقت طرح طرح کے خیالات گزر رہے تھے۔ اُس کے تخیل میں وہ باتیں پھر رہی تھیں جو عبدالرحمٰن کو پیش آنے والی تھیں مگر وہ حیران تھی کہ کیا کرے۔ بار بار اُس کے دل میں آتا تھا کہ خود بھی عبدالرحمٰن سے جاملے مگر یہ بھی اُس کے امکان میں نہ تھا کیونکہ وہ راہ سے بالکل ناآشنا تھی۔ اور اُسے بالکل خبر نہ تھی کہ خلیفہ کی سواری کس طرف روانہ ہوئی ہے۔ اُس کی کشتی اسوقت امید وبیم کے گرداب میں چکر کھا رہی تھی۔ سلمٰی کے قریب عامر بیٹھا ہوا تھا اُس کا دل نہایت اداس اور طرح طرح کے وسوسوں سے لبریز تھا۔ آخر اس نے دل کو تھام کر سلمٰی سے گفتگو شروع کی۔ اور جہاں تک اُس کی زبان میں گویائی کی قوت تھی اُس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن سلمٰی نے اس کی ایک بات نہ سنی اور بدستور اشکباری میں مصروف رہی۔

بڑی دیر کے بعد جب سلمٰی روتے روتے تھک گئی تو اُسے کس قدر اس خیال سے تسکین ہوئی کہ اگر عبدالرحمٰن اپنے ارادے میں کامیاب ہوگیا اور اُس نے یزید کو قتل کر ڈالا تو یہ ایک بڑی تائید ایزدی ہوگی اور میرے والد کا انتقام انجام کو پہنچ جائے گا اور اسطرح اہلبیت اطہار کی خدمت بھی بن پڑے گی۔ سلمٰی کو خاموش دیکھکر عامر نے پھر جرأت کی اور ان الفاظ میں اس کو تسکین دینے لگا۔

عامر: سلمٰی، میری پیاری بیٹی، خدا پر نظر رکھو۔ ہاتف کا کلام یاد کرو۔ کیا عجب ہے کہ خدا ہم کو کامیاب کردے اطمینان رکھو کہ عبدالرحمٰن بیوقوف نہیں ہے اور وہ یزید کو اُس کے خدم وحشم کی موجودگی میں قتل نہیں کرے گا بلکہ تنہائی کا منتظر رہے گا خواہ اس میں زیادہ عرصہ ہی کیوں نہ لگ جائے پھر غور کرو کہ اُس میں تردد کا کیا موقع ہے۔ اگر یزید اور عبدالرحمٰن کا تنہا مقابلہ ہو تو کیا تمہارے نزدیک عبدالرحمٰن یزید کو قتل کرنے کے لئے کافی نہ ہوگا۔ خدا کے لئے غم نہ کرو بے قابو نہ ہو۔ خدا پر بھروسہ کرو وہ بڑا کارساز ہے۔

عامر کی اس گفتگو سے سلمٰی کو بہت تسکین ہوئی اور رفتہ رفتہ اُس کی حالت سنبھلنے لگی آخر اُس نے اٹھ کر اُن کپڑوں کو سنبھالا جو عبدالرحمٰن کے پوشاک کے بدلنے کے وقت سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے اور حجرہ کی دیگر اشیا کو جو بے قرینہ پڑی ہوئی تھیں درست کیا۔ اس کے بعد وہ تخت پر لیٹ گئی اور تھوڑی دیر میں خاموش پڑے پڑے اُس کی آنکھ لگ گئی عامر سلمٰی کو سوتا ہوا دیکھ کر حجرہ سے باہر چلا آیا کیونکہ اُس نے اس کا سو جانا ہی مناسب

سمجھا تا کہ اُس کی طبیعت ذرا ہلکی ہو جائے باہر نکل کر وہ تھوڑی دیر چھت پر ٹھہرا کچھ دیر راہبوں کے ساتھ گفتگو میں مشغول رہا۔ ایک دو دفعہ حجرہ میں بھی گیا لیکن سلمیٰ کو غافل پایا یکایک اس نے شیبوب کی آواز سنی اور اسے سن رسیدہ عابد کی یاد آئی پھر اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اس عابد کے پاس چل کر عبدالرحمن کا حال پوچھنا چاہیے کیونکہ وہ خدارسیدہ اور صاحب کرامت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اُس کو یہ خواہش ہوئی کہ سلمیٰ کو بھی اپنے ہمراہ لے لے تاکہ وہ اس سے کچھ تسکین پائے یہ سوچ کر جب حجرہ میں داخل ہوا تو اس دفعہ اس نے سلمیٰ کو بیدار پایا لیکن نہایت اداس اور اندوہگین۔

عامر: "بیٹی کیا حال ہے؟ اتنی افسردہ کیوں ہو؟"

سلمیٰ: (جبکی آنکھیں پُر آب تھیں) افسوس چچا تم میری افسردگی کا سبب پوچھتے ہو حالانکہ تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ اور خواب نے دکھے ہوئے دل کو اور دکھا دیا ہے۔"

عامر: ارے خواب وخیال کو بھی کچھ اہمیت حاصل ہے۔

عامر نے قصداً سلمیٰ سے اس کا خواب نہیں پوچھا کیونکہ اس سے اُس کے رنج و غم میں اور اضافہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اور بات کو ٹال کر اُس نے کہا۔

عامر: سلمیٰ، ان باتوں کو چھوڑو، آؤ میرے ساتھ اس سن رسیدہ عابد کے پاس چلو۔ شاید ہم اُس کی زبان سے کوئی خوشخبری سنیں کیونکہ میرے خیال میں وہ ایک صاحب کرامت بزرگ ہے۔"

سلمیٰ: چچا تم نے یہ اچھی بات سوچی، چلو میں چلتی ہوں، مگر معلوم نہیں کہ وہ اسوقت کہاں ہوگا

عامر: یہیں کہیں ہوگا۔ کیونکہ میں نے اُس کے کتے کو ابھی ابھی وسط صحن میں دیکھا تھا وہ دیر کی عمارت کے کسی حصہ میں ہے گا۔"

(۲۵)

عابد کی جستجو

عامر یہ بات کہہ کے باہر نکلا اور اُس کے ساتھ ساتھ سلمیٰ تھی۔ جب یہ دونوں صحن میں پہونچے تو ان کو کتے نے دیکھا اور وہ سلمیٰ کی طرف دوڑا آیا اور دُم ہلانے لگا سلمیٰ کو یہاں پر چھوڑ کر عامر عابد کی جستجو میں اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ اور پھر واپس آکر سلمیٰ سے کہا کہ "میں نے چپہ چپہ ڈھونڈ ڈالا لیکن اس کا کہیں سراغ نہیں ملا۔ رہبین نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ

خلیفہ کی آمد کے وقت سے ابتک روپوش ہے"
سلمیٰ: شاید باغ کے کسی حصہ میں ہو"
عامر: "ممکن ہے کہ وہاں ہو اچھا تو چلو"
سلمیٰ اور عامر ایک ساتھ باغ کی طرف روانہ ہوئے اور دیر کے دروازہ سے نکل اور مواشی خانہ کو سیدھے ہاتھ پر چھوڑتے ہوئے باغ کی طرف نکل گئے۔ کتا بھی اُن کے پیچھے ہولیا۔ لیکن باغ میں پہنچکر وہ سیدھے ہاتھ کو مڑ گیا۔
سلمیٰ: "معلوم ہوتا ہے کہ شیبوب نے اپنے مالک کی خوشبو پالی۔ اچھا اب ہمیں اُس کے پیچھے چلنا چاہیئے"
چنانچہ دونوں اُس کے پیچھے روانہ ہوئے یہ لوگ ایک قدیم عمارت کے کھنڈر کے پاس پہنچے جہاں ایک تہ خانہ سا بنا ہوا تھا اور انہوں نے دیکھا کہ عابد اس تہ خانہ میں موجود ہے۔ اسوقت یہ سن رسیدہ شخص پلتھی مارے ہوئے بیٹھا تھا اور اُس کے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ گویا وہ کسی مشکل مسئلہ کو اپنے دل میں حل کر رہا تھا۔ لیکن کتے نے جب اُس کے ہاتھوں کو چاٹنا شروع کیا تو وہ چونک پڑا لیکن جیسے ہی اُس نے نگاہ اٹھائی کہ اُسے عامر اور سلمیٰ دونوں نظر پڑے۔ یہ لوگ جیسے ہی عابد کے قریب پہونچے کہ اُس نے پکار کر کہا "عبدالرحمن کہاں ہے"
سلمیٰ نے جیسے ہی اپنے عاشق کا نام سُنا کہ اس کا دل لرز گیا اور عامر کو بھی کچھ کم حیرت نہیں ہوئی مگر دونوں حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ اِن لوگوں سے کوئی جواب نہ پاکر عابد نے پھر چیخ کر کہا "عبدالرحمن کہاں ہے؟ کہاں گیا ہے؟"
اب سلمیٰ لرزہ براندام تھی اور عابد کی اس واقفیت سے سخت حیرت زدہ ہو رہی تھی اس نے جواب کا ارادہ کیا لیکن رعب و ہیبت سے زبان نہ کھل سکی۔ لیکن عامر نے آہستہ سے کہا۔ آپ کس عبدالرحمن کو پوچھتے ہیں؟"
عابد: "عامر، تم پوچھتے ہو کہ میں کس عبدالرحمن کو پوچھتا ہوں حالانکہ تم اُس کے سرپرست ہو۔ خیر بتاؤ کہ وہ کہاں گیا ہے۔ کل تک وہ تمہارے ہمراہ تھا"
اب عامر کو یقین آگیا کہ ایک ولی اُس سے گفتگو کر رہا ہے لہذا اُس نے ذیل کے الفاظ میں جواب دیا۔

عامر: وہ ایک کام کو گیا ہے، اگر آپ صاحب کرامت ہیں تو معلوم کریجئے وہ کام کیا ہے"۔
عابد: میرا خیال ہے کہ وہ یزید بن معاویہ کے پیچھے گیا ہے۔ یعنی جس کو لوگوں نے خلیفہ بنا رکھا ہے۔
اب عامر اور سلمیٰ کے خوف کی انتہا نہ تھی کیونکہ اگر یہ بات کوئی شخص سن لیتا تو خدا جانے ان کا کیا حشر ہوتا۔ دونوں نے ادہر اُدہر دیکھا مگر غنیمت ہے کہ کوئی شخص موجود نہ تھا عامر نے جواب دیا "ہاں جناب عالی" یہ سن کر عابد نے تالی بجائی اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہا "اے عبدالرحمٰن اس مردود کے شر سے خدا تجکو بچائے" پھر عامر اور سلمیٰ کی طرف دیکھ کر کہا۔ تم لوگوں نے اُس کو ایسے خطرناک کام کے لئے کیونکر جانے دیا؟"

(۲۶)
غیب کی باتیں

سلمیٰ نے جب سن رسیدہ عابد کی گفتگو سنی تو اُس کے قدموں پر گر پڑی اور رو رو کر کہنے لگی "جناب عالی خدا کے لئے بتلائیے کہ وہ کیا خطرہ ہے؟"
عابد: یہ ابرص جو اس کے پیچھے روانہ ہوا ہے بس اسی سے خطرہ کا احتمال ہے۔
عامر: جناب عالی کون ابرص، خدا کے لئے بتائیے ذرا صاف کہئے۔ ہمارا دل بے چین ہے"۔
عابد کی حالت اسوقت غیر تھی۔ وہ اپنی ڈاڑہی پکڑے ہوئے تھا اور اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ سلمیٰ اس خاموشی پر صبر نہ کر سکی اور اس نے کہا۔
سلمیٰ: جناب عالی، خدا کے لئے بتائیے کہ اس سفر میں عبدالرحمٰن کو کیا خطرات درپیش ہیں اور یہ ابرص کون شخص ہے"۔
عابد نے سلمیٰ کی لجاجت پر سر اٹھایا اور کہا "کیا تم لوگ اس ابرص کو نہیں جانتے؟ کیا تم لوگ اس ابرص کو نہیں جانتے؟ کیا تم شمر بن ذی الجوشن سے ناواقف ہو؟"
دونوں نے ہم آواز ہو کر کہا "ہاں ہاں ہم اُس سے واقف ہیں"۔
عابد: خلیفہ کے جانے کے بعد وہ اس دیر سے نکلا اور میرا خیال ہے کہ باہر ٹھہرا رہا جب اُس نے عبدالرحمٰن کو جاتے ہوئے دیکھا تو اُس کے پیچھے ہو لیا۔
سلمیٰ نے عامر کی طرف متوجہ ہو کر کہا "خدا اس ملعون کو تباہ کرے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ سے ہمارے ساتھ ہو لیا ہے۔ خدا شمر ملعون کو ہلاک کرے" پھر عابد کی طرف متوجہ ہو کر کہا "جناب عالی فرمائیے اب ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے۔ اور آپ کو عبدالرحمٰن کے متعلق

کن خطرات کا احتمال ہے۔ ہم کو تو آپ ایک ولی معلوم ہوتے ہیں" سلمیٰ نے یہ الفاظ جوں توں پورے کئے لیکن اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور اس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے جس کی وجہ سے اس کو کھڑا رہنا دشوار تھا تاہم وہ اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ عامر کی نگاہیں عابد پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی زبان سے یہ غیب کی باتیں سنکر نہایت متعجب ہو رہا تھا لیکن اس کو پھر کچھ شبہ پیدا ہوا اور اس نے آزمانے کے طور پر عابد سے پوچھا "جناب عالی" آپ تو پہیلیوں میں بات کرتے ہیں ذرا صاف صاف بتایئے کہ عبدالرحمٰن کو کیا خطرہ ہے اور وہ کس شخص کی فکر میں گیا ہے"۔

عامر نے یہ جملہ ختم ہی کیا تھا کہ عابد نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا "عامر کیا تم مجھے آزماتے ہو اور اجنبی بنتے ہو اس سے یہ شجر حجر سب واقف ہیں۔ اگر تم کو میری بات کا یقین نہ آئے تو اس ہاتف سے پوچھ لو جس نے قبر حجر پر پکار کر کہا تھا کہ" بشر الذین ظلموا بعذاب الیم"

کچھ نہ پوچھو کہ عابد کی زبان سے یہ باتیں سنکر عامر اور سلمیٰ پر کیا گزری۔ عامر بے اختیار اس کے ہاتھ کی طرف بوسہ دینے کے لئے بڑھا لیکن عابد پیچھے ہٹ گیا مگر عامر نے کہا۔

عامر: "خدا کیلئے اے مرد بزرگ اپنے چہرہ سے پردہ اٹھایئے اور کچھ اپنا حال بیان کیجئے"۔

عابد۔ (خفگی کے لہجے میں) عامر بے ادبی کی باتیں نہ کرو ان سوالات سے تمہیں کوئی تعلق اور فائدہ نہیں۔ میں اس کے بعد بجز تنہائی کے تم سے کبھی بات نہ کرونگا۔ میں نے ابن ذی الجوشن اور اس کی روانگی کے متعلق جو کچھ کہدیا بس وہ کافی ہے"۔

یہ گفتگو سن کر سلمیٰ کو خوف پیدا ہوا کہ مبادا عابد اُن سے خفا ہو جائے لہذا اس نے نرم اور لجاجت کے لہجہ میں کہا۔

سلمیٰ: "جناب عالی، آپ خفا نہ ہوں، ہم آپ کو اپنے سوالات سے کوئی زحمت نہیں دینی چاہتے مگر صرف ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو عرض کریں۔

عابد۔ "کہو کہو"

سلمیٰ۔ "کیا آپ کے خیال میں عبدالرحمٰن کی زندگی خطرہ میں ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو اس کو اس خطرہ سے بچانے کے لئے ہم کو کیا تدبیر کرنی چاہیئے؟"

عابد۔ (ذرا توقف کے بعد) انشاء اللہ اس کو کوئی صدمہ نہیں پہونچے گا کیونکہ اس نے ایک قومی اور مذہبی خدمت کی انجام دہی کا ارادہ کیا ہے۔ بس میں اسی قدر تم سے کہہ سکتا ہوں

اور اب اس بات کو زیادہ طول نہ دو"

عابد اتنا کہکر ایک طرف کو چل دیا اور کتا اُس کے پیچھے ہو لیا۔ عامر اور سلمیٰ بھی اپنے حجرہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن دہشت کی وجہ سے خون اُن کی رگوں میں منجمد نظر آتا تھا اور اُن کی حیرت و وحشت کی کچھ انتہا نہ تھی۔

(۲۷)

دل کی بیقراری

جب عابد اور اس کا کتا دونوں آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو سلمیٰ نے عامر سے کہا۔

سلمیٰ: "کہو چچا اس بزرگ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟"

عامر: "واللہ، مجھے سخت تعجب ہے، میں اولیا کا تذکرہ سنتا تھا لیکن اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا"

سلمیٰ: "مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں عالم خواب میں ہوں"

عامر: "سلمیٰ کچھ تعجب نہ کرو، اس قسم کی مثالیں پائی جاتی ہیں اولیاء اللہ کو کشف ہوا کرتا ہے۔ اور انکو دلوں کا جاسوس کہا گیا ہے اور چونکہ وہ ہم سے متفق الرائے معلوم ہوتا ہے اس لئے ہم کو افشاء راز سے کچھ اندیشہ نہیں کرنا چاہئے"

سلمیٰ: "مگر یہ شخص کون ہو سکتا ہے؟"

عامر: "میں خود حیران ہوں، اُس کے لباس اور طریق معاشرت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک زاہد اور دنیا سے بیزار شخص ہے لیکن گفتگو سے پایا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے بیزار شخص ہے لیکن گفتگو سے پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی مطالبات میں شد و مد سے حصہ لیتا ہے مجھے تو وہ عربی معلوم ہوتا ہے اور اس کا لہجہ عراقی ہے"

سلمیٰ: "کاش ہم نے اس سے اُس کے وطن اور خاندان کا سوال کیا ہوتا"

عامر: "اس سوال کی کون جرات کر سکتا ہے تم نے دیکھا نہیں کہ وہ اپنے چھپانے میں کس قدر مبالغہ کرتا تھا اُس نے اپنا چہرہ بالکل چھپا رکھا تھا اور جب باتوں نے طول پکڑا تو ایک طرف کو چل دیا۔ میں تو جانتا ہوں کہ ہم لوگوں کی طرح اس پر بھی کوئی سیاسی مصیبت نازل ہوئی ہے اور یہ ادھر ہوا آگ نکلا ہے"

سلمیٰ: "ہوگا۔ میں خیال کرتی ہوں کہ وہ کوئی مجنون ہے آخر اس کا طریق معاشرت نہیں دیکھتے ہو، جنگلوں پر گذر کرتا ہے اور اس کتے کے سوا کسی سے مانوس نہیں ہے"

عامر: "جو کچھ بھی ہو مگر وہ صاحب کرامت ضرور ہے اور ممکن ہے کہ اس کی کرامتوں سے ہمکو فائدہ پہونچے"

سلمٰی: "اچھا تو اب کیا کرنا چاہئے۔ میرا دل تو اُس کی باتوں سے اور بھی بےچین ہو گیا (تھوڑی دیر خاموش رہ کر) اس شمر لعین کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟"

عامر: "خدا اس کا بُرا کرے، اسی کا تو مجھے خوف لگا ہوا ہے میں اُس کی مکاریوں سے بہت خائف ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سفر کے حال سے واقف ہو گیا۔ اور کوفہ سے ہمارے ساتھ ہو لیا۔ اگر عابد نے عبدالرحمٰن کی طرف سے اطمینان نہ دلا دیا ہوتا تو میں ضرور اُس کی جستجو میں نکلتا اور اُسے واپس لے آتا۔ مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ خدا جانے وہ لوگ کس طرف ہوں گے ممکن ہے کہ وہ کسی اور طرف ہوں اور میں کسی اور طرف چلا جاؤں اور راہ بھول جاؤں اور پھر تم یہاں تنہا رہ جاؤ گے۔ شاید اُس مردود نے تمہارے لئے کوئی اور جال بچھا رکھا ہو۔"

سلمٰی: "اچھا تو پھر تم چلو اور میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔"

عامر: یہ تو ٹھیک ہے لیکن عبدالرحمٰن سے تو ہم یہ وعدہ کر چکے ہیں کہ یہاں موجود رہیں گے۔ شاید وہ رات کو آئے اور ہم یہاں نہ ہوں یا شاید وہ تیر پھینکے اور ہماری عدم موجودگی کی وجہ سے وہ کسی راہب کے ہاتھ میں جا پڑے۔ ہم کو بہر حال یہیں رہنا چاہئے اور خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے۔"

سلمٰی اور عامر اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے دیر کے قریب پہونچے۔ عامر نے ارادہ کیا کہ اپنے آپ کو کسی ایسے شغل میں مصروف رکھے کہ اس پر کسی کو شبہ نہ ہو لہٰذا اُس نے سلمٰی سے کہا۔

عامر: "چلو ذرا مواشی خانہ ہو آئیں۔ دیکھیں ہمارے اونٹوں کا کیا حال ہے۔"

سلمٰی: "اونٹوں کو چھوڑو مجھ میں ان باتوں کی طاقت نہیں یہی تفکرات کیا کم ہیں جن میں ہم مبتلا ہیں۔"

عامر: "یہ تو سچ ہے لیکن بہر کیف ہم کو آج یا کل شام تک کسی طرح انتظار کرنا ہے اور اس انتظار کے طویل زمانہ کو کسی طرح بسر کرنا ضروری ہے۔"

یہ سنکر سلمٰی عامر کے ساتھ مواشی خانہ کی طرف روانہ ہوئی۔ نوکروں نے اونٹوں کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی تھی لیکن کھجوروں کی گٹھریاں وہاں موجود نہیں تھیں جس سے عامر کو سخت تعجب ہوا پھر اُسے یاد آیا کہ سامان اُس کے ساتھ دیر میں پہونچا دیا گیا تھا۔

دونوں تھوڑی دیر مواشی خانہ میں ٹھہرے لیکن سلمٰی کا دل بےقرار تھا اور اُسے کوئی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی اور اس کا جی اپنے عاشق میں لگا ہوا تھا۔ عامر کی بھی یہی حالت تھی لیکن وہ سلمٰی کی دلجوئی اور دلداری کے لئے یہ سب کچھ کر رہا تھا جب دیکھا کہ سلمٰی کی حالت بدستور ہے اور اس کا دل کسی چیز سے نہیں بہلتا تو دیر میں واپس چلا آیا تھوڑی دیر تک دونوں باتیں

کرتے ۔ ہے اور پھر خاموش ہو گئے ۔

(۲۸)
"انتظار کے لمحے"

جب سورج ڈوب رہا تھا سلمیٰ کی امیدیں عبدالرحمٰن کے تیر سے وابستہ تھیں چنانچہ اُس نے عامر سے کہا کہ کوٹھے پر چلو شاید عبدالرحمٰن کا تیر آگرا ہو۔ عامر سلمیٰ کے ساتھ ہو لیا حالانکہ اُسے امید نہ تھی بالاخانہ پر پہونچکر پہلے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا تاکہ کسی شخص کو اُن پر شبہ نہ گذرے اس اثناء میں سلمیٰ کی نگاہ جس چڑیا پر پڑتی وہ سمجھتی تھی کہ یہی اُس کے عاشق کا تیر ہے عامر سلمیٰ کی یہ بے صبری خاموشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور اس کا دل پیچ وتاب کھا رہا تھا رفتہ رفتہ بالکل رات ہو گئی اور کوئی تیر آکر نہ گرا۔

رئیس اسوقت اپنی مخصوص عبادات میں مصروف تھا جس سے اس کو مغرب سے پہلے فرصت نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ مغرب کے بعد وہ اپنے کمرہ سے نکلا اور باہر صحن میں آکر کھڑا ہوا جہاں اس نے عامر اور سلمیٰ کو غوطہ کی طرف دیکھا اور چونکہ ان کے چہروں سے رنجیدگی کے آثار نمایاں تھے اس لئے اس نے مداخلت پسند نہ کی اور اپنے دل میں یہ سوچا کہ اگر وہ مجھ سے گفتگو کرنا چاہیں گے تو مجھے خود بلالیں گے۔

جب اندھیرا پھیل گیا اور امید کے مطابق کوئی بات پیدا نہ ہوئی تو سلمیٰ اور عامر کو بہت قلق پیدا ہوا۔ اگرچہ عامر اپنے آپکو سنبھالکر سلمیٰ کا دل بہلانے کی بہت کوشش کرتا تھا لیکن اس کو کسی بات سے تسلی نہ ہوتی تھی سلمیٰ تھوڑی تھوڑی دیر کر غوطہ کی طرف دیکھ رہی تھی جس سے ہو کر عبدالرحمٰن گیا تھا کہ شاید اُسے عبدالرحمٰن یا کوئی ایسا شخص آتا ہوا نظر آئے جو اُس کا حال بتا سکے لیکن کوئی شخص نظر نہ آیا آخرکار عامر نے اٹھکر سلمیٰ سے کہا کہ کل شام تک ہم کو وعدہ پورا کرنا ہے اور اب رات کو یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں شاید کسی شخص کو بدگمانی کا موقع ملے یہ کہکر عامر نیچے اترنے کے لئے روانہ ہوا اور سلمیٰ بھی اُس کے ساتھ ہو لی لیکن وہ بے اختیارانہ مڑمڑ کر دیکھتی جاتی تھی یہ رات عامر اور سلمیٰ نے بڑے تفکر کے ساتھ بسر کی وہ اپنے دل سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اگر خدانخواستہ کل کی رات بھی گزر گئی اور عبدالرحمٰن کا تیر نہ آیا تو پھر کیا کرینگے۔ خاصکر سلمیٰ کی حالت اس خیال سے اور بھی ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ اُس نے طے کر لیا تھا کہ اگر کل بھی عبدالرحمٰن کا تیر نہ آیا تو وہ مردانہ بھیس بدلکر اُس کی جستجو میں نکلے گی عامر کی دلگرفتگی بھی کچھ سلمیٰ سے کم نہ تھی لیکن وہ سوچتا

تھا کہ اگر میں نے سلمیٰ کو دیر میں تنہا چھوڑ دیا تو خدا جانے اس کو کس مصیبت کا سامنا ہو پھر سوچتا تھا کہ بحالت مجبوری سلمیٰ کو ہمراہ لے کر عبدالرحمٰن کی تلاش میں نکلے۔

مگر مئیس نے جب عبدالرحمٰن کو عامر اور سلمیٰ کے ہمراہ نہیں دیکھا تو اُسے کچھ بدگمانی نہیں ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ وہ بھی یہیں کہیں ہوگا یا تفریح کے لئے باغ میں چلا گیا ہوگا۔

ابھی صبح نہیں ہوئی تھی کہ سلمیٰ کی آنکھ کھل گئی اُس نے عامر کو جگایا اور کہا کہ چھت پر چڑھ کر دیکھو شاید عبدالرحمٰن کا تیرات کو کسی وقت آیا ہو چنانچہ عامر گیا لیکن کوئی چیز نظر نہ آئی اور بے نیل مرام واپس آگیا۔

جب سورج نکلا تو سلمیٰ خود بھی عامر کے ساتھ چھت پر گئی لیکن جیسی ہی وہ اوپر پہنچی تھی کہ نگاہ ایک چڑیا پر پڑی جو فضا میں اڑ رہی تھی لیکن اپنے پروں کو ذرا بھی جنبش نہیں دیتی تھی چنانچہ اُس نے اس چڑیا سے شگون لیا (عربوں کی عادت تھی کہ اگر چڑیا کو اس حالت میں اڑتے ہوئے دیکھتے تھے تو اس کو اپنے مقصد کے لئے شگون بد سمجھتے تھے) عامر نے سلمیٰ کی اس حرکت کو قرائن سے محسوس کر لیا اور فوراً کہا۔

عامر: میں دیکھتا ہوں کہ سلمیٰ تم اس چڑیا سے شگون لے رہی ہو حالانکہ آنحضرت صلعم نے شگون کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔ اس وہم کو اپنے دل سے نکال ڈالو اور خدا پر بھروسہ کرو وہ بڑا کارساز ہے۔

سلمیٰ نے اس بات کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن اس کا دل مطمئن نہیں ہوا جب انتظار نے بہت طول کھینچا اور سلمیٰ و عامر کا اضطراب لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگا تو ان کو سن رسیدہ عابد کی یاد آئی لیکن انہوں نے گذشتہ ملاقات کے وقت سے ابتک اُسے یا اس کے کتے کو نہیں دیکھا تھا۔

یہ دن سلمیٰ کے لئے ایک پہاڑ ہو گیا تھا۔ جب زیادہ دن چڑھا تو اُس نے اپنے آپ کو اور عامر کو ملامت کی کہ عبدالرحمٰن کو تنہا کیوں جانے دیا۔ جب سے عبدالرحمٰن گیا تھا اب تک سلمیٰ نے ذرا سی غذا بھی نہیں کھائی تھی اور اگرچہ وہ نہ کھانے کی وجہ سے نہایت مضمحل ہو رہی تھی لیکن شدید اضطراب میں اُسے کھانے کی مطلق اشتہا نہ تھی۔

(۲۹)
انکشافِ حقیقت

اس اثنا میں کہ وہ رنج و غم کے سمندر میں غرق تھی اس نے ایک سوار کو دیکھا کہ تیزی کے ساتھ دیر کی طرف چلا آرہا ہے۔ یہ منظر دیکھکر اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اُس نے عامر کی طرف

رخ کیا عامر بھی اس سوار کو دیکھ چکا تھا اور نہایت متحیر تھا۔ سلمیٰ نے رئیس دیر کو دیکھا کہ وہ اپنے بالا خانہ سے اُترا اور اُس نے دیر کے نگراں کو بلا کر کہا کسی راہب سے کہو کہ دروازہ کھولدے کیونکہ عبید اللہ بن زیاد آرہے ہیں۔ شاید وہ خلیفہ کے آنے کی خبر لائے ہوں'

سلمیٰ نے جب ابن زیاد کا نام سنا تو اُس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اب اس نے مڑکر دیکھا تو سوار دیر کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ ایک راہب نے بڑھکر دروازہ کھولا۔ اس موقع پر عامر نے سلمیٰ سے کہا کہ سلمیٰ تم جلدی سے اتر کر اپنے حجرہ میں چھپ جاؤ اور میں دریافت حال کے لئے موجود رہونگا سلمیٰ نے کچھ تساہل کرنا چاہا لیکن عامر نے اصرار کیا۔ اور اُس سے وعدہ کیا کہ میں یہاں عبدالرحمٰن کے تیر کا انتظار کرتا رہوں گا۔ آخر کار سلمیٰ اپنے حجرہ میں چلی گئی اور عامر بدستور چھت پر ٹھہرا رہا۔

رئیس نے نیچے اتر کر ابن زیاد کا استقبال کیا۔ اور تھوڑی دیر اُس کے پاس ٹھہر کر آہستہ آہستہ باتیں کرتا ہوا اُسے اوپر لایا۔ ابن زیاد کے پہنچنے کے پہلے مشک کی خوشبو پھیل گئی۔ عامر نے محسوس کر لیا کہ یہ عبید اللہ ابن زیاد کی خوشبو ہے کیونکہ وہ اس خوشبو کے متعلق عام طور پر مشہور تھا۔ اب عامر کو اسی جگہ بیٹھنا پڑا لیکن وہ اپنی موجودگی سے نادم تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے رئیس دیر کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا اور ابن زیاد اُس کے پہلو میں تھا۔ ابن زیاد نے عامر کو سلام کیا اور رئیس دیر مسکرا رہا تھا۔ عامر نے انجان بنکر مراسم بندگی ادا کئے ایک لمحہ کے بعد ابن زیاد نے اُسے اپنی طرف بلایا اور بیٹھنے کے لئے کہا۔ چٹائی پر ایک پرتکلف فرش بچھا ہوا تھا جس پر یہ سب لوگ بیٹھے عامر اس تپاک سے سخت متعجب تھا۔ اور اُس کے دل میں طرح طرح کی بدگمانیاں پیدا ہو رہی تھیں حتیٰ کہ اُس کو ذرا بھی صبر کی تاب نہ رہی اُس کو سب سے بڑا اندیشہ یہ تھا کہ وہ عبدالرحمٰن کے متعلق کوئی خبر بد نہ سنے۔

تھوڑی دیر کے بعد میووں اور پھلوں کی تشتریاں اور شراب کی پیالیاں آئیں سب نے کھایا پیا اُس کے بعد رئیس نے گفتگو کی ابتدا کی۔

رئیس:۔ شاید خلیفہ یزید آج تشریف لانے والے ہیں لہذا ہم کو استقبال کی تیاری کرنی چاہیئے۔

ابن زیاد:۔ (ہنسکر) مجھے امید نہیں کہ خلیفہ آپکے ہاں آج تشریف لائیں۔

رئیس:۔ کیا حضور دمشق جارہے ہیں؟

ابن زیاد:۔ ہاں۔

رئیس: "لیکن اس قدر جلد واپسی کا کیا سبب ہے میرا تو خیال تھا کہ کم از کم ایک ہفتہ ضرور شکار میں سیر فرمائیں گے؟"

ابن زیاد: "بات یہ ہے کہ خلیفہ یزید نے اس سفر سے شگون بدلیا اور اس لئے واپس تشریف لا رہے ہیں۔"

عامر کا دل دھڑکنے لگا اور اُس کو ہزار بدگمانیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے ذرا توقف کے بعد ابن زیاد نے پھر سلسلۂ کلام شروع کیا۔

ابن زیاد: "آج خلیفہ یزید کو خدا نے ایک بڑے حادثہ سے بال بال بچالیا۔"

عامر نے جب یہ سنا تو اُس کے شکوک یقین سے بدل گئے لیکن اُس نے بڑی کوشش سے اپنے جذبات کو چھپا کر اپنے چہرہ سے حیرت ظاہر کی اور بہت عمیق توجہ کے ساتھ ابن زیاد کی گفتگو سننے لگا۔

ابن زیاد: "اس حادثہ سے خلیفہ کا نجات پانا عجیب طریقہ سے ہوا اُن کا نجات دہندہ ایک کتا اور ایک مقرب خاص تھا۔"

رئیس: "جناب عالی یہ کیونکر؟"

ابن زیاد: "کل جب ہم لوگ آپ کے ہاں سے نکلے تو چند میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں قیام کیا کل شام کو میرے پاس ایک شخص آیا جو میرے خیال میں کوفی ہے اور مجھے ایک مسافر کے متعلق اطلاع دی جس کی نسبت اُسے شبہ تھا کہ وہ خلیفہ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے اس کی اُس کارروائی کا شکریہ ادا کیا اور اُس حسن خدمت کے صلہ کا وعدہ کیا۔ ابھی میں نے خلیفہ کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں دی تاکہ اُس کو پریشانی نہ ہو لیکن جب صبح کو شکار کے لئے روانہ ہوئے تو جب کبھی خلیفہ کے تنہا ہو جانے کا اتفاق ہوتا تھا میں اُسے تنہا نہیں ہونے دیتا تھا۔ کیونکہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو وہ مسافر کہیں کمینگاہ میں بیٹھا ہو اور خلیفہ کو تنہا پاکر اپنا وار کر بیٹھے میں نے مضبوط آدمیوں کے ایک گروہ سے کہہ رکھا تھا کہ ہمارے عقب میں لگے رہیں اور ذرا اشارہ پاکر فوراً موقعہ پر پہونچ جائیں ہمارے ساتھ ایک شکاری کتا بھی تھا جو دوسرے کتوں سے زیادہ ممتاز ہے۔ اور خلیفہ کو اُس سے اس قدر اُنس ہے کہ اُسے دمشقی ریشم کی جھول پہنائی جاتی ہے اور سونے کے کڑے اُس کے ہاتھوں پیروں میں ڈالے گئے ہیں۔ بہرکیف ہم لوگ ایک جھاڑی کے پاس تھے کہ کتا بڑے زور شور سے

چلایا اور ہمارے سامنے سے دوڑ کر ایک جگہ کھڑا ہوا اور زور زور چلانے لگا اب ہم اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے اس طرح غیر معمولی طور پر چلانے سے سخت تعجب ہوا میں نے اُس طرف غور سے دیکھا تو ایک شبیہ نظر آئی۔ میں نے لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ ادھر دوڑ پڑے آخر کار وہاں ایک نوجوان نظر آیا جس کے ہاتھوں میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ اس نوجوان نے یکے بعد دیگرے تین آدمیوں کو جو اُس کی طرف بڑے تھے زخمی کیا۔ لوگ یہ حالت دیکھکر متفرق ہو گئے وہ خلیفہ کو ڈھونڈھ رہا تھا۔ میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لائیں لیکن قتل نہ کریں مگر اُس نے ان میں سے بھی پانچ آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا آخر کار بڑی مشکل سے لوگوں نے اسے گرفتار کیا اور خلیفہ کے روبرو حاضر کیا۔ میں نے آگے بڑھکر اُس کا حال خلیفہ سے عرض کیا۔ چنانچہ خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے دمشق روانہ کر دیا جائے اور اس کے بعد ممدوح نے شکار کا عزم فسخ کر دیا اور واپسی کا حکم دیا میں خلیفہ سے پہلے صرف اس لئے چلا آیا کہ مجھے اپنے ان چچا (عامر کی طرف اشارہ کر کے) سے کام تھا۔"

(۳۰)
یزید کی نگاہِ شوق سلمیٰ پر

جب عامر نے یہ افسانہ سنا تو اُسے اس بات میں ذرا بھی شبہ نہ رہا کہ جس شخص کو گرفتار کیا گیا ہے وہ عبدالرحمٰن ہے۔ لیکن اُسے حیرت تھی کہ ابن زیاد کا تیری ذات سے کونسا مقصد وابستہ ہے۔ پھر اُسے خیال گذرا کہ شاید عبدالرحمٰن ہی کے سلسلہ میں کوئی کام ہوگا کیونکہ جس شخص نے عبدالرحمٰن کی غمازی کی اُسے ہم سب کی غمازی کرتے ہوئے کیا توقف ہو سکتا تھا۔ یہ بات ذہن میں آتے ہی دنیا عامر کی نگاہوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ مگر اُس نے مردانہ صبر کیا اور عبیداللہ ابن زیاد کی طرف مخاطب ہو کر اُس نے کہا "جناب عالی کیا حکم ہے میں تو بندہ فرمان ہوں؟"

ابن زیاد:۔ "میں آپ سے کوئی ایسی چیز طلب کرونگا جو آپ کو ناگوار گذریگی۔ میں آپ سے رشتہ کا خواستگار ہوں۔ فرمائیے آپ رضامند ہیں؟"

عامر کو ایسا معلوم ہوا کہ اُس کے دل پر بجلی ٹوٹ پڑی حیرت میں تھا کہ کیا جواب دے یہ بھی ناممکن تھا کہ صریح انکار کر دے کیونکہ اپنے آپ کو اُس کے قبضہ قدرت میں دیکھتا تھا آخر اُس نے ارادہ کیا کہ کچھ بہانہ کرے۔ لیکن اس سے پہلے کہ عامر کچھ جواب دے اُس نے

دیکھا کہ ابن زیاد ایک طرف کھڑا ہو گیا اور باغ کی طرف غور سے دیکھنے لگا اور اس کے چہرہ پر حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ عامر بھی اس طرف متوجہ ہوا اور اس نے دیکھا کہ باغ کی چہار دیواری کے پاس کثرت سے فوجی لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ آخر کار اس کی نگاہ یزید پر پڑی جو پیادہ پا دیر کی طرف آ رہا تھا۔ رئیس بھی یزید کے اس طرح یکایک آنے سے حیران رہ گیا اور صحن کی طرف جھپٹا یہاں اسے یزید کا کتا نظر پڑا جو اطلسی جھول پہنے ہوئے تھا جیسا کہ ابھی ابھی ابن زیاد بیان کر چکا تھا۔ کتے نے جب رئیس کو دیکھا تو بھاگ کر سلمیٰ کے حجرہ کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں یزید بھی کتے کو ڈھونڈھتا ہوا آ پہنچا اور جب اسے نہ پایا تو ڈھونڈھتا ہوا سلمیٰ کے حجرہ میں داخل ہو گیا کیونکہ اسے یہ کتا بہت عزیز تھا۔

اس وقت سلمیٰ کے حجرہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا اور وہ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھی تھی ایک ہاتھ پر سر تھا اور دوسرے ہاتھ میں رومال تھا جس سے آنسو پونچھ رہی تھی۔ اس وقت وہ غم کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی اور اپنے عاشق کو یاد کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ خدا جانے وہ اس وقت کن مشکلات و مصائب میں مبتلا ہوگا۔ صبح کو اس نے چڑیا سے جو شگون لیا تھا اس کا اثر بھی اس کے قلب پر تھا اس کے رخسارے سرخ ہو رہے تھے بال کھلے ہوئے تھے اور ان کا کچھ حصہ پیشانی پر آ گیا تھا۔ آستینیں اوپر کو چڑھی ہوئی تھیں اور بازوؤں کا زیادہ حصہ کھلا ہوا تھا اور اس انداز اشکباری نے اسے ہمیشہ سے زیادہ حسین بنا دیا تھا۔

وہ اسی حالت میں تھی کہ یکایک زیور کی جھنکار نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور نظر اٹھا کر دیکھا تو یہ کتا اسے سامنے نظر آیا۔ اس کو دیکھتے ہوئے اسے یزید کا خیال آیا اور اس کا دل بے چین ہونے لگا اس کے بعد ہی فوراً اس نے یزید کو بھی اپنے حجرہ میں دیکھا یزید کو دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے چہرہ پر نقاب ڈالنا چاہا مگر اتفاق سے وہ اس وقت نقاب نہیں پہنے تھی مگر اس نے اپنے بالوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ سلمیٰ چہرہ چھپائے یزید نے اسے دیکھ لیا اور بالکل مبہوت و از خود رفتہ ہو کر رہ گیا اور کتے کا خیال ایک لمحہ کے لئے اس کے دل سے فراموش ہو گیا۔

سلمیٰ نے اپنا چہرہ آستین سے چھپا لیا۔ شرم و خوف نے اس پر ہجوم کیا۔ وہ بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی تھی۔ حیران تھی کہ کیونکر اپنے آپ کو چھپائے۔ مگر اس خوف و دہشت نے اس کے رنگ اور حسن کو اور دوبالا کر دیا آخر دیوار کی طرف وہ مڑ گئی اور یزید کی طرف سے پیٹھ کر لی۔

یزید اس حیرت انگیز حسن وجمال سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اس کا دل ہاتھ سے جاتا رہا اور اس نے بے اختیار ہو کر کہا "اے حسینہ، اپنے چاند سے چہرہ کو خدا کے لئے نہ چھپا۔"

۱۳

"یزید کا پیام"

سلمٰی خاموش بیٹھی رہی خون اس کی رگوں میں منجمد ہو گیا یزید چند لمحوں میں اس کے حجرہ سے باہر چلا گیا لیکن اس کا دل سلمٰی کے عشق میں قابو سے باہر تھا۔ ابن زیاد اور رئیس باہر صحن میں کھڑے تھے جب کہ انہوں نے یزید کو سلمٰی کے حجرہ سے نکلتے ہوئے دیکھا۔ ابن زیاد کو بڑا رشک پیدا ہوا اور وہ اپنے دل میں ڈرا کہ اگر خلیفہ نے سلمٰی کو دیکھ لیا اور فریفتہ ہو گیا تو پھر اس کے لئے کوئی امید باقی نہ رہے گی۔ لیکن اس نے بڑی کوشش سے اپنے ان جذبات کو دبایا اور خلیفہ سے خوش طبعی کے طور پر کہا "میں دیکھتا ہوں کہ خلیفہ اس کتے پر اور زیادہ مہربان ہو گئے ہیں جب سے اس نے آج صبح شکار کیا ہے۔"

یزید: (مسکرا کر) لیکن اس نے میرے لئے ایک اور شکار کیا ہے جو پہلے سے زیادہ قیمتی ہے۔"

ابن زیاد اس تلمیح کو اچھی طرح سمجھ گیا اس کی غیرت کو حرکت پیدا ہوئی لیکن اس نے اپنا احساس مخفی رکھنے کی کوشش کی اور اپنے اوپر لعنت بھیجی کہ میں نے کتے کی کیوں تعریف کی اور اس گھڑی پر افسوس کیا جس میں وہ یہ کو آیا تھا آخر اس نے ایک خادم کو آواز دی کہ کتے کو تھام لے اس کے بعد خلیفہ سے دریافت کیا کہ وہ ٹھہرے گا یا دارالخلافہ کو اسی وقت روانہ ہو جائے گا۔ خلیفہ نے روانگی کا حکم دیا۔ رئیس دیر خلیفہ سے ٹھہرنے اور دیر ہی میں آرام کرنے کی استدعا کر رہا تھا۔ لیکن خلیفہ نے معذرت کی اور کہا کہ مجھے دمشق میں پہنچنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس کے بعد اس نے رئیس کے ساتھ چند لمحوں کے خلوت چاہی۔ رئیس اس کے ساتھ روانہ ہوا اور ابن زیاد پہلی جگہ پر کھڑا رہا لیکن اس کی آنکھیں یزید پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس خلوت کا منشا کیا ہے۔ جب یزید اور رئیس تنہا ہوئے تو یزید نے سلمٰی کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون ہے۔ رئیس نے جواب دیا کہ وہ ایک تاجر کی لڑکی ہے جسے عراق سے آئے ہوئے چند روز گذرے ہیں۔"

یزید: کیا وہ دوشیزہ ہے؟"

رئیس: امیر المومنین، میرا تو یہی خیال ہے۔

یزید: یہ خوشی کی بات ہے! کیا تم میرا پیام محبت اُس کے کانوں تک پہونچا سکتے ہو۔

رئیس: بسرو چشم۔

یزید نے اور کچھ نہیں کہا اور سوار ہو گیا۔ ابن زیاد اور دیگر خدم و حشم بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ اُسوقت عامر بدستور چھت پر کھڑا ہوا اور یزید کی حرکتیں بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اُس نے یہ بھی دیکھا کہ یزید اور رئیس نے تنہا ہو کر بھی کچھ باتیں کیں۔

جب یزید اور اُس کے آدمی چلے گئے تو رئیس چھت پر واپس آیا لیکن اُس کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا اور اُس کے لبوں پر تبسم تھا۔ عامر نے رئیس کو استفہامی نگاہوں سے دیکھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہے رئیس نے کہا کہ "میں تم کو تمہاری خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں۔"

عامر: یہ کیونکر

رئیس: خلیفہ کو آپ کی لڑکی پسند آگئی۔

عامر کو سخت ناگوار گذرا مگر اُس نے ظاہرداری کے طور پر کہا۔

عامر: مگر آپ کو کیونکر معلوم ہوا؟"

رئیس: "مجھے خلیفہ کے فحوائے کلام سے معلوم ہوا کہ وہ تم کو اپنے رشتہ کی عزت دینا چاہتے ہیں۔"

یہ سنکر عامر کو سخت تشویش پیدا ہوئی اور یکایک طرح طرح کے تفکرات نے اُسی کے دل میں ہجوم کیا۔ مگر وہ حیران تھا کہ کیا کرے۔ عبدالرحمٰن کی یہ حالت تھی کہ وہ زبید میں تھا سلمٰی کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اس کو اگر اپنے عاشق کی اس مصیبت کا حال معلوم ہوتا تو شاید اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتی اور اس یزید کے رشتہ کی خبر اُسے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیتی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیونکر اِن مشکلات سے عہدہ برآ ہو۔

سلمٰی کا حال سنئے کہ جب یزید اُس کے حجرہ سے باہر نکل گیا تو اُس نے دروازہ بند کر لیا اور ان الفاظ پر سلمٰی خود رنگی میں غور کرنے لگی جو اُس نے یزید کی زبان سے سنے تھے۔ اور اس نے باسانی یزید کی زبان سے سنے تھے۔ اور اس نے باسانی یزید کے دلی جذبات کا بھی اندازہ کر لیا اور حیران تھی کہ دیکھئے کیا ہونے والا ہے۔ اسی اثنا میں اُسے عبدالرحمٰن کی یاد آئی اور تمام مصائب کو بھول گئی اور عامر کا انتظار کرنے لگی تاکہ شاید وہ اسپنے عاشق کے متعلق کوئی نئی خبر سنے لیکن وہ حجرہ سے باہر نکلنے کی اسوجہ سے جرارت نہ کر سکی کہ شاید یزید ابھی میں

میں موجود ہو"

(۲۲)
عبدالرحمٰن کی اسیری کی اطلاع

وہ اسی غور وفکر میں تھی کہ عامر نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ عامر نے دیکھا کہ رنج وغم کے آثار سلمٰی کے چہرہ سے نمایاں ہیں کثرتِ اشکباری سے اُس کی آنکھیں متورم ہیں۔ وہ حیران تھا کہ کن الفاظ میں اُسے عبدالرحمٰن کی سرگذشت غم سنائے۔ آخر اُس نے یہ مناسب سمجھا کہ جب تک سلمٰی خود سوال نہ کرے مجھے خاموش رہنا چاہیئے۔ مگر سلمٰی اُس کے چہرہ سے اُسکے دلی حزن وملال کو فوراً پہچان گئی اور اُس نے پوچھا۔

سلمٰی: "چچا کیوں خیریت تو ہے؟"

عامر: "ہاں خیریت ہی ہے"

سلمٰی: "پھر عبدالرحمٰن نے تیر پھینکا؟"

عامر: "ہاں مگر میرے دل میں!"

اب سلمٰی کو محسوس ہوا کہ عامر نے ضرور کوئی خبر بد سنی ہے۔

سلمٰی: "عبدالرحمٰن کہاں ہیں! اُنپر کیا گذری؟"

عامر: "(رک رک کر) اب تک کچھ حال معلوم نہیں ہوا لیکن....."

سلمٰی: "لیکن سے کیا مطلب؟ کیا قتل ہو گئے۔ بتاؤ تو سہی" (رونے لگی)

عامر: "ایسا تو نہیں ہوا لیکن وہ قید کر دیئے گئے!"

سلمٰی نے منھ پیٹا اور زار زار روئی اور پھر پوچھا۔

سلمٰی: "ان کو کس نے قید کیا اور کیونکر؟"

عامر نے سلمٰی کو تسلی دی اور ابن زیاد سے جو کچھ سنا تھا وہ بیان کیا لیکن پیام وغیرہ کا حال نہیں کہا جب عامر کی گفتگو ختم ہو گئی تو سلمٰی کی آہ وزاری پھر شروع ہوئی اور اُس نے روتی ہوئی آواز میں کہا "خدا انکا برا کرے اُسے قید کر لیا چچا تم نے میرے شگون کا حال دیکھا حالانکہ تم مجھے مغالطہ دیرہے تھے۔ افسوس اسی کا تو مجھے ڈر تھا۔ کہو اب کیا کرنا چاہیئے؟"

عامر بالکل خاموش تھا اور اُس کے چہرہ سے دلی تفکرات نمایاں ہورہے تھے آخر

سلمیٰ نے پھر پوچھا "کہو چچا اب تمہاری کیا رائے ہے۔
عامر: "سلمیٰ، عجلت نہ کرو۔ ذرا صبر لو اور خدا پر بھروسہ رکھو۔ دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔"
سلمیٰ: "کیونکر صبر کروں جب کہ عبدالرحمٰن قید میں ہے اور نہ جانے اس پر وہاں کیا گذر رہی ہوگی۔"
سلمیٰ نے یہ الفاظ کہے اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہ گیا عامر حیران تھا کہ کیونکر سلمیٰ کو تسلی دے اور نیز اسکو اس خیال سے کہ ابن زیاد نے اس کی درخواست کی تھی وہ اور بھی گھبرا رہا تھا لیکن وہ سلمیٰ کو آگاہ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس سے اس کے رنج و غم میں اور اضافہ ہو جانے کا احتمال تھا۔ آخر اس نے کہا۔
عامر: "اب شام ہو رہی ہے۔ رات اندھیری ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے جس طرح ممکن ہو کل صبح کا انتظار کرنا چاہیئے۔ صبح بھی کچھ دور نہیں ہے۔"
سلمیٰ: "مجھے رات طولانی معلوم ہوتی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں عبدالرحمٰن کے دشمنوں پر کوئی مصیبت نازل ہو۔ خدا کے لئے اب دیر نہ کرو۔"
عامر: "مجھے امید نہیں کہ اس کو صدمہ پہنچانے میں یہ لوگ عجلت کریں۔ غالباً کچھ موقع دینگے اور اس کی سرگذشت دریافت کرینگے۔ میری رائے ہے کہ کل میں کھجوریں لے کر دمشق جاؤں اور اس بہانہ سے حالات دریافت کروں۔"
سلمیٰ: "اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو کل صبح کا انتظار کرنا چاہیئے۔ بہتر ہے میں صبر کرتی ہوں۔"

(۳۳)
شمع حسن کا تیسرا پروانہ

دونوں نے یہ رات بڑی بے چینی میں بسر کی سلمیٰ نے کچھ نہیں کھایا اور عامر تمام رات ان منصوبوں میں لگا رہا کہ کس طرح عبدالرحمٰن کا حال دریافت کرنا چاہیئے۔
جب صبح ہوئی تو عامر نے اپنے اونٹوں کو سنبھالا اور سوداگروں کا بھیس بدل کر دمشق روانہ ہوا سلمیٰ اس کے لئے دعائیں مانگ رہی تھی لیکن اس کا دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو شمر نے عامر کے لئے بھی کوئی جال بچھا رکھا ہو۔ جب عامر سلمیٰ کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو اس نے دروازہ بند کر لیا اور اپنے عاشق کی یاد میں بے اختیار رونے لگی

وہ اسی حالت میں تھی کہ اُسے پیروں کی چاپ محسوس ہوئی۔ آواز بالکل رئیس کی سی تھی اس کا کلیجہ اچھلنے لگا کہ دیکھیے اب کیا ہونے والا ہے۔

جب دستک دی گئی تو اس نے دروازہ کھولا اور گویا اس پر بجلیاں ٹوٹ پڑیں جب اُس نے رئیس اور شمر کو دروازہ پر کھڑا ہوا پایا۔ دونوں لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے اور ان کے پاس سے عطر کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ شمر تو بالکل دولہا بنا ہوا تھا۔ جب سلمیٰ نے اُس کے جسم پر برص کے داغ دیکھے تو سر سے پاؤں تک کانپ گئی اور اُس نے ارادہ کیا کہ اُسے برا بھلا کہے لیکن اپنی رسوائی سے ڈری لہذا اُس نے صبر سے کام لیا۔ مگر اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔

رئیس :۔ "تمہارا باپ کہاں ہے؟"

سلمیٰ :۔ "میرا خیال ہے کہ وہ آج صبح کھجوریں لے کر دمشق گئے ہیں۔ آپ کا اُن سے کیا کام ہے؟"

رئیس :۔ "خلیفہ نے ان صاحب کو کسی معاملہ کے متعلق ان کے پاس بھیجا ہے۔"

یہ سنکر سلمیٰ کا کلیجہ دھک سے ہو گیا مگر اُس نے صبر کیا اور کہا "اچھا تو میرے والد اسوقت یہاں موجود نہیں ہیں۔"

سلمیٰ کا خیال تھا کہ اتنا سنکر شمر چلا جائے گا۔ لیکن وہ ملعون مسکرایا اور کہنے لگا "خیر اگر وہ موجود نہیں تو پروا نہیں میں خلیفہ کے اس حکم نامہ کے مطابق تم سے بھی اسی طرح گفتگو کر سکتا ہوں جس طرح تمہارے باپ سے" یہ کہکر وہ حجرہ میں داخل ہو گیا۔ اور رئیس الاخائن کی طرف چلا گیا۔ سلمیٰ جہاں کھڑی تھی وہاں کھڑی رہ گئی وہ بالکل لرزہ براندام تھی۔ اضطراب اس کے چہرہ سے ظاہر تھا۔ اُس نے جلدی سے نقاب ڈال لیا اور اب اگرچہ آنکھوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن شمر اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو رہی ہے۔ چنانچہ اُس نے کہا۔

شمر :۔ "صاحبہ، آپ خوفزدہ نہ ہوں، اور یہ نہ خیال کریں کہ میں آپ کو کچھ نقصان پہنچانے والا ہوں۔ لڑائی پکڑ کر میں صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ اس چہرہ کو پہچان لیں۔"

سلمیٰ :۔ "آخر اس کی وجہ؟"

شمر :۔ "اگر آپ اسکو پہچان لینگی تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں آپ کا پرانا پڑوسی ہوں اور میں آپ کے والد اور سرپرست عامر کے دوستوں میں ہوں۔" (یہ کہکر خوب ہنسا)

سلمیٰ نے محسوس کیا کہ وہ اپنی واقفیت جتا کر افشائے راز سے ڈرا رہا ہے کیونکہ اُس کے چہرہ سے مکاری ٹپک رہی تھی۔ اسوقت سلمیٰ کو عامر کے جانے اور اپنے تنہا رہ جانے پر بڑی ندامت ہوگی۔ مگر اُس نے جراءت کر کے کہا۔

سلمیٰ: "اچھا اگر تم ہمارے پڑوسی ہو تو اس سے کیا ہوتا ہے؟"

شمر: "اے حسینوں کی شہزادی، میں تو تمہاری نگاہِ کرم کا امیدوار بنکر آیا ہوں، تم خفا نہو۔"

سلمیٰ اب سمجھی کہ اس مہربانی کی تہ میں مدعا کیا ہے۔ خون اُس کے دماغ کی طرف چڑھنے لگا اور اس کا خوف غصہ سے بدل گیا اور اُس نے کہا۔

سلمیٰ: "تم میرے باپ سے کچھ کہنے کے لئے آئے تھے وہ موجود نہیں ہیں اب وہ جس وقت آجائیں اُن سے گفتگو کرنا۔"

شمر: "لیکن اُن سے گفتگو کرنا بیکار جب تم رضامند نہیں ہو۔"

سلمیٰ: "تم ایک اجنبی دوشیزہ سے ایسی باتیں کر رہے ہو جو کسی طرح مناسب نہیں۔"

شمر: (حقارت سے) "یہ کیسے کہتی ہو کہ تم مجھے نہیں پہچانتیں میرا تو خیال کچھ اور ہے آخر تم اس لڑکے پر کبتک فریفتہ رہوگی۔"

(۱۳)
سلمیٰ کا غیظ و جلال

اس مصیبت پر سلمیٰ سے صبر نہ ہو سکا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بیساختہ جاری ہوگئے مگر اُس نے اپنا منھ پھیر لیا تاکہ شمر اُس کی کمزوری سے واقف ہو کر اور زیادہ دلیر نہ ہو۔

شمر نے جب سلمیٰ کو روتے ہوئے دیکھا تو سمجھا کہ وہ رضامند ہے اور اس کے قریب پہونچکر بہت نرمی کے ساتھ کہنے لگا۔

شمر: "سلمیٰ سلمیٰ روؤ نہیں میں اگرچہ تمہارے اور عامر و عبد الرحمن کے کل اسرار سے واقف ہوں لیکن میں تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچاؤنگا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارا چچازاد بھائی عبد الرحمن اسیر ہو گیا اور اگر میں چاہتا تو تمہارا اور عامر کا بھی یہی حشر ہوتا لیکن میرے دل نے نہ چاہا کیونکہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پیاری سلمیٰ اگر تم نے میری درخواست قبول کر لی اور میری اطاعت کی تو میرے ساتھ بڑے عیش و آرام سے رہوگی۔ میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ عبد الرحمن ہمارے قبضہ میں ہے اور اب تم اس کی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو اور

اپنی اور عامر کی خیر مناؤ ورنہ موت تم دونوں سے بہت قریب ہے۔"

سلمیٰ: "مردود، خوب سمجھ لے کہ تو یا تیرا خلیفہ عبدالرحمٰن کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

شمر: (خوب ہنسکر) "سچ کہتی ہو کہ یہ بات ہمارے امکان میں نہیں، شاید تم میری گفتگو نہ سمجھ سکو، تم کو معلوم نہیں کہ اس وقت عبدالرحمٰن ہمارے پاس قید ہے۔ اُس نے تو یزید کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اتنے بڑے جرم کی سزا قتل کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ سلمیٰ اس ہٹ سے باز آؤ اور ایک ناصح کی نصیحت سے فائدہ اٹھاؤ۔"

سلمیٰ: "تم یہ نہ سمجھو کہ میں حالات سے ناواقف ہوں۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ عبدالرحمٰن اسیر ہے۔ تم نے اُس کی غمازی کی ہے۔ اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تم میرے متعلق بھی غمازی کر سکتے ہو۔ یہ سب جان بوجھ کر میں موت کا خیر مقدم کرتی ہوں۔ لیکن اے ملعون تیرے ساتھ زندگی بسر کرنا منظور نہیں۔ تو مجھکو موت سے ڈراتا ہے لیکن میں اس کو نہایت آسان سمجھتی ہوں اور تیرے قرب پر اُس کو ترجیح دیتی ہوں تجھکو معلوم نہیں کہ میری نگاہ میں زندگی اور موت برابر ہے۔"

سلمیٰ کی ان باتوں نے شمر کے دل پر تیر کی طرح اثر کیا وہ اس عرصہ دراز سے فریفتہ تھا اور خیال سے وہ اس پر عرصہ دراز سے فریفتہ تھا اور اسی خیال سے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو لیا تھا اور اسی امید میں اُس نے عبدالرحمٰن کی مخبری کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبدالرحمٰن کی موجودگی میں کامیابی دشوار ہے۔ سلمیٰ کی گفتگو سے مایوس ہو کر اُس نے عامر سے اس موضوع پر بات چیت کا ارادہ کیا لیکن ایک بار پھر اُس نے سلمیٰ سے کہا۔

شمر: "سلمیٰ، تم بھی کیسی نادان ہو، میں سمجھتا تھا کہ تم عقلمند ہو گی۔ خیر اگر تم ایسی ہی احمق اور مغرور ہو اور باوجودیکہ میں تم کو زندگی بخش رہا ہوں۔ تم اُس کا خیال نہیں کرتی ہو تو اب اپنی تباہی کی ذمہ دار تم خود ہو۔"

سلمیٰ: "جاؤ۔ جو تمہارا جی چاہے کرو، یہاں سے چلے جاؤ اور جو چاہو کہو۔"

سلمیٰ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر شمر نہایت غضبناک ہوا اور سلمیٰ کو بُرا بھلا کہتا ہوا روانہ ہوا لیکن ابھی اس کے دل میں خفیف سی امید عامر کی طرف سے باقی تھی لہذا وہ دیر میں ٹھہر گیا۔

شمر کے جانے کے بعد سلمیٰ نے دروازہ بند کر لیا اور زار زار رونا شروع کیا۔ اسے عبدالرحمٰن کے قتل کئے جانے کا یقین ہو گیا تھا۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ عامر آجائے تو وہ دیر سے روانہ ہونے کی تیاری کرے کیونکہ اب اُس کا ٹھہرنا بیکار تھا۔

(۳۵)

عزم سفر

دن کا بڑا حصہ گزر گیا وہ بدستور روتی رہی تھی۔ کھانے پینے کی طرف اُس نے قطعاً توجہ نہیں کی آخر کار جب دوپہر قریب ہوئی تو اُس نے کسی آنے والے پیروں کی چاپ سنی اور یہ معلوم ہوا کہ تیز تیز کوئی شخص چلا آ رہا ہے۔ اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد دروازہ کھلا اور عامر داخل ہوا مگر اُس کے چہرہ سے خوف و وحشت کے آثار نمایاں تھے جس سے سلمیٰ کے اضطراب میں اور اضافہ ہوگیا

سلمیٰ: "کہو، تم نے کیا سنا؟"

عامر: "کوئی گھبرانے کی بات نہیں، مگر تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا کوئی آیا تھا؟ کوئی نئی خبر تم نے سنی؟"

سلمیٰ: "میرا حال پوچھنا بیکار ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ عبدالرحمٰن قید میں ہے۔ پھر کیا تم چاہتے ہو کہ میں ہنسوں، کہو تم کو کچھ حال معلوم ہوا تم آخر اس قدر مضطرب کیوں ہو۔ جلد بتاؤ۔"

عامر: "عبدالرحمٰن کی نسبت تو صرف اس قدر معلوم ہوا کہ وہ قید خانہ میں ہے مگر ابھی زندہ ہے اور سر دست کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے۔ لیکن میرے اضطراب کا سبب یہ ہے کہ میں نے دیر کے دروازہ پر ایک سوار دیکھا۔ میں نے خیال کیا کہ شاید وہ سرکاری سوار ہے اور ہم لوگوں کو کچھ مضرت پہونچائے۔ اسی وجہ سے میں پریشان ہو رہا ہوں۔"

سلمیٰ: "میری رائے میں اب اس دیر سے نکل جانا چاہئے اور کسی دوسری جگہ چھپ جانا چاہئے۔"

عامر: "ہاں، مگر مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر اس وقت ہم نکلے تو شاید اس سوار سے ہم کو کچھ نقصان پہنچے لہذا مناسب یہ ہے کہ ہم کچھ دیر صبر کریں۔"

سلمیٰ: "(شمر کا واقعہ یاد کر کے) بالکل ممکن ہے کہ یہ سوار وہی ابرص ہو۔"

عامر: "ابرص کا کیا واقعہ ہے کیا وہ آج دیر میں آیا تھا؟"

سلمیٰ: "ہاں آیا تھا اور ایک ایسی بات کی خواہش ظاہر کی جسے بنی امیہ میں سے کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا۔"

عامر: "اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا اُس نے تم سے شادی کی درخواست کی؟"

سلمیٰ: "ہاں تمہارے جانے کے بعد صبح کو وہ آیا اور مجھے اس مقصد کے لئے رضامند کرنے کی بہت کوشش کی اور جب اُس نے میری بے توجہی دیکھی تو خفا ہو کر چلا گیا۔ اور مجھے یہ دھمکی دے گیا ہے کہ خلیفہ سے میری غمازی کرے گا۔ اب مجھے اپنی تنہائی اور بے بسی کا بڑا سوچ ہے اور میری

رائے میں اب یہاں سے چل دینے کے سوا اور کوئی مفر نہیں ہے۔ (عامر ہاتھ ملکر) اے شمر مکار دغاباز خدا تجھے غارت کرے، سلمیٰ تم نے غضب کیا تم کو چاہئے تھا کہ اُس کی تالیف قلب کرتیں اور اسوقت تک اس کو امیدوار رکھتیں کہ ہم اس دیر سے نکل جاتے تم کو معلوم ہے کہ ہم بالکل اُس کے ہاتھ میں ہیں اور وہی ایک ایسا ہے جو ہماری حقیقت حال سے واقف ہے۔ خیر خدا کا شکر ہے، اب جو اُسے منظور ہو"

سلمیٰ:- "چچا تم مجھ کو ملامت نہ کرو۔ کیونکہ میرا دل قابو میں نہیں رہا میں اُس کو جھڑکنے اور یہاں سے نکالدینے پر مجبور تھی جو کچھ مصیبتیں مجھ پر نازل ہو چکی ہیں اُن کے بعد اب مجھ کو زندگی کی تمنا نہیں"

باتیں کرتے کرتے یکایک چپ ہو گئی اور اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپکنے لگے۔

عامر:- (نادم ہوکر) "سلمیٰ میں تم کو ملامت نہیں کرتا اور اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں بھی اُس کے ساتھ اس سے ہی بدتر برتاؤ کرتا۔ اب میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ اسی طرح کے ایک واقعہ کا مجھے کل سامنا ہو چکا ہے۔ میں نے تم سے کہا نہیں لیکن ابن زیاد نے بھی مجھ سے اسی قسم کی درخواست کی تھی"

سلمیٰ:- "وہ کیا؟"

عامر:- (کل کا واقعہ بیان کر کے) "مگر میں نے اُس کے قہر و غضب کے خوف سے بات ٹال دی اب ہم کو صرف ارادہ کرنا ہی باقی ہے کیونکہ میں نے اونٹوں اور کھجوروں کو فروخت کر دیا ہے اور ان کپڑوں کے سوا کوئی سامان باقی نہیں ہے"

عامر نے یہ کہکر کپڑوں کو باندھنا اور منتشر چیزوں کو مجتمع کرنا شروع کیا۔ وہ اس کام میں مصروف تھا کہ اُس نے رئیس دیر کی آواز سنی جو اُسے پکار رہا تھا۔ دروازہ کھولکر دیکھا تو رئیس کھڑا ہوا تھا اور اس کے چہرہ سے خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ رئیس کی نگاہ عامر پر پڑی تو اس نے اشارہ سے کہا کہ میرے ساتھ آؤ لیکن کوئی گفتگو نہیں کی۔

(٣٦)

"یزید کا قاصد"

رئیس کے چہرہ پر آثار مسرت دیکھ کر عامر کو گونہ اطمینان ہوا۔ اُس نے حجرہ میں واپس آکر سلمیٰ سے کہا کہ رئیس مجھے بلا رہا ہے اور میں اُس کے پاس جاتا ہوں یہ کہکر وہ جلدی سے رئیس کے پاس آگیا اور اس کے ساتھ ساتھ بالاخانہ پر روانہ ہوا۔ یہ لوگ بالاخانہ کے کمرہ میں داخل

ہوئے وہاں عبید اللہ ابن زیاد ایک مسند پر بیٹھا ہوا تھا عامر یہ دیکھکر بہت متفکر ہوا اور کسی قدر اُس کے دل میں خوف بھی پیدا ہوا اور اُسے یقین ہو گیا کہ ابن زیاد اس وقت صرف پیام شادی دینے کے لئے آیا ہے۔ لیکن اُس نے مردانہ وار صبر کیا اور اپنے چہرہ سے مسرت و شادمانی نمایاں کرنے کی کوشش کی۔ ابن زیاد عامر کو دیکھکر اٹھ کھڑا ہوا اور عامر کو اپنے پاس بٹھایا رئیس دروازہ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس کے بعد عامر نے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔

عامر۔ خلیفہ کا مزاج کیسا ہے؟"

ابن زیاد:" خلیفہ خیریت سے ہیں مجھے ممدوح نے اس لئے بھیجا ہے کہ میں آپ کو ایک خوشخبری سناؤں جو غالباً آپ کو مسرور کرے گی اگرچہ میں اُس سے مغموم ہوں"

عامر:" پہلے تو خاموش رہا پھر یہ سوچ کر کہ اس سے تحقیر نہ سمجھی جائے کہا کہ ہم خلیفہ کے تابع ہیں اور جو کچھ حکم ہو اُس کو بجا لانا ہمارا فرض ہے"

ابن زیاد:" تم کو معلوم ہے کہ تمہاری لڑکی کے متعلق میرے دل میں کس قسم کے خیالات ہیں چنانچہ کل میں نے تم کو اپنی شادی کا پیام بھی دیا تھا جو عامر تمکو یاد ہے نا؟"

عامر" ہاں جناب عالی"

ابن زیاد" میرا ارادہ تھا کہ میں اس کے متعلق تم سے پھر گفتگو کرونگا تاکہ بات کچھ ہو جائے لیکن **خلیفہ** نے مجھ پر سبقت کی کیونکہ اتفاق سے انہوں نے تمہاری لڑکی کو دیکھ لیا اور پسند فرما لیا۔ اب ممدوح کی خواہش ہے کہ تم کو اپنے رشتہ سے امتیاز بخشیں اور تمہاری لڑکی حرم سرائے خلافت میں داخل کر لی جائے"

اس گفتگو کا اثر عامر کے دل پر اس قدر ہوا کہ گویا اُس پر بجلیاں ٹوٹ پڑیں لیکن وہ خاموش رہا۔ مگر ابن زیاد نے عامر کی خاموشی سے یہ نتیجہ نہیں نکالا کہ اُسے کوئی غم پہونچا ہے بلکہ اُس نے یہ سمجھا کہ اس نعمت عظمیٰ کے حصول پر ہجوم مسرت نے اُسے خاموش کر دیا ہے۔ لہذا اُس نے پھر سلسلۂ سخن شروع کیا۔

ابن زیاد۔ اگر خلیفہ مجھ پر سبقت نہ لیجاتے تو میں تم سے رشتہ کر کے اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھتا لیکن اب اُن کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی"

عامر نے اس کے جواب میں مبارکباد کے الفاظ کے سوا اور کچھ نہیں کہا۔ اسکو سخت تفکر تھا کہ اس موقع پر کیا کرے کبھی وہ اپنے دل سے کہتا تھا کہ یہ عذر کرے کہ سلمٰی کی نسبت

ایک دوسرے جوان سے ہو چکی ہے. لیکن پھر اس نے سوچا کہ اگر یہ سوال کیا گیا کہ وہ نوجوان کون ہے تو میں کیا جواب دوں گا آخر اس کے سوا اسے کچھ چارہ کار نظر نہ آیا کہ سردست اس درخواست کو قبول کر لے اور پھر فرار کی کوئی صورت نکالے. چنانچہ اس نے مسکرا کر کہا:

عامر: اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے. خلیفہ سے رشتہ کا قرب انتہائی خوش قسمتی ہے. میری لڑکی خلیفہ کی لونڈی ہے. لیکن خلیفہ سے میری درخواست ہے کہ مجھے ایک دو دن کی مہلت عطا فرمائیں کیونکہ میری لڑکی تو خیر ناتجربہ کار ہے وہ جب اس خبر کو سنے گی تو اس کو ابتداً بڑا خوف پیدا ہوگا اور چونکہ خواب میں بھی اس عزت افزائی کا اسے خیال نہیں گذرا ہے اس لئے ممکن ہے کہ اسے تعجب و حیرت ہو اور وہ گھبرا جائے. علاوہ بریں آج صبح سے اس کی طبیعت بھی کسی قدر ناساز ہے"

ابن زیاد: مجھے امید ہے کہ خلیفہ تمہاری اس درخواست کو خوشی سے قبول کریں گے اور وہی بات کریں گے جو اس کی عروس کے آرام و راحت کا باعث ہو بلکہ ممکن ہے کہ کوئی خادمہ اس کی خدمت کے لئے روانہ فرمائیں تاکہ زیادہ آرام پہونچے:

عامر نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور ابن زیاد نے اس کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کیا اور اس کے بعد وہ یہ سے رخصت ہو گیا۔

(۲۷)
حیرت انگیز انقلاب

اس کے بعد عامر سلمیٰ کی طرف روانہ ہوا تاکہ اس معاملہ میں اس کی رائے دریافت کرے. سلمیٰ کا حال انتظار میں خراب ہو رہا تھا. سلمیٰ نے عامر کو دیکھ کر فوراً دریافت کیا کہ کہو خیر تو ہے؟"

عامر: اب ہم کو فوراً بھاگ چلنا چاہئے کیونکہ اب بھاگنے کے سوا مخلصی کی کوئی صورت نہیں:

سلمیٰ: آخر کیوں؟ کوئی نئی بات پیدا ہوئی؟

عامر: ایک بڑی مشکل میں مبتلا ہو گئے ہیں افسوس اسی کا اندیشہ تھا:

سلمیٰ: وہ کیا؟

عامر نے تمام واقعات بیان کئے اور سلمیٰ کے چہرہ کی طرف دیکھتا رہا مگر وہ ذرا بھی خائف اور رنجیدہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ عامر نے سلمیٰ سے دریافت کیا۔

عامر: کہو سلمیٰ۔ تمہاری کیا رائے ہے اب ہم کو فرار میں عجلت کرنی چاہیئے نا؟"

سلمیٰ: آخر فرار کی ضرورت کیا ہے؟"

عامر: (متحیر ہوکر) یہ سوال کیسا ہے؟ کیا اس خوفناک حالت سے ہم کو بچنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے؟"

سلمیٰ: کیا خلیفہ کے ساتھ اس قدر قریبی تعلقات پیدا کر لینا خوفناک حالت ہے؟" ہنسنے لگی۔

عامر: (اور زیادہ متعجب ہوکر) سچ کہتی ہو خلفاء کے ساتھ تعلقات کا قائم کرنا نہایت خوش قسمتی ہے لیکن بہتر ہے کہ اس خوش قسمتی کے حصول سے پہلے ہم روانہ ہو جائیں۔"

سلمیٰ: ہم ایک ایسی خوش قسمتی کیونکر ہاتھ سے جانے دیں جس کی ہر شخص کو تمنا ہو سکتی ہے۔ شاید تم سمجھ رہے ہو کہ میں تم سے مذاق کر رہی ہوں۔"

عامر: اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تم مذاق کر رہی ہو۔"

سلمیٰ: ہرگز نہیں میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ جب تم دیکھو گے کہ میں خلیفہ کی خوابگاہ میں پہونچ گئی تو اُس وقت تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں مذاق کر رہی ہوں یا سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔"

عامر کو سلمیٰ کی اس بات کا یقین نہیں آیا اور نہ بدستور یہ سمجھتا رہا کہ سلمیٰ مذاق سے یہ باتیں کہہ رہی ہے۔ اُس نے پھر کہا۔

عامر: سلمیٰ، اب دل لگی چھوڑ دو۔ وقت بہت کم ہے۔ چلو اب روانہ ہو جائیں ہم کو چاہیئے کہ علیحدہ علیحدہ روانہ ہوں کیونکہ ایک ساتھ جانے میں جب کہ اسباب بھی ہمارے ساتھ ہو گا لوگوں کو شبہ ہو گا۔"

سلمیٰ: اگر تم کو جانا ہے تو جاؤ باقی رہی میں تو خلیفہ کے وفد کا انتظار کرونگی۔"

عامر: میں کہتا ہوں کہ مذاق چھوڑ دو سلمیٰ یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔"

سلمیٰ: (نہایت سنجیدگی کے ساتھ) میں تم سے کہہ چکی کہ میں مذاق نہیں کر رہی ہوں بلکہ سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہی ہوں۔ میں یہاں سے اُس وقت تک نہ جاؤں گی جب تک خلیفہ کا وفد آکر مجھے نہ لے جائے۔ اگر تم کو یہ بات منظور نہیں ہے تو جو تمہارا جی چاہے کرو۔

عامر: (نہایت افسوس ہوکر) اگر سلمیٰ تم یہ باتیں سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہی ہو تو میں تمہاری باتوں سے متفق نہیں ہوں۔"

سلمیٰ: مجھے اس کی پروا نہیں۔"

عامر: کیا تمہارا منشا ہے کہ تم یزید کو اپنا شوہر بنانا چاہتی ہو؟"

سلمیٰ: یزید نہ کہو، خلیفہ وقت کہو۔"

یہ سنکر عامر کے حواس جاتے رہے اور اسے ایسا معلوم ہوا کہ گویا وہ عالم خواب میں ہے عامر سلمیٰ سے جب گفتگو کر رہا تھا تو اُس نے منتشر چیزوں کے اکٹھا کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب اُس نے سلمیٰ کا یہ ارادہ سنا تو ہاتھ میں جو کچھ تھا وہ چھوڑ دیا اور دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کو سلمیٰ کی گفتگو سے اس قدر حیرت ہوئی کہ ساکت وصامت کھڑا رہ گیا اُس نے اپنے دل میں کہا کہ کسی نے سچ کہا ہے کہ عورتیں بڑی ضعیف العقل ہوتی ہیں۔ اس لڑکی نے اپنے چچازاد بھائی کو بالکل فراموش کر دیا حالانکہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی محبت میں اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے گی اور اب اُس شخص سے شادی کرنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے جس کے قتل کے ارادہ سے آئی تھی۔

اللہ اللہ، ارے عبدالرحمٰن اس کے بعد اُس نے سلمیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔

عامر:۔ سلمیٰ:

سلمیٰ:۔ فرمائیے:

عامر:۔ کیا تم حجر بن عدی کی بیٹی ہو؟"

سلمیٰ:۔ میں نہیں جانتی:

عامر:۔ کیا کل تم اُس کی قبر پر اشکباری نہیں کر رہی تھیں؟" کیا اس کی طرف سے انتقام لینے کا تہیّہ نہیں کیا گیا تھا" کیا تم عبدالرحمٰن کا خنجر ہاتھ میں لے کر کھڑا ہونا بھول گئیں؟ کیا ہاتف کا قول تمہیں یاد نہیں رہا؟ کیا عبدالرحمٰن کو تم نے بالکل فراموش کر دیا۔؟ افسوس اس لئے فراموش کر دیا کہ وہ قید ہو گیا ہے۔ تم اُس شخص سے شادی کے لئے آمادہ ہوئی ہو جو تمہارے باپ کے قاتل کا بیٹا ہے؟ خدا کی پناہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ خداوندا میں عالم خواب میں ہوں یا عالم بیداری میں؟

سلمیٰ:۔ (باآواز بلند) نہیں نہیں تم عالم بیداری میں ہو؟"

(۳۸)

"پولٹیکل عشق"

یہ ضد دیکھ کر عامر کا خون خشک ہو گیا۔ اور یہ انقلاب معائنہ کر کے اس کے ہوش اڑ گئے۔ آنسو اُس کے آنکھوں سے گرنے لگے مگر اُس نے اپنی حالت کو اس خیال سے مخفی رکھا کہ اگر سلمیٰ دیکھ لے گی تو اُس کے کمزوری پر محمول کرے گی۔ وہ حجرہ سے باہر نکل گیا۔ لیکن متحیر تھا کہ کیا کرے اور کدھر جائے۔ وہ صحن تک پہنچا تھا کہ اس کو رئیس نے دیکھا اور پکارا جب عامر

اس کے پاس گیا تو اُس نے دریافت کیا کہ سلمٰی کیسی ہے اور اُس کا خیال کیا ہے؟ عامر حیران تھا کہ کیا جواب دے اس نے بڑی کوشش سے اپنے لبوں پر مصنوعی تبسم پیدا کیا اور کہا "بھلا اس خوش قسمتی پر اُسے کیونکر مسرت نہ ہوتی"۔

اس مختصر گفتگو کے بعد عامر پھر حجرہ کی طرف روانہ ہوا لیکن جب اُس نے حجرہ کے پاس پہونچ کر سلمٰی کو دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ عامر نے خیال کیا کہ شاید سلمٰی کو اپنے عاشق کی یاد آگئی لیکن جب سلمٰی نے عامر کو دیکھا تو وہ اپنا منہ چھپانے لگی اب عامر کو سخت شبہ پیدا ہوا اور وہ دروازہ پر کھڑا رہا اس کی عقل حیران تھی کہ آخر ان عجیب باتوں کے پیش آنے کا باعث کیا ہے یکایک اس کے دل میں سن رسیدہ عابد کی یاد آئی اور اُس نے مناسب سمجھا کہ اُس کے پاس جائے تاکہ شاید اس طرح اُس کے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو سکے یہ سوچکر عامر دیر سے باغ کی طرف نکل گیا اور باغ سے نکل کر بے ارادہ آگے روانہ ہوا حتیٰ کہ وہ حجر کی قبر پر جا پہنچا حجر کی قبر دیکھ کر اُس کا دل بے تاب ہو گیا اور وہ زار زار رونے لگا اسی حالت میں تھا کہ یکایک شبہوب ایک طرف سے نکلا اور ایک درخت پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ عامر نے درخت کی طرف دیکھا تو ایک شاخ پر عابد کی شبیہ نظر آئی عامر کو سخت تعجب ہوا مگر تاہم اُسے عابد کو دیکھکر مسرت ہوئی اور وہ باتیں یاد آئیں جن کو سُنکر وہ عابد کی کرامت کا قائل ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جلد درخت سے اترا وہ جب نیچے اتر رہا تھا اس نے اپنے بال اپنی پیشانی پر منتشر کر لئے اور عامر کو دیکھکر بے اختیار چیخ اٹھا۔

عابد: عامر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا لیکن تم جزع فزع نہ کرو کیونکہ وہ اسکو قتل نہیں کرینگے۔

عامر کانپنے لگا اور اُس نے ارادہ کیا کہ عابد کے ہاتھ کو بوسہ دے لیکن عابد نے عامر کا ہاتھ پکڑ لیا اس وقت دونوں کے ہاتھوں کو رعشہ تھا اس کے بعد عابد نے پھر کہا۔

عابد: صبر کرو اور مرد بنو۔

عامر: میں عبدالرحمٰن کے متعلق اس قدر بے چین نہیں ہوں بلکہ مجھے سلمٰی کی بابت اندیشہ ہے۔

عابد: اچھا تو اُس نے یہ بات قبول کر لی تو اسمیں اندیشہ کی کیا بات ہے!

عامر: جناب عالی! آپ کو اس امر میں کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا لیکن میں عرض کرتا ہوں کہ یہی کیا کم خطرہ کی بات ہے کہ اُس نے یہ رشتہ منظور کر لیا ہے۔

عابد: (قہقہہ لگاکر) اُس نے جو کچھ کیا ہے بہت سمجھ کر کیا ہے تم اُس کو برا بھلا نہ کہو۔

عامر: (متحیرانہ) ممکن ہے کہ اُس نے بہتر سمجھ کر ایسا کیا ہو مگر میں تو حیران ہوں کہ اُس کا دل اس بات کے لئے کس طرح آمادہ ہو سکا وہ اپنے عاشق کی خیانت کے لئے اور امیری کی بجائے اس اسیری کو اختیار کرنے کے لئے کس طرح تیار ہو سکی۔

عابد: عامر بے ادبی نہ کرو حجر بن عدی کی بیٹی خیانت نہیں کرے گی وہ شام میں اس لئے نہیں آئی ہے اور اس لئے سفر کی مشقت اٹھا کر اپنے آپ کو خطرہ میں نہیں ڈالا ہے کہ وہ خیانت کا ارتکاب کرے۔"

عامر: مگر جناب عالی، اُس نے تو غضب کیا، وہ تو یزید کے پاس جانے کو تیار بیٹھی ہے۔"

عابد: خیر اُسے جانے دو اور خوشی سے جانے دو، پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

(۲۹)

حل طلب معمہ

یہ بات کسی طرح عامر کی سمجھ میں نہ آیا لیکن چونکہ اُسے عابد کے خفا ہو جانے کا خوف تھا اس لئے زیادہ سوالات نہ کر سکا اور ظاہر میں اپنی رضامندی کا اظہار کرنے لگا۔ وہ اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ عابد نے اُس سے پھر کہا "اُس کے پاس جلد جاؤ۔"

یہ سنکر عامر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے حجرہ کی طرف روانہ ہوا دروازہ بدستور بند تھا۔ عامر نے دستک دی مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ آخر جب بہت اصرار کیا تو سلمیٰ نے اٹھکر دروازہ کھولا عامر جب حجرہ کے اندر داخل ہوا تو اُس نے دیکھا کہ سلمیٰ چٹائی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس کے چہرہ سے پریشانی اور بے چینی کے آثار بدستور نمایاں تھے اُس کی آنکھوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی ابھی ان سے آنسو دل کا ایک دریا رواں ہو چکا ہے۔ چند لمحوں کے بعد عامر نے حسب ذیل گفتگو شروع کی۔

عامر: کیا سلمیٰ تم اپنے ارادہ پر بدستور قائم ہو؟"

سلمیٰ: (سر سے اشارہ کیا کہ) ہاں

عامر: میں نے تمہارے پاس سے جا کر تمہارے معاملہ پر غور کیا تو تمہاری رہائی کو صائب پایا جبکہ فرار ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ ہر طرف سے ہم پر پہرہ لگا دیا گیا ہے اور شدید نگرانی ہو رہی ہے۔ خیر بہتر ہے، ممکن ہے کہ یہ تقریب ہمارے لئے آئندہ بہبود و مفاد کا باعث ثابت ہوتی ہو۔"

سلمیٰ: معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے ساتھ چلنے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

عامر:۔ ہاں۔"
سلمیٰ:۔ نہیں تم میرے ساتھ نہ جاؤ۔"
عامر:۔ تمہارے ساتھ نہ جاؤں تو پھر کہاں جاؤں۔"
سلمیٰ:۔ یہ میں نہیں جانتی کہ تم کہاں جاؤ لیکن میں یہ نہیں چاہتی کہ میرے ساتھ کوئی جائے۔
عامر:۔ مگر سلمیٰ یہ کیونکر؟ جب تم خلیفہ سے اپنے تقرب کو خوش قسمتی اور سعادت پر محمول کرتی ہو تو مجھے اس سعادت سے کیوں محروم کرنا چاہتی ہو میری خواہش تو یہ ہے کہ جب تم خلیفہ کی بیوی بن جاؤ تو عبدالرحمٰن کو آزاد کرادو کیونکہ تم خلیفہ کے دل میں جگہ کر لوگی اور جو کچھ کہوگی وہ اسے منظور کرے گا اور پھر تمہاری بدولت ہم لوگ بڑے منصب اور عہدوں پر فائز ہو سکیں گے۔
یہ کہکر عامر سلمیٰ کی طرف غور سے دیکھنے لگا گویا وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس کے الفاظ نے اس کے دل پر کیا اثر کیا ہے۔
سلمیٰ:۔ اچھا کیا سچ مچ تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو؟ اچھا عبدالرحمٰن کی قسم کھاؤ۔
عامر:۔ ہاں سلمیٰ یہ بالکل صحیح ہے میں قسم کھاتا ہوں۔
سلمیٰ:۔ لیکن تم مجھے تنہا ہی جانے دو۔
عامر:۔ آخر کیوں اب مجھے تمہاری باتوں پر سخت تعجب ہے تمہارا مجھے اپنے ساتھ نے چلنا اس سے زیادہ حیرت انگیز ہے کہ تم جارہی ہو سلمیٰ آخر یہ کیا بات ہے۔"
عامر یہ کہہ کر سلمیٰ کے چہرہ سے اب رنج وغم کی جگہ غصہ کے آثار نمایاں ہورہے تھے یہ حالت دیکھکر عامر اپنے دل میں ڈرا اور اس کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنے کی جرات نہ کرسکا۔ آخر سلمیٰ نے غضب آلود لہجہ میں کہا۔
سلمیٰ:۔ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں منیزید کی بیوی بنے کو جارہی ہوں۔
عامر:۔ میں یہ کیونکر نہ سمجھوں۔"
یہ سن کر سلمیٰ نے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور ایک خنجر کھینچکر عامر کو دکھایا اور کہا" میں اس لئے جارہی ہوں کہ اس ملعون کو اس خنجر سے قتل کروں۔"
عامر سلمیٰ کی یہ بہادری دیکھکر حیران رہ گیا اور اس نے کہا" سلمیٰ تم اس کام کے لئے کیوں آمادہ ہوئی ہو؟ حالانکہ عبدالرحمٰن کی بہادری کی شکایت سے ہمارے دل لبریز ہیں۔ افسوس تم عبدالرحمٰن سے بھی زیادہ اپنے آپکو خطرات میں پھنسانا چاہتی ہو۔"

(۵۴)

سلمیٰ کا جذبہ انتقام

سلمیٰ: "افسوس عبدالرحمٰن کی زندگی خطرہ میں ہے اور تم مجھے جانے سے روکتے ہو اور اپنا حال بھی اسی
کی طرح کرنے کے لئے پر تُلے ہو مجھکو ملامت کر رہے ہو۔ افسوس اگر میں ایسا نہ کروں تو کیا کروں۔ میں اپنے منصوبہ کو
عبدالرحمٰن سے بڑھ کر یہ اور بھی بُری بات سمجھتی کیونکہ عبدالرحمٰن نے یزید کے قتل کا اُس وقت ارادہ
کیا تھا جب کہ اس کے آس پاس خدم و حشم کا حلقہ تھا اور میں اُس سے بالکل خلوت میں ملوں گی
اور یہ ایک ایسا نادر موقع ہے جسے کسی طرح ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ بہرکیف اب تم مجھے جانے دو
تاکہ میں اُس ملعون کو قتل کروں اور اپنے عاشق کو خلاصی دوں۔ اپنے والد کا انتقام لوں اور اسلام
کو اس شخص کے شرِ فساد سے نجات مل جائے یا تو میں مر جاؤں گی اور میرا عاشق نجات پائے گا
اور یا ہم دونوں ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے۔ اب تم سنگِ راہ نہ بنو۔ تم رضامند ہو یا نہ ہو مگر مجھے
یہ بیشک جانا ضرور ہے۔ اگر مجھے تمہاری طرف سے اس طرح کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں پہلے ہی تم
سے اپنے دل کا راز کہہ دیتی۔ اچھا اب تم مجھے نہ روکو۔"

سلمیٰ نے یہ باتیں کہیں اور دلی جوش سے اُس کی حالت متغیر ہو گئی۔ عامر تھوڑی دیر
تک بالکل متحیر و ساکت رہا پھر اُس نے کہا۔

عامر: "سلمیٰ جب تم عبدالرحمٰن کے لئے مرجانا اتنا آسان سمجھتی ہو تو بتاؤ کہ میرا باقی رہنا کیا فائدہ
رکھتا ہے۔ افسوس میں تو صرف تم دونوں کی راحت و آرام کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں
تم مجھے اپنے ساتھ چلنے دو یا تو ہم سب ایک ساتھ مر جائیں گے یا ایک ساتھ زندہ رہیں گے
شاید تم مجھ کو بزدل سمجھتی ہو۔"

سلمیٰ: (کسی قدر توقف کے بعد) خدا نہ کرے چچا کہ میں تم کو بزدل سمجھوں لیکن میں کہتی ہوں
کہ تمہارے چلنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

عامر: "اگر میرے چلنے میں فائدہ نہیں ہے تو میرے یہاں ٹھہرنے میں کیا فائدہ ہے۔"

سلمیٰ: "سنو میری بات پر غور کرو۔ اگر تم میرے ساتھ چلے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم سب قتل و قید
کے خطرات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ فرض کرو کہ میں یزید کے قتل کرنے میں کامیاب نہ ہوئی
اور اس نے میرے قتل کا حکم دیا تو میرے بعد عبدالرحمٰن کی رہائی کے لئے کون کوشش
کرے گا۔ اگر تم مجھ سے جدا رہو گے تو بالکل ممکن ہے کہ عبدالرحمٰن کے متعلق کوئی اچھی سبیل

نکال سکو نیز اگر پیشینگوئی صحیح ثابت ہو اور تم عبدالرحمن سے ملاقات کرو تو میری جانب سے کہنا "کہ سلمیٰ نے تمہارے بعد زندہ رہنے کی بہ نسبت موت کو زیادہ پسند کیا اگر تم کو خدا نے اُسکے بعد زندہ رکھا تو وہ قبر میں بھی تمہاری خوشی سے مسرور ہوگی"۔

سلمیٰ جب یہ گفتگو ختم کر چکی تو اُس کی آنکھوں نے اشکباری شروع کی۔ تلخ آنسو اُسکا گلا گھونٹنے لگے دل پر عجیب کیفیتیں طاری ہونے لگیں اور وہ ضعف قوئی سے مجبور ہو کر فرش پر بیٹھ گئی اور خنجر اُس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ آخر چند لمحوں کے بعد اُسے ہوش آیا زمین پر سے خنجر اٹھایا اور اُسے اپنے منھ کے قریب لیجا کر بوسہ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی "خنجر تجھ سے میری امیدیں وابستہ ہیں تجھ پر مجکو اعتماد ہے۔ یا تو یزید کے سینے میں ہوگا۔ یا میرے سینے میں تو کتنی بڑی چیز ثابت ہوگا اگر تیری وجہ سے میرے دل کا مالک مخلصی پائے" سلمیٰ نے اس کے بعد خنجر پر غلاف چڑھایا اور بدستور اُسے اپنے گریبان میں رکھ لیا۔

(۱۳)
"وصیت"

جب عامر نے سلمیٰ کی یہ حالت دیکھی تو اُس کے تعجب کی انتہا نہ رہی اُسے ایک دوشیزہ لڑکی کی شجاعت و بہادری پر رہ رہ کے حیرت ہوتی تھی۔ یہ بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اُسے کس طرح روکے۔ جب وہ اُن خطرات کا تصور کرتا تھا جن کا پیش آنا امکان میں تھا تو وہ اپنے دل سے کہتا تھا کہ سلمیٰ اپنی زندگی کو آپ ہلاکت میں ڈال رہی ہے۔ آخر اُس نے کہا۔

عامر: "اچھا تم کیا کہتی ہو؟ اگر خدانخواستہ حکم خدا یوں ہی ہو کہ عبدالرحمن اور تم قتل ہو جاؤ پھر میرے باقی رہنے سے کیا فائدہ ہوگا"۔

سلمیٰ: "اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو تمہیں وصیت کرتی ہوں کہ تمام عمر میرے والد کی قبر پر میرے اور عبدالرحمن کی طرف سے گریہ وزاری میں بسر کرنا اور جب تم اپنے ہوش میں آنا تو امام حسین رضی کی خدمت میں حاضر ہونا اور ان کے ہمراہ امداد حق کے لئے جہاد کرنا شاید ہمارے بعد خدا اُن کے لئے بہتری کی کوئی سبیل نکالے"۔

عامر: "سلمیٰ تم مجھ پر غالب آگئیں اور اپنی دلیلوں سے میرے لئے کوئی راہ باقی نہیں رکھی۔ اچھا اب تم جو کچھ حکم دو اُس پر عمل کرنے کو تیار ہوں اور خدا میرا مددگار ہے"۔

سلمیٰ: "چچا مجھے اس بات سے بہت اندیشہ ہے کہ تم اس دیر میں موجود رہو کیونکہ جب ان کو

معلوم ہوگا کہ میں کون ہوں تو لازمی طور پر وہ تم کو گرفتار کرنے کی کوشش کرینگے۔
عامر: ہاں سچ کہتی ہو۔ جب تم خلیفہ کے قصر میں ہوگی تو میں یہاں رہکر کیا کرونگا۔ بہتر ہے میں بھیس بدلکر دمشق چلا جاؤں گا۔ تاکہ معاملات کی ٹوہ لوں اور میں سلمیٰ تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بہت سوچ سمجھ کر غور و تامل کے ساتھ اپنا کام کرنا شاید خدا نے کامیابی تمہارے ہاتھ پر قرار دی ہو۔"
سلمیٰ: "جب تم نے یزید کی خبر مجکو سنائی تو دیکھا نہیں کہ میں نے کیا طریق عمل اختیار کیا؟ تمکو میری طرف سے بالکل مطمئن رہنا چاہیئے۔"
عامر: میں قسم خدا کی سلمیٰ تمہاری ہمت سے سخت متعجب ہوں۔ مگر پھر مجکو اندیشہ سے رونے لگا۔
سلمیٰ: "تم کو میری طرح ثابت قدم رہنا چاہیئے کم از کم میری طرح میں تو ایک لڑکی ہوں اور تم بوڑھے ہو، زمانہ کا سرد و گرم دیکھ چکے ہو تم جانتے ہو کہ ہم لوگ ایک بڑے کام کے لئے کمربستہ ہو کر یہاں آئے ہیں جس پر مسلمانوں کی خلاصی موقوف ہے اگر اس کام میں ہم کامیاب ہو گئے تو گویا تمام مسلمانوں کو ایک ظالم کے شر و فساد سے نجات مل جائے گی اور اس لئے ہم کو مناسب نہیں کہ خطرات کو یاد کرکے اپنے ارادہ کو کمزور کریں۔"
عامر: گھٹنوں کے بل ہوکر اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر! خداوندا! میں یہ امانت تیرے سپرد کرتا ہوں جسے حجر بن عدی شہید نے میرے سپرد کیا تھا مجھے اس کے متعلق اندوہناک نہ کرنا اے خدائے دانا و بینا"
اس کے بعد عامر اٹھا اور سلمیٰ بھی اس ارادہ کے بعد سلمیٰ کے دل کو بڑی تسکین ہو گئی تھی لیکن عامر ضرور بیتاب تھا۔
سورج اسوقت افق میں ڈوب رہا تھا اور رات چہرۂ عالم پر نقاب ڈالا چاہتی تھی۔ عامر اور سلمیٰ اپنی اپنی جگہ ایسے متوحش ہو رہے تھے کہ دونوں میں سے ایک بھی ساری رات نہ سویا فجر سے پہلے عامر اٹھ بیٹھا لیکن سلمیٰ لیٹی ہوئی تھی عامر نے اُسے سوتا ہوا سمجھا اور اس خیال سے حجرہ کے باہر چلا گیا کہ تھوڑی دیر تنہا رہ کر اس معاملہ میں خدا سے استخارہ کرے کہ آیا سلمیٰ کا جانا مناسب ہے یا نہیں۔
وہ آہستہ آہستہ چھت پر چڑھا تاکہ کسیں کو خبر نہ ہو اور باغ کی طرف دیکھنے لگا۔

(۴۲)
شمر کی آرزوں کا خاتمہ

اسوقت عامر کے دل میں طرح طرح کے خیالات کا ہجوم تھا وہ سلمٰی کے جلانے پر غور کر رہا تھا لیکن کوئی بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ وہ اُسوقت تک اسی حالت میں کھڑا رہا جب کہ سورج اچھی طرح نکل آیا اور اُس کی کرنیں اُس کے چہرہ پر پڑنے لگیں اب یکایک عامر کو خیال آیا کہ مجھے واپس جانا چاہیئے کیونکہ سلمٰی سو کر اٹھی ہوگی اور مجھے حجرہ میں نہ دیکھکر مضطرب ہوگی۔ چنانچہ وہ واپس جا رہا تہا کہ یکایک رئیس اپنے کمرہ سے برآمد ہوا اور عامر کو دیکھکر کہنے لگا۔

رئیس:۔ (بعد سلام) معلوم ہوتا ہے کہ آج صبح تم نے چھت پر بسر کی۔

عامر:۔ جی ہاں، نورانیم سے مستفید ہونے کے لئے یہاں آگیا تھا"

رئیس:۔ میں خیال کرتا ہوں کہ خلیفہ کا قاصد تم سے مل لیا ہوگا"

عامر:۔ (خلیفہ کا نام سنکر دل دھڑکنے لگا) نہیں میں نے اُسے نہیں دیکھا وہ کہاں ہے؟"

رئیس:۔ وہ کل شام کو آیا تہا تم سو رہے تھے لہذا وہ ہمارے پاس رات کو ٹھہر گیا تاکہ تم سے صبح کو ملاقات کرے۔

عامر:۔ جناب عالی، وہ کہاں ہے؟"

رئیس نے ایک راہب کو آواز دی اور کہا کہ قاصد کو بلا لائے۔ ذرا دیر کے بعد عامر نے ایک شخص کو دیکھا اور برص کے نشانات کی وجہ سے فوراً پہچان لیا کہ وہ شمر ذی الجوشن ہے۔ اُس نے شمر کو دیکھکر خدا سے پناہ مانگی اور فوراً سمجھ گیا کہ وہ سلمٰی کے متعلق کچھ کہنے سننے آیا ہی شمر عامر کو دیکھکر مسکرایا اور کہنے لگا۔

شمر:۔ کیا تم ایک مختصر تخلیہ کی اجازت دیتے ہو؟

عامر:۔ بہتر ہے"

یہ کہہ کر عامر شمر کے ساتھ چھت کے ایک گوشہ کی طرف روانہ ہوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس جگہ پہونچے شمر نے گفتگو شروع کردی۔

شمر:۔ عامر، میں خیال کرتا ہوں کہ تم میرے آنے کا سبب سمجھ گئے ہوگے"

عامر:۔ شاید تم خلیفہ کے پاس سے آرہے ہو تاکہ اس کی منسوبہ کو اس کے پاس پہنچا دو"

شمر:۔ (گھبرا کر) "کون منسوبہ؟"

عامر: "سلمٰی"۔

شمر: "کیا خلیفہ نے سلمٰی سے شادی کا پیام دیا ہے؟"

عامر: "کہتے تو یہی ہیں اور ہم آج اس کے وفد کے منتظر ہیں"۔

شمر۔ (تھوڑی دیر مبہوت رہ کر) اس کے یہ معنی ہیں کہ سلمٰی میرے ہاتھ سے نکل گئی:

عامر کو خوف پیدا ہوا کہ شاید شمر یزید سے سلمٰی کی غمازی کرے یا اُسے کچھ اور نقصان پہنچانے کے لئے ساعی ہو لہذا اس نے کہا۔

عامر: "یہ مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی یا نہیں نکل گئی۔ مگر ہاں مجھے اتنا معلوم ہے کہ خلیفہ نے اس کے متعلق شادی کا پیام بھیجا ہے مگر اس کے باوجود بھی مستقبل کا علم خدا کو ہے"۔

شمر: "تمہیں کس مستقبل کی امید ہے؟ عامر تم مجھے بہلاتے ہو؟ یہ سب باتیں اس نادان لڑکی کی بیوقوفی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ کیا تم سے اس نے بیان نہیں کیا کہ اُس نے کل مجھے کیسا ذلیل کیا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ وہ خلیفہ کی آرزومند تھی۔ (ہنسکر) لیکن کیا وہ خلیفہ کے ساتھ چین کرے گی حالانکہ ابھی اس کا پہلا عاشق بقید حیات ہے"۔

یہ سنکر عامر کا دل کانپ اٹھا اور اس نے شمر سے دریافت کیا "کچھ تم کو معلوم ہے کہ عبدالرحمن کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟"

شمر: "مجھکو معلوم نہیں کہ ابتک اُس پر کیا گذری مگر ہاں میں اتنا بتائے دیتا ہوں کہ سلمٰی کی اس حرکت کا خمیازہ عبدالرحمن اور سلمٰی دونوں کو بھگتنا پڑے گا۔ میں تمہیں سے پوچھتا ہوں کہ جب خلیفہ کو ان دونوں کا باہمی تعلق معلوم ہوگا تو کیا وہ ان کو زندہ رکھے گا؟ اچھی بات ہے اب حجر کی صاحبزادی شمر سے انکار کر کے چین سے زندگی بسر کر دیکھیں"۔

یہ کہکر شمر تیز تیز روانہ ہوا اور نیچے اتر کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ عامر جوں کا توں اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ خون اس کی رگوں میں منجمد نظر آتا تھا اور وہ متحیر تھا کہ کیا کرے اور کہاں جائے۔

(۳۴)

"یزیدی ڈپوٹیشن"

چند لمحوں کے بعد عامر نیچے اترا کہ سلمٰی کے پاس جائے کہ اتنے میں ایک سوار دیر میں داخل ہوا اور رئیس کو دریافت کرنے لگا رئیس نے اس سے گفتگو کی اور پھر عامر کی طرف متوجہ ہو کر بولا

رئیس: "تو مبارک ہو، دلھن کو لینے کے لئے وفد آ رہا ہے۔ جاؤ اور اُس سے کہو کہ تیار ہو۔"

عامر یہ سن کر حجرہ کی طرف دوڑا اگرچہ حیران تھا کہ سلمٰی سے کیا کہے لیکن سلمٰی اس اثنار میں اُٹھکر لباس تبدیل کر چکی تھی اور سفر کے لئے تیار ہو بیٹھی تھی۔

عامر: "سلمٰی، تم اپنے ارادہ پر قائم ہو گی؟"

سلمٰی: "ہاں میرا تو یہی ارادہ ہے اور خدا پر بھروسہ ہے۔"

عامر: "تم اس سے باز نہیں رہ سکتیں، تم کو معلوم نہیں کہ خلیفہ کے ہاں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو تم سے اور تمہارے اور عبدالرحمٰن کے تعلقات سے واقف ہیں کیا تمہارا خیال ہے کہ جب خلیفہ تمہاری حقیقت حال سے آگاہ ہو گا تو تمہارا تدارک نہ کریگا۔"

سلمٰی: "جو شخص موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہو اور اُس کی طرف اپنی مرضی سے بڑھ رہا ہو اور اُس کی طرف اپنی مرضی سے بڑھ رہا ہو وہ پھر انجام کار کی پروا نہیں کرتا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں شمر ملعون سے واقف نہیں ہوں کہ وہ میرے متعلق خلیفہ سے لگائی بجھائی کا موقع ڈھونڈ رہا ہے اور جب اُس کو یہ خبر ہو گی کہ میں خلیفہ کے محل میں آ گئی ہوں تو اُسے فوراً میرے حالات سے آگاہ کرنے کی کوشش کریگا مگر۔"

عامر۔ (قطع کلام کر کے) اچھا اگر خلیفہ کو تمہارا حال اس دیر سے نکلتے ہی معلوم ہو گیا تو تم کیا کرو گی؟"

سلمٰی: "اب مجھے پروا نہیں۔ جو کچھ بھی ہو جب میں نے شمر کو موقع نہ دیا تو اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے اب اسوقت غور و فکر چھوڑ دو۔ میں نے خدا پر اعتماد کر لیا ہے۔ اچھا تو وفد کے متعلق کچھ تم نے سنا؟"

عامر: "ابھی ابھی مجھے معلوم ہوا کہ لوگ تمہیں لینے کو آ رہے ہیں۔ مگر اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اُن کے ہمراہ نہ جاؤں اور کسی بہانہ سے نکل جاؤں جب وہ لوگ آئیں تو تم اُن سے کہدینا کہ میں کسی کام کو گیا ہوں اور خلیفہ کے محل میں اُن سے جا ملونگا۔"

عامر نے یہ کہا مگر بالکل حواس باختہ ہو کر پھر سلمٰی کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

عامر: افسوس عبدالرحمٰن کو جب میں نے رخصت کیا تھا تو اُس کی زندگی کو میں نے اپنے اتنے بڑے خطرہ میں محسوس نہیں کیا تھا جتنا مجھے سلمٰی آج تمہیں رخصت کرتے ہوئے اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔ آہ میں تمہیں کیونکر جانے دوں؟ نہیں نہیں میں تمہیں تنہا نہیں

جانے دو نگا"

سلمیٰ:" چچا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اب مجھے جانے دو اور میری وصیت کو یاد رکھو۔ جب تم عبدالرحمٰن سے ملنا اور میں اس پر فدا ہو چکی ہوں تو اُسے میری وصیت پہنچا دینا" یہ کہہ کر خوب روئی اور بڑی مشکل سے اس کا دل قابو میں آیا۔

عامر بھی اس خیال سے بے حد رویا کہ اب اس کے بعد وہ سلمیٰ کو کبھی نہ دیکھے گا۔ لیکن اس نے سلمیٰ کو زیادہ بے چین کرنا نہ چاہا، ور کہا" جاؤ، خدا تمہارا نگہبان ہو۔ اگر قتل کے سوا نجات کا کوئی اور ذریعہ ہو تو اُس پر عمل کرنا"

سلمیٰ:" اب جو کچھ پیش آئے گا تو اُسے دیکھ لوں گی"

یہ کہکر سلمیٰ نے ارادہ کیا کہ عامر کے ہاتھ کو بوسہ دے لیکن عامر نے اُسے سینے سے لگا لیا اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

عامر:" سلمیٰ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے معاملہ میں نرمی سے کام لینا"

سلمیٰ:" چچا تم خائف نہ ہو تم جانتے ہو کہ میں حجر کی بیٹی ہوں اور بس اسقدر کافی ہے"

یہ دونوں اسی حالت میں تھے کہ دیر میں شور وغوغا بلند ہوا اور عامر نے بیساختہ کہا" لو وفد آپہونچا اچھا اب میں ایک طرف چلا جاتا ہوں اور جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں تم میری عدم موجودگی کے متعلق معذرت کر دینا، اچھا تمہیں خدا کو سونپا" عامر نے یہ الفاظ کہے اور عبا پہن کر حجرہ سے نکلا اور آدمیوں کے ہجوم میں ملکر دیر سے نکل گیا لیکن اُس کے دل سے خون کے قطرہ ٹپک رہے تھے۔

وہ عبید اللہ ابن زیاد کی سرکردگی میں آیا تھا ایک اطلسی ہودج اس کے ہمراہ تھا۔ ابن زیاد نے رئیس سے کہا کہ میں عامر سے ملنا چاہتا ہوں چنانچہ رئیس خود سلمیٰ کے حجرہ میں آیا۔ سلمیٰ نے ثابت قدمی کے ساتھ اُسکا استقبال کیا اور کہا کہ عامر ایک شدید ضرورت سے باہر گیا ہے اور غالباً دمشق میں وفد کے ساتھ ہولے گا۔

رئیس نے یہ بات ابن زیاد سے جاکر کہی لیکن اُس نے اس کا کچھ بُرا نہیں مانا اور سلمیٰ سے بذات خود ملنے کی خواہش کی۔ رئیس اُسے ساتھ لئے ہوئے سلمیٰ کے پاس آیا۔ سلمیٰ نے عامر کی عدم موجودگی کی معذرت کی۔ ابن زیاد نے دریافت کیا" تم خلیفہ کے محل میں جانے کو تیار ہو؟" سلمیٰ نے جواب دیا" ہاں"

(۴۴)
عروس کی روانگی

ابن زیاد نے سلمیٰ کو ہودج میں سوار کیا۔ نیزہ بردار سوار اس کے ساتھ روانہ ہوئے اور یہ جماعت بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شہر کے پھاٹک پر پہونچی سلمیٰ پردہ میں سے آس پاس کی چیزوں کی طرف جھانک رہی تھی اس کے بعد دمشق کی سڑکوں سے گذرتا ہوا ہودج خلیفہ کے محل سرا میں پہنچا جس کے ساتھ ہی ابن زیاد اپنے گھوڑے سے اتر کر سلمیٰ کے پاس آیا اور کہا "جنابہ عالیہ یہ محل سرا کا دروازہ ہے لہذا اب آپ اتر پڑیں" سلمیٰ یہ سن کر اتر پڑی اور دروازہ کے اندر داخل ہوئی یہاں اس نے کثرت سے سپاہ دیکھی جو اسلحہ سے آراستہ تھی اس کے بعد ابن زیاد کی رہنمائی میں وہ آگے بڑھی ایک وسیع صحن نظر آیا جس میں طرح طرح کے پھولدار درخت اور خوشنما تفریح نظر کا سامان بہم پہونچا رہی تھیں کچھ دیر چلنے کے بعد ایک دوسرا دروازہ آیا جس میں داخل ہونے کے بعد اُسے ایک صحن نظر آیا جس کے وسط میں طلائی گنبد کی ایک عمارت تھی جس کو سلمیٰ نے خلیفہ کا دربار خیال کیا اور اس خیال کی پوری تصدیق ہوگئی جب اُس نے دروازہ پر بڑے بڑے لوگوں کو مجتمع پایا ان لوگوں نے جب ابن زیاد کو دیکھا تو وہ اُس کی طرف بڑھے تاکہ اپنے متعلق کچھ احکام حاصل کریں لیکن سلمیٰ کو دیکھکر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ابن زیاد اس کے بعد بائیں طرف روانہ ہوا سلمیٰ اس کے پیچھے پیچھے تھی کچھ دور چل کر یہ لوگ ایک منقش دروازہ کے پاس پہونچے جس پر ریشمی زرتار پردہ پڑا ہوا تھا سلمیٰ اس سازو سامان کو دیکھکر حیران رہ گئی اور ان چیزوں سے اُس نے اندازہ کیا کہ یزید کی عشرت پسندیوں کے متعلق اُس نے جو کچھ سنا تھا وہ غلط نہیں ہے اس دروازہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اب اس کے بعد زنانہ محل سرا کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

(۴۵)
سلمیٰ یزید کے حرم سرا میں

پردہ اٹھایا گیا اور سلمیٰ دروازہ کے اندر داخل ہوئی۔ حرم سرا کی دیواروں پر خوشنما نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور زمین پر دیبا کا فرش تھا بھروں سے باہر نکل کر اُس کو ایک وسیع صحن ملا جس کا فرش سنگ رخام کا تھا اور درمیان میں ایک چھوٹا سا حوض تھا

یہاں پہونچکر ابن زیاد نے کہا "جنابہ عالیہ، اب آپ حرم سرا میں ہیں" یہ کہکر ابن زیاد واپس ہوا اور سلمیٰ کا ایک بوڑھی عورت نے جس کے ساتھ ایک مرد بھی تھا اور وہ حاجیوں کی طرح لباس پہنے ہوئے تھا خیر مقدم کیا۔ سلمیٰ اس مرد کو دیکھکر نہایت متعجب ہوئی عورت سلمیٰ کے اس استعجاب کو سمجھ گئی اور اس نے کہا "گھبراؤ نہیں، یہ خوجہ ہے اور خلیفہ کا حاجب ہے (یزید پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں خوجوں سے دربانی وغیرہ کی خدمت لی) بہرکیف وہ ضعیفہ سلمیٰ کو ہمراہ لے کر ایک کمرہ میں داخل ہوئی۔ سلمیٰ نے دیکھا کہ کمرہ کو غیر معمولی طور پر آراستہ کیا گیا تھا اور اطلس کا فرش تھا۔ وسط میں ایک خوشنا طلائی تخت بچھایا گیا تھا جس کو سلمیٰ نے اپنی عمر میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ ساز و سامان دیکھکر اور محل سرا کی عمارت کے پیچ در پیچ ہونے کو ملحوظ رکھکر سلمیٰ نے اس خوفناک ارادہ کی اہمیت کو محسوس کیا جو اُسے یہاں تک لایا تھا۔ اب اسے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ایک مرغ خوش الحان کی طرح آہنی قفس میں گرفتار ہے۔ سلمیٰ نے بہ تکلف اپنی ناسازی ظاہر کی لیکن ضعیفہ نے اس کی دلجوئی کی اور کہا کہ اوڑھنی اتار ڈالو اور تھوڑی دیر آرام کر۔ اس کے چند منٹوں کے بعد اُس نے کہا "خلیفہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو حمام کراؤں"۔

اس اثنا میں سلمیٰ نے اوڑھنی اتار ڈالی تھی اور اُسکا حسن و جمال آفتاب کی طرح نمایاں ہو رہا تھا۔ ضعیفہ سلمیٰ کو اس درجہ حسین دیکھکر حیران رہ گئی اور بے اختیار تعریف و توصیف کرنے لگی سلمیٰ نے ضعیفہ سے بہت نرمی اور ملاطفت کے ساتھ گفتگو کی جس سے وہ اور بھی زیادہ متاثر ہوئی۔ جب کچھ دیر گذر گئی تو ضعیفہ نے حمام چلنے کے لئے پھر کہا۔

سلمیٰ: "بہتر ہے، میں ذرا آرام لے لوں تو پھر چلوں"۔

ضعیفہ۔ ہم لوگوں نے تمہارے لئے فاخرہ لباس نکال رکھا ہے اور مجھے اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ جب تم اُس لباس کو پہن لوگی تو تمہارے حسن و جمال میں غیر معمولی اضافہ ہو جائیگا اور خلیفہ کو تم اس سے کہیں زیادہ اچھی معلوم ہوگی۔

سلمیٰ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور خواہش کی کہ ذرا دیر مجھے آرام لینے دو۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ حمام میں نہیں جانا چاہتی تھی کیونکہ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ حمام میں یہ ضعیفہ بھی میرے ساتھ جائیگی اور خنجر کا راز فاش ہوگا۔ آخر اُس نے اپنی ناسازی مزاج کا عذر کیا اور کہا کہ اگر میں حمام کروں گی تو اُس سے مجکو مضرت پہنچے گی۔ ضعیفہ نے اس کے جواب میں کہا"

ضعیفہ: "اچھا تو کیا تم انہیں کپڑوں سے خلیفہ کا سامنا کروگی؟"

سلمیٰ: اگر تمہاری مرضی ہے تو میں کپڑے بدل لیتی ہوں لیکن حمام کل پر رکھو۔
ضعیفہ نے سلمیٰ کا حکم مان لیا اور اعلےٰ درجہ کا ریشمی لباس نہایت خوش رنگ و قیمتی اُس کے سامنے لاکر رکھ دیا۔ سلمیٰ نے لباس تبدیل کر لیا اور ضعیفہ کی آنکھ بچا کر خنجر کو بدستور اپنے سینے میں محفوظ کیا اسکے بعد ضعیفہ سلمیٰ کی سیاہ اور پر پیچ زلفوں میں شانہ کشی کرنے لگی اور بڑے اہتمام کے ساتھ اُس کا سر گوندھا۔ اب سلمیٰ کوفہ کی ایک دوشیزہ نہیں معلوم ہوتی تھی بلکہ جنت کی ایک حور یا ملاء اعلےٰ کا ایک فرشتہ تھی جسے دیکھکر سن رسیدہ عورت اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی۔

(۴۶)

دردِ سر کا بہانہ

سلمیٰ اس وقت غور و فکر کے سمندر میں غرق تھی اور متحیر تھی کہ کیا طریق عمل اختیار کرے اس کے خیالات کا اہم موضوع اس وقت عبدالرحمٰن کی یاد تھی اُسے کچھ خبر نہ تھی کہ اس کا عاشق قتل کر دیا گیا یا آزاد ہو گیا۔ اسی اثنا میں تکبیر کی آواز اُس نے سنی اور یکایک اُس کی نگاہ اس عمارت کی طرف اٹھی جو حرم سرا سے ملی ہوئی تھی لہذا اُس نے ضعیفہ سے دریافت کیا۔

سلمیٰ: "یہ کون عمارت ہے؟"

ضعیفہ: "جناب، یہ جامع مسجد ہے۔"

سلمیٰ: "کیا اس میں اور حرم سرا میں کچھ تعلق ہے؟"

ضعیفہ: "ہاں ایک دیوار حائل ہے اور اس میں دروازہ لگا ہوا ہے اسی دروازہ سے ہو کر تو خلیفہ نماز کو جایا کرتے ہیں۔"

سلمیٰ: (یکایک کچھ شور سن کر) یہ شور کیسا ہے؟"

ضعیفہ: "مسلمان ابو تراب کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔"

سلمیٰ: "ابو تراب کون ہے؟"

ضعیفہ: "علی ابن ابی طالب، جب لوگ نماز ختم کرتے ہیں تو اسی طرح تبرا کہتے ہیں۔"

سلمیٰ کو اپنی مصیبت یاد آئی اور اُس نے خیال کیا کہ اُس کا باپ اسی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے پھر سلسلہ گفتگو چھیڑا۔

سلمیٰ: "اس میں شک نہیں کہ یہ قصر خوب تعمیر کیا گیا ہے مگر میں حیران ہوں کہ یہاں ہر دروازہ پر پہرہ دار تلواریں لئے ہوئے کیوں استادہ رہتے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق اور حجاز میں تو

خلفا نے ایسا نہیں کیا؟

ضعیفہ:۔ تم سچ کہتی ہو۔ پہلی پہل امیر معاویہ نے پہرہ داروں کو مقرر کیا اور یہ بات ابن عبد التمیمی کے واقعہ کے بعد سے ہوئی کیونکہ اُس نے تو خلیفہ کے قتل میں کوئی کمی نہیں کی تھی یہ خدا ہی کی قدرت تھی کہ تلوار پیچھے پڑی اور خلیفہ بچ گئے۔ اس وقت سے پہرہ کا انتظام کیا گیا۔ چنانچہ خلیفہ کے سجدہ میں جانے کے وقت بھی پہرہ دار اور پولیس تلواریں لئے موجود رہتی ہے۔ بیٹی ان باتوں کا سبب صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے دل پلٹ گئے ہیں۔ بھائی بھائی سے بغض رکھنے لگا ہے۔ خلفا کا قتل ایک معمولی بات ہو گئی ہے۔ چنانچہ خلیفہ کو دو دن ہوئے کہ خدا نے بال بال بچا لیا ایک شخص اُن کے قتل کے لئے کمینگاہ میں بیٹھا تھا اور اگر ایک مقرب خاص نے خلیفہ کو اطلاع نہ دیدی ہوتی تو وہ اپنا وار ضرور کرتا۔ مگر خدا نے خلیفہ کو بچا لیا اور یہ باغی گرفتار ہو گیا ہے۔"

سلمیٰ نے جب یہ گفتگو سنی تو اُسکا دل زور زور سے دھڑکنے لگا لیکن اس خیال سے کہ شاید وہ اپنے عاشق کے متعلق کچھ مزید حالات معلوم کر سکے اُس نے گفتگو کا سلسلہ باقی رکھا اور کہا

سلمیٰ:۔ پھر اُس آدمی کا کیا حشر ہوا؟"

ضعیفہ:۔ اس کو پابجولاں دمشق لے آئے اور قید خانہ میں رکھا۔ میں نے سنا ہے کہ آج اسے خلیفہ کے روبرو پیش کرنے والے ہیں اور اُس سے اُسکا حال دریافت کرنے کے بعد اُسے قتل کر دیں گے کیا وہ قتل کا مستحق نہیں ہے؟"

سلمیٰ خاموش رہی لیکن اس کا اضطراب ترقی پر تھا اور ڈر رہی تھی کہ ایسا نہ ہو کہ اُس کے دلی جذبات اُس کے چہرہ سے عیاں ہونے لگیں۔ آخر اُس نے دردسر کا بہانہ کیا اور زانو پر سر رکھکر اس طرح اپنے چہرہ کو چھپا لیا اور کہا۔

سلمیٰ:۔ میرے سر میں اس وقت اس زور سے درد ہو رہا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔

یہ سن کر ضعیفہ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک تعویذ نکال کر سلمیٰ کو دیا اور کہا۔

ضعیفہ:۔ لو یہ تعویذ لو اس کو اپنی پیشانی پر باندھ لو انشاء اللہ دردسر کی شکایت بہت جلد رفع ہو جائے گی۔ میں نے اسے بارہا آزمایا ہے اور جب استعمال کیا ہے فوراً دردسر جاتا رہا ہے۔"

سلمیٰ:۔ ہاں مگر میرے سر میں تو بہت زور کا درد ہے۔"

ضعیفہ:۔ کچھ مضائقہ نہیں تم یہ تعویذ باندھو تو سہی۔"

ضعیفہ نے یہ کہا اور جواب کا انتظار کئے بغیر تعویذ باندھ دیا۔

اور اس کے بعد کہا "اگر اس تعویذ سے تمہارا دردِ سر نہ گیا تو مجھے امید ہے کہ جب تم اپنے نوشاہ کے پاس جاؤ گی تو تمہارا دردِ سر جاتا رہے گا۔"

یہ الفاظ سن کر سلمیٰ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اُس کے دل نے کہا کہ اب قیامت کی گھڑی قریب ہے خیر اب فکر و تدبیر سے کام لینا چاہیے۔ ورنہ تمام کوشش رائگاں ہو گی۔

۴۷
اضطرابِ شوق

سلمیٰ اسی تفکر میں تھی کہ یکایک ایک شور بلند ہوا اور وہ چونک پڑی۔ دریافت کرنے پر ضعیفہ نے بتایا کہ خلیفہ آ رہا ہے۔ خلیفہ کا قاعدہ ہے کہ جب نماز سے واپس ہوتے ہیں تو گھر میں سے ہو کر جاتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ وہ اسوقت تمہارے پاس ضرور آئیں گے کیونکہ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہاری خبر گیری رکھوں گا میرا تو خیال ہے کہ انہوں نے اتنا وقت بڑی بے چینی کے ساتھ بسر کیا ہو گا۔

سلمیٰ نے خدا سے پناہ مانگی۔ وہ بالکل خاموش رہی۔ چند لمحوں کے بعد خواجہ سرا نے جس کا تذکرہ ہو چکا ہے آگے بڑھ کر ضعیفہ سے کہا "خلیفہ تشریف لا رہے ہیں" اس کے بعد خلیفہ کے پیروں کی چاپ معلوم ہوئی۔ سلمیٰ کا دل اچھلنے لگا۔ اور اس نے متوحش ہو کر اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لیا لیکن ضعیفہ نے ہاتھ بڑھا کر نقاب الٹ دیا اور کہا "کیا خوب، کیا تم اپنے نوشاہ سے پردہ کرو گی!"

ضعیفہ کا یہ جملہ ختم ہوا ہی تھا کہ یزید آ پہونچا! اسوقت اُس کے سر پر سبز عمامہ اور شانوں پر نیلگوں چادر تھی ہاتھ میں ایک کوڑا تھا ضعیفہ نے بڑھ کر یزید کا استقبال کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد سلمیٰ کے قریب آ کر اُسے خلیفہ سے ملنے کے لئے اٹھایا۔ سلمیٰ کھڑی ہوئی۔ لیکن شرم کے بہانہ سے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی۔ یزید نے سلمیٰ کو دیکھ کر کہا "تمہارا آنا مبارک ہو" اور یہ کہکر ہاتھ بڑھایا اور سلمیٰ کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا اس وقت اس کا دل باغ باغ ہو رہا تھا کیونکہ اُس نے اتنا حسین چہرہ اپنی عمر میں کبھی نہیں دیکھا تھا سلمیٰ کا اعراض و اغماض اس کی آتشِ شوق کو اور بھی مشتعل کر رہا تھا سلمیٰ نے اپنے دل کو سنبھال کر یزید کی طرف نگاہ اٹھائی گویا وہ اپنے قویٰ کو تول رہی تھی کہ جس مہم کے لئے میں نے اپنے آپ کو ان خطرات میں پھنسایا ہے اُسے انجام دے سکوں گی یا نہیں۔ یزید ایک کشیدہ قامت آدمی تھا۔ اس کا رنگ گندمی تھا۔ چہرہ پر چیچک کے نشان تھے۔ چھوٹی سی مگر خوشنما ڈاڑھی تھی۔ بہر کیف سلمیٰ کو یزید کی موجودگی سے تکلیف

مرنے لگی اور اُس نے دردِ سر کا بہانہ کیا۔ اور یزید سے مطلق گفتگو نہیں کی سلمیٰ کے انداز سے کچھ سمجھکر یزید نے ضعیفہ سے استفسار کیا کہ کیا بات ہے۔ ضعیفہ نے جواب دیا۔

"خلیفہ آپ کی دلہن دردِ سر کی شکایت کرتی ہے مجھے امید ہے کہ جلد جاتا رہے گا" یزید نے اس کے جواب میں کہا "خیر کچھ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ تم اسے بالاخانہ پر میرے کمرہ میں پہنچادو تاکہ اگر میں دن کے وقت اس کے پاس جانا چاہوں تو کوئی امر مانع نہ ہو۔ اُسے اختیار ہے کہ وہاں جاکر بیٹھے لیٹے سوئے جو چاہے کرے" یزید اپنی بات کو پورا کرکے حرم سرا کے باہر چلا گیا۔

سلمیٰ اس تاخیر سے یہ سوچکر فی الجملہ خوش ہوئی کہ شاید اس طرح کوئی عمدہ تدبیر ذہن میں آسکے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے۔

آخرکار ضعیفہ سلمیٰ کو اپنے ہمراہ لےکر ایک سنگیں زینہ پر چڑھی اور اُس خاص کمرہ میں جا پہنچی جس کی نسبت یزید نے اشارہ کیا تھا۔ یہ کمرہ نہایت خوبصورت بنایا گیا تھا اور قیمتی سامان آرائش سے آراستہ تھا۔ اس میں ایک دریچہ باغ کی جانب بھی لگا ہوا تھا۔ سلمیٰ کو معلوم ہوا کہ یزید اُس سے اسی کمرہ میں ملے گا اور اگر قتل کا موقع مل گیا تو وہ اُسے اسی کمرہ میں قتل کرے گی۔ لیکن قتل کرنے میں کامیابی حاصل ہوگئی تو پھر وہ کیونکر اس جگہ سے نجات پاسکے گی۔ اس کے دماغ میں اسی طرح کے خیالات چکر لگا رہے تھے آخر اُس نے ضعیفہ سے دریافت کیا۔

سلمیٰ: "معلوم ہوتا ہے کہ یہ کمرہ بالکل جدا ہے"

ضعیفہ: "نہیں بالکل جدا نہیں ہے۔ یہ خلیفہ کا خاص کمرہ ہے اور وہ ایک خاص دروازہ سے اس میں داخل ہوتا ہے"

سلمیٰ: "اور کیا اسی میں آرام بھی کرتے ہیں"

ضعیفہ: کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ لیکن اکثر تو وہ اس میں اُن اہم مسائل اور مخفی معاملات کے حل کے لئے ٹھہرتے ہیں جن سے دوسروں کو واقف کرنا مقصود نہیں ہوتا اُن کے والد معاویہ نے جو بہت بڑے پالیٹیشین تھے اس کمرہ کو بنوایا تھا اس میں ایک مخفی زینہ ہے جو دربار کی سب حالتیں وہاں تک معلوم ہوسکتی اور درباری اس بات سے بے خبر رہتے ہیں معاویہ اس کمرہ کو اسی مقصد سے استعمال کرتے تھے اور اس ترکیب سے درباریوں کی ہر ایک مخفی گفتگو سے آگاہ ہوکر اگر ضرورت پڑتی تو حفظ ماتقدم کی تدابیر اختیار کرتے تھے۔

(۴۸)
دربار کا نظارہ

ضعیفہ سے یہ حالات معلوم کر کے سلمیٰ کو امید بندھی کہ شاید اس طرح دربار کے قریب پہونچکر عبدالرحمن کے متعلق جس کا مقدمہ آج خلیفہ کے دربار میں ہونے والا تھا کچھ حال معلوم کر سکے۔ لہذا اُس نے ضعیفہ سے کہا۔

سلمیٰ: "کیا میں اس زینہ پر جا سکتی ہوں، میں نے کبھی خلیفہ کا دربار نہیں دیکھا اور مجھے بڑا اشتیاق ہے"

ضعیفہ: "میرا خیال ہے کہ خلیفہ تمہیں اس کی اجازت نہیں دینگے کیونکہ انہوں نے کسی کو اس کی اجازت نہیں دی ہے۔ خیر میں تم کو لئے چلتی ہوں لیکن اُن سے اس بات کا ذکر نہ کرنا"

سلمیٰ: "سچ یہ ہے کہ تم بڑی مہربان اور خلیق ہو، اگر خلیفہ کے نزدیک تمہارا مرتبہ اس قدر بلند ہے تو بالکل حق بجانب ہے"

ضعیفہ ان باتوں سے بہت خوش ہوئی۔

سلمیٰ: "اچھا تو وہ مخفی دروازہ کونسا ہے جس سے خلیفہ دربار کو جاتے ہیں؟"

ضعیفہ سلمیٰ کا ہاتھ پکڑ کر ایک جگہ لے گئی جہاں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اُس نے دروازہ کو کھولا جس سے ایک تنگ زینہ نظر آنے لگا اور کہا "وہ جگہ ہے لیکن اس راز کو مخفی رکھنا"

سلمیٰ: "یہ زینہ کدھر جاتا ہے؟"

ضعیفہ: "اس کا ایک دروازہ تو وہی ہے جسے میں بیان کر چکی ہوں اور ایک دروازہ باغ میں جاتا ہے مگر صرف اندر سے کھلتا ہے۔

سلمیٰ نے یہ باتیں اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں اس کے بعد اُس نے عبدالرحمن کا حال معلوم کرنے کی کوشش کی اور ضعیفہ سے کسی قدر آزردگی کے لہجہ میں کہا "تم مجھے خلیفہ کا دربار دیکھنے کے لئے جانے دو نا؟"

ضعیفہ طوعاً و کرہاً سلمیٰ کو ساتھ لے کر اس جگہ پہونچی جہاں سے خلیفہ کا دربار نظر آتا تھا اور کل حالات سنائی دیتے تھے۔ یہ ایک بڑا کمرہ تھا اور قیمتی فروش و دیگر سامان سے

آراستہ تھا دروازوں پر ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے امرا کے وسط میں یزید ایک بلند چوبی مگر مطلا تخت پر متمکن تھا اور اُس کے سر پر دو مسلح جوان استادہ تھے۔ یزید کی ایک جانب ابن زیاد ایک زرکار کرسی پر بیٹھا ہوا تھا یزید کے ہاتھ میں عصائے خلافت تھا۔ اور شانوں پر وہ چادر پڑی ہوئی تھی جو خلفاء کے لئے مخصوص ہے۔

سلمیٰ نے جب دربار کا یہ رنگ دیکھا تو سخت متعجب ہوئی کیونکہ وہ جس ہیبت و وقار کی متوقع تھی اس کا کوئی شائبہ اس نے نہیں دیکھا اہل دربار ایک دوسرے سے گپ شپ کر رہے تھے۔ قہقہے لگا رہے تھے اُن کی گفتگو سے شور بلند ہونے لگتا تھا۔ لیکن یزید کو یہ باتیں ذرا بھی ناگوار نہیں گزرتی تھیں۔ یزید اس وقت ابن زیاد سے کچھ مخفی گفتگو کر رہا تھا اور وہ ہنس رہا تھا۔ اس کے بعد یزید یکایک چلا اٹھا "جوان" اس لفظ کے سنتے ہی ایک آدمی جو دروازہ میں کھڑا ہوا تھا یزید کے پاس حاضر ہوا اور یزید نے اس سے کہا۔

یزید: "دیکھو ہمارے دروازہ پر جو شعراء حاضر ہیں اُن سے کہدو کہ آج اُن کو حاضری کی اجازت نہیں دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ آج ہمارے دربار میں اُس جوان کا مقدمہ پیش ہو گا جس نے ہمارے قتل کا ارادہ کیا تھا، اچھا اس جوان کو بلاؤ۔"

یہ آدمی باہر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد عبد الرحمٰن کو پابزنجیر اپنے ہمراہ لاکر حاضر کیا۔

(۴۹)

مجاہد حق کا عزم و استقلال

جب عبد الرحمٰن خلیفہ کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اس نے اپنے داہنے بائیں نظر ڈالی اور حاضرین کو دیکھا اُس کے چہرہ سے ذرا بھی خوف کے آثار نمایاں نہ تھے سلمیٰ عبد الرحمٰن کی اس ثابت قدمی سے نہایت خوش ہوئی اور انتظار کرنے لگی کہ اب کیا وقوع میں آتا ہے۔ کہ اتنے میں یزید نے کہا۔

یزید: "اے شخص تو کس میں سے ہے؟"

عبد الرحمٰن: "اسی میدان میں سے۔"

ابن زیاد: (گفتگو میں دخل دیکر) "خلیفہ تجھ سے تیرا نسب پوچھتے ہیں اور تو یہ جواب دیتا ہے۔"

عبد الرحمٰن: "اُس کے سوال کا جواب یہی تھا جو میں نے دیا۔"

ابن زیاد "تیری بے تمیزی سے معلوم ہوتا ہے کہ تو جس شخص سے گفتگو کر رہا ہے اُس کے مرتبہ سے واقف نہیں۔"

عبدالرحمٰن "نہیں میں خوب واقف ہوں یہ یزید ابن معاویہ ہے۔"

ابن زیاد "خلیفہ کہہ۔"

یزید "(ابن زیاد سے) عبیداللہ ان باتوں کو جانے دو (عبدالرحمٰن سے) آخر تجھ کو اس غداری کی ترغیب کیونکر ہوئی؟"

عبدالرحمٰن "یہ غداری نہیں تھی بلکہ میں اپنے اعتقاد کے مطابق اس کو اسلام اور مسلمانوں کی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔"

یزید نے خیال کیا کہ شاید یہ شخص بعض نامناسب اور گفتہ بہ امور کی تشریح کرے اس لئے اُس نے اپنے والد کی طرح تحمل کی کوشش کی معاویہ کا مقولہ تھا جب لوگ سختی کرتے ہیں میں نرم پڑ جاتا ہوں جب ان کو نرم دیکھتا ہوں تو سختی کرتا ہوں معاویہ نے حضرت علیؓ کے پیرودں کی زبان سے نہایت سخت الفاظ سنے لیکن برداشت کی اور ان کو اپنے پاس سے خوش خوش واپس کیا اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ وہ ایک بہت بڑے پالیٹیشن اور زمانہ ساز تھے یزید اپنے باپ کی طرح تو نہ تھا لیکن وہ مشابہت پیدا کرنے کی کوشش کرتا تھا اس نے عبدالرحمٰن سے کہا۔

یزید "تمکو یہ بتانے سے کیا امر مانع ہے کہ تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔

عبدالرحمٰن "تم مجھ سے ایسی بات پوچھتے ہو۔ جسکو تمہارے عذاب اور ثواب سے کوئی تعلق نہیں بس تمہارے قتل کے لئے آیا تھا۔"

یزید یہ سُنکر ہنسا اور ابن زیاد کی طرف متوجہ ہو کر آہستہ آہستہ کچھ گفتگو کی جسکو کوئی دوسرا نہ سمجھ سکا۔ پھر عبدالرحمٰن کی طرف۔

یزید "معلوم ہوتا ہے کہ تم کو دھوکا دیا گیا ہے کسی شخص نے تم کو بہکا دیا ہے ہم یہ نہیں چاہتے کہ دوسرے کے بہکا دینے کی وجہ سے تمکو سزا دیں اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا قصور معاف کر دیا جائے تو تمہارے لئے اسی قدر کافی ہے کہ علیؓ پر تبرا کہو۔

عبدالرحمٰن نے جب یہ الفاظ سنے تو وہ بھول گیا کہ میں خلیفہ کے روبرو ایک قیدی کی حیثیت میں ہوں اور کہا۔

عبدالرحمن:۔ تم مجھ سے ایک امر محال کے خواہشمند ہو علیؓ کی ہستی ایسی نہیں جس کے لئے یہ باتیں جائز ہو سکیں۔

ابن زیاد:۔ نصیحت مان لو اور خلیفہ کی اطاعت کرو ایسا نہو کہ تمہارا بھی حجر بن عدی وغیرہ کی طرح حشر ہو۔

عبدالرحمن نے ابن زیاد کی طرف دیکھا اُس کی آنکھوں سے شعلہ نکل رہا تھا اور کہا۔

عبدالرحمن:۔ او کنیزک زادے تو اس قابل نفرت برتاؤ پر فخر کر رہا ہے جو تیرے باپ نے حجر کے ساتھ کیا تھا اور اُس کو اس لئے قتل کر ڈالا تھا کہ اُس نے رسول اللہ کے چچازاد بھائی پر تبرا نہیں کہا اگر تو میرے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ کرنا چاہتا ہے تو مجھے قتل کر دے۔ لیکن اس دھمکی کی ضرورت نہیں علیؓ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مدح و ستائش کے زیادہ مستحق ہیں۔

جب عبدالرحمن کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو دربار میں ایک شور بلند ہوا اور لوگ اس پا بہ زنجیر شخص کی جرأت و ہمت سے سخت متعجب ہوئے سلمیٰ بھی اپنے چچازاد بھائی کی اس دلیری اور بہادری کی دل ہی دل میں تعریف کر رہی تھی لیکن اُسے اُس کی زندگی کے متعلق ہزار خطرات محسوس ہو رہے تھے۔

یزید:۔ ہم تجھکو ایکدن کی اور مہلت دیتے ہیں۔ اگر تو اپنی نادانی سے باز نہ آیا تو پھر تیری سزا موت ہے۔

یزید نے یہ کہکر حکم دیا کہ اُسے قید خانہ کی طرف لیجائیں سپاہی عبدالرحمن کو لیجانے کے لئے آئے لیکن عبدالرحمن نے کہا "جو کام آج کرنا ہے اُسے کل پر اٹھا نہ رکھو کل بھی میری حالت یہی ہو گی۔ جو آج ہے تم میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو گے تو بھی میں راستی سے تجاوز نہ کرونگا"

یزید اس بات پر ہنسا اور اس سے کہا کہ اسے لیجاؤ ضعیفہ سلمیٰ کے پاس بیٹھی ہوئی دربار کے ان تمام واقعات کو دیکھ رہی تھی جب لوگ عبدالرحمن کو لے گئے تو اس نے سلمیٰ سے کہا "تم نے دیکھا یہ شخص کتنا دلیر ہے لیکن وہ اپنی دلیری سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکیگا اور اُسے کل قتل کر دیا جائیگا" یہ الفاظ سنکر سلمیٰ کو ضبط و صبر دشوار ہوا اور اسنے اپنے دل سے کہا اچھا یزید کل تک تم زندہ رہنا تو عبدالرحمن کو قتل کرنا اس کے بعد وہ کمرہ میں چلی آئی اس کے چہرہ سے اضطراب کے آثار نمایاں تھے لیکن اُس نے دردسر کا بہانہ کیا۔

(۵۰)
شب عیش اور تمنائے وصال

ضعیفہ نے سلمیٰ کو زیادہ بے چین دیکھکر اور یہ سمجھکر کہ وہ دردِ سر میں مبتلا ہے کہا کیا تم کو تعویذ نے فائدہ نہیں پہونچایا تعجب ہے میں نے تو جب اُسے استعمال کیا تیر بہدف پایا سلمیٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور اپنی جیب سے رومال نکال کر سر پر باندھ لیا اور تکلیف کو اپنے ہر انداز سے ظاہر کرنے لگی ضعیفہ نے یہ حالت دیکھکر کہا اگر تم کو درد کی زیادہ تکلیف ہے تو لیٹ جاؤ اور تھوڑی دیر آرام لو چنانچہ سلمیٰ نے ایسا ہی کیا اور ایک پلنگ پر لیٹ گئی جس پر ریشمی زرکار پلنگ پوش پڑا ہوا تھا سلمیٰ نے اپنا منھ چھپا لیا اور اس طرح چپ چاپ پڑی رہی کہ ضعیفہ کو شبہ ہوا کہ وہ مر گئی۔

اسوقت سلمیٰ کے دل میں عبد الرحمٰن کے متعلق خیالات کا ایک ہجوم تھا اور وہ خوفناک سماں بھی اُسے یاد آرہا تھا جو تھوڑی دیر کے بعد اُس کے اپنے ارادہ کے متعلق پیش آنے والا تھا وہ انہی خیالات میں غرق تھی کہ اُسے زینہ پر پیروں کی چاپ محسوس ہوئی اُس نے یہ سمجھا کہ یزید اُس کے پاس مزاج پرسی کے لئے آرہا ہے کیونکہ اس کمرہ میں یزید کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں آسکتا تھا مگر اُس نے مناسب سمجھا کہ اپنے آپ کو سوتا ہوا ظاہر کرے کیونکہ ابھی رات نہیں ہوئی تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ رات کو اسوقت یزید کو قتل کرے جب سب لوگ سورہے ہوں تاکہ اسے بھاگنے میں آسانی ہو۔

چند لمحوں کے بعد یزید کمرہ کے دروازہ پر رونما ہوا ضعیفہ عجلت کے ساتھ اُس کے پاس پہونچی اور اپنی انگلی ہونٹوں پر رکھکر کہا کہ آہستہ آہستہ چلو عروس سو رہی ہے یزید نے ایسا ہی کیا اور پوچھا کہ وہ کیوں سو گئی ہے۔ ضعیفہ نے جواب دیا کہ اُسے دردِ سر کی بہت شکایت ہے چنانچہ اس وجہ سے اُس نے اپنا سر باندھ رکھا ہے۔ امید ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد اٹھ بیٹھے گی نیند دردِ سر کی بہترین دوا ہے۔

یزید آہستہ آہستہ سلمیٰ کے پاس آیا اور اُس کے چہرہ سے رومال ہٹا کر دیکھا سلمیٰ خاموش رہی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور اسوقت اُس کے رخساروں پر حسن و جمال کی غیر معمولی سرخی تھی۔ یزید یہ عالم دیکھکر صبر نہ کرسکا اور اُس کے دل نے بے اختیار چاہا کہ اُسے جگا کر تھوڑی دیر اُس کے پہلو میں بیٹھے لیکن ضعیفہ نے اُسے روکا اور کہا کہ آپ اسے سونے دیں حضور،

یہ عروس آپ ہی کی ہے آپ عجلت نہ کریں۔ رات کو آنے دیں پھر آپ کو اختیار ہے۔ اگر تھوڑی دیر وہ سو لے گی تو اس کی طبیعت بحال ہو جائے گی۔ اس کے جواب میں یزید نے کہا۔

یزید: "میں اسوقت بوس و کنار کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔"

ضعیفہ: "خیر اس کا مضائقہ نہیں لیکن وہ بیدار نہ ہونے پائے۔"

یزید: "تم نے اسے حمام کرا لیا تھا؟"

ضعیفہ: "خلیفہ، ان باتوں سے آپ مطمئن رہیں اور اپنے دربار کو تشریف لے جائیں۔"

یزید: "آج رات کو ہم اسی کمرہ میں رہیں گے کھانے پینے کی جس قدر چیزیں درکار ہیں وہ سب تم فراہم کر دینا۔"

ضعیفہ: "بہت خوب۔"

یہ کہکر ضعیفہ بھی یزید کے پیچھے روانہ ہوئی۔ سلمیٰ کو جب معلوم ہوا کہ یہ دونوں آدمی جا چکے ہیں تو اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کمرہ کی طرف دیکھا تو وہاں کوئی شخص موجود نہ تھا جب اُس نے یزید کی گفتگو پر غور کیا کہ وہ حمام کے متعلق سوال کرتا تھا تو اُس نے خنجر اپنی جیب سے نکالکر فرش کے نیچے چھپا دیا لیکن اُسے ایسی جگہ رکھا کہ ضرورت کے وقت وہ آسانی کے ساتھ نکال سکے۔ اس کے بعد وہ اٹھ بیٹھی لیکن اس کا سر بدستور بند ہوا تھا اور عبد الرحمٰن کا خیال اُس کے دل کو بے چین کر رہا تھا۔

(۱۵)
"شمر کی غمازی"

سلمیٰ اُس زینہ پر لئی جہاں سے دربار نظر آتا تھا لیکن دربار منتشر ہو چکا تھا اور کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا چند لمحوں کے بعد اُس نے یزید کو آتے ہوئے دیکھا اور اور اس کے ساتھ ایک ایسا شخص تھا جس کو دیکھکر اُس نے رونگٹے کھڑے ہو گئے یہ شمر بن ذالجوشن تھا اُس نے خدا سے پناہ مانگی اور اس کی غمازی کا خوف پیدا ہوا لیکن وہ اپنے باپ کے انتقام کے جوش میں ایسی بھری ہوئی تھی کہ اُسے ان خطرات کی ذرا پروا نہ تھی

یزید اپنے تخت پر بیٹھ گیا اور اُس نے خواہش کی کہ شمر بھی اُس کے پہلو میں بیٹھے لیکن وہ اس کی جرات نہ کر سکا اور یزید کے روبرو با ادب بیٹھ گیا مگر یزید نے کہا۔

یزید۔ تم میرے قریب کیوں نہیں بیٹھتے حالانکہ تم ہی وہ شخص ہو کہ کل اُس عظیم خطرہ

سے آگاہ کر کے تم نے میری جان بچائی۔
شمر:۔ میں خلیفہ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن ہم لوگوں نے خلیفہ کی اطاعت پر بیعت کی ہے اور ہمارا جان و مال اس پر فدا ہے۔
یزید:۔ جس کے ہاتھ میں ایک کوڑا تھا اور ایک ہاتھ سے ڈاڑھی میں خلال کر رہا تھا اس بات پر ہنسا اور کہا۔ یزید: خدا تم کو برکت دے اے شمر جس طرح تمہارا چہرہ سفید ہے ویسی ہی تمہاری عادتیں بھی سفید ہیں تم جس بات کے مستحق ہو وہ عنقریب تم کو ملیگی۔
شمر:۔ (زمین چوم کر) اور مجھے امید ہے کہ اُس غدار کے ساتھ بھی وہی برتاؤ ہوگا جس کا وہ مستحق ہے۔
یزید:۔ وہ یقیناً اپنے کیفرِ کردار کو پہونچے گا لیکن پہلے ہم یہ دریافت کریں کہ وہ کون ہے ہمارا خیال ہے کہ کچھ اور لوگ بھی اُس کے ساتھ شریکِ عمل ہیں اگر ہم اُن کے حال سے آگاہ ہو جائینگے تو اُن کے فساد سے بے خوف رہیں گے۔
شمر:۔ کیا خلیفہ نے اُس کا نسب نہیں پوچھا۔
یزید:۔ ہم نے پوچھا تھا لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا ہم نے اُسے کل تک کی مہلت دی ہے۔
شمر (جس کے چہرہ سے خوشی ٹپک رہی تھی) اگر خلیفہ مجھے حکم دیں تو اُس کے نسب سے آگاہ کروں مجھے امید ہے کہ جب خلیفہ کو اس کا صحیح حال معلوم ہوگا تو اُسی لمحہ میں اُس کے قتل کا حکم دیں گے
سلمیٰ نے جب شمر کے یہ الفاظ سنے تو وہ کانپ اٹھی اور وفورِ اضطراب میں اُسی سے لکھڑاتا رہا گیا لیکن اُس نے صبر کیا

یزید:۔ بتاؤ وہ کون ہے۔"
شمر:۔ کیا آپ حجر بن عدی کو نہیں جانتے؟
یزید:۔" ہاں میں نے اس کا نام سنا ہے۔"
شمر:۔ یہ اُس کا بھتیجا ہے اور یہ غدار خلیفہ سے اپنے چچا کا انتقام لینا چاہتا ہے۔
یزید:۔ (بے اختیار ہو کر بلند آواز میں) کیا شمر یہ جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے۔"
شمر:۔ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا یہ بالکل صحیح ہے۔"
یہ سن کر دربار میں شور بلند ہوا اور یزید نے چیخ کر کہا "اُسے حاضر کرو" چنانچہ عبدالرحمن پابزنجیر حاضر کیا گیا مگر عبدالرحمن کے چہرہ سے جوانمردی کے آثار نمایاں تھے اور اس کو یزید

کے دربار کی ذرا پروا نہ تھی۔ یزید نے شمر کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا کہ وہ اس سے بات چیت کرے۔ شمر نے عبدالرحمٰن کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

شمر: "خلیفہ تجھ سے تیرا نسب دریافت کرتے ہیں اور تو اُسے چھپاتا ہے۔"

عبدالرحمٰن نے شمر کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اس کو ذرا بھی خیال نہ تھا کہ مجھے کیسے خطرات کا سامنا ہے اور کہا۔

عبدالرحمٰن: "میں نے اپنے نسب کو اس لئے نہیں چھپایا کہ مجھے موت کا خوف ہے۔ میں تو اپنے نسب کو قابل فخر سمجھتا ہوں اور اس لئے اس کو چھپانے کی ضرورت نہیں۔"

شمر: "پھر کیوں نہیں بتاتا کہ تو کون ہے؟"

عبدالرحمٰن: "(باواز بلند) مجھے قبیلہ کندہ سے تعلق ہے۔ میرا نام عبدالرحمٰن ہے میں حجر بن عدی کا بھتیجا ہوں جسے تم نے جور و تعدی کے ساتھ قتل کیا ہے۔"

یزید: "(اس دلیری سے متعجب ہو کر) تو یہ بات کہہ رہا ہے اور تجھے ذرا بھی خوف نہیں؟"

عبدالرحمٰن: "مجھے کیا خوف ہو سکتا ہے جب کہ میں باواز بلند اپنے ارادہ کا اظہار کر چکا ہوں اب میں اتنا اور اضافہ کرتا ہوں کہ میں اپنے چچا کے انتقام میں جس کو جور و ظلم کے ساتھ قتل کیا گیا یزید کی جان لینے کے لئے آیا ہوں۔"

یزید کے پہلو میں ابن زیاد بھی بیٹھا ہوا تھا اور گفتگو سن رہا تھا۔ جب اس نے عبدالرحمٰن کے یہ الفاظ سنے تو کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ تو بالکل دیوانہ ہے اپنی اس دیوانگی سے باز آ مجھے اُمید ہے کہ اگر تو خلیفہ سے معافی مانگے گا تو وہ تجھے معاف کر دینگے۔"

عبدالرحمٰن: "بس ابن زیاد رہنے دو اپنے تحمل اور بردباری کا تذکرہ نہ کرو۔ مجھے زندگی کی پرواہ نہیں ہے۔"

یزید: "(غضبناک ہو کر) ہم نے تیرے قتل کی کارروائی کل پر ملتوی کی تھی اور ہم کو امید تھی کہ تجھے اپنی نادانی پر پشیمان پائیں گے مگر معلوم ہوتا ہے کہ تو خود اپنی موت کا خواستگار ہے۔ بہتر ہے اب تجھکو معلوم ہونا چاہیئے کہ تو کل سورج نکلنے سے پہلے قتل کر دیا جائیگا۔ (اپنے آدمیوں سے) اچھا اسے قید خانہ لے جاؤ اور مجھے کل صبح اس کا سر دکھانا۔"

(۵۲)
غدار کون ہے؟

جب یزید کے آدمیوں نے عبدالرحمٰن کو قید خانہ کی طرف لے جانے کا ارادہ کیا تو شمر نے کہا

شمر: "خلیفہ آپ مجھکو اجازت دیجئے کہ میں اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دوں"

یزید: "بہتر ہے تم اس کو قتل کرو اور کل صبح اس کا سر میرے پاس لاؤ لیکن اگر اپنی حماقت سے باز آجائے اور معافی مانگے اور ابو تراب پر تبرا کہے تو چھوڑ دینا"

عبدالرحمٰن نے جب یہ الفاظ سنے تو اپنا ہاتھ چھڑا کر یزید کی طرف بڑھا اور کہا۔

عبدالرحمٰن: "نہیں نہیں، مجھے ابھی قتل کرو تا کہ میں حضرت علیؓ اور حجر کے پاس جا پہنچوں ابن ابیہ خوب یاد رکھو کہ تم زبردستی خلیفہ بن بیٹھے ہو اور تم نے خلافت سے خاندان رسول کو غدر و مکاری کے ساتھ محروم کیا ہے۔ تم نے اس شخص سے جنگ کی جو تمام مسلمانوں سے زیادہ مستحق تھا تم نے یہ سب کچھ اپنی دنیا پرستی کے لئے کیا ہے۔ مگر وہ وقت بھی آنے والا ہے کہ تم اپنے کیفر کردار کو پہنچو گے۔

ابن زیاد۔ (سخت لہجہ میں) او غدار تو یہ باتیں بآواز بلند کہہ رہا ہے"

یہ سن کر عبدالرحمٰن ابن زیاد کی طرف متوجہ ہوا اس وقت غصہ سے اس کی حالت غیر تھی اور اُسے زیاد کی وہ سب مکاریاں یاد آگئیں جو حجر کے قتل میں استعمال کی گئی تھیں آخر اس نے کہا۔

عبدالرحمٰن: "غدار نہ کہہ، غداری تیرے اور تیرے باپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ کیا اس دربار میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو تیرے باپ زیاد اور اس کی ماں سے واقف ہو یقیناً سب لوگ واقف ہیں کہ اسے ابن ابیہ (اپنے باپ کا) کیوں کہتے تھے۔ ہر شخص کو یہ امر معلوم ہے کہ تیرے باپ کو معاویہ نے خوشی کے ساتھ اپنے خاندان میں شامل نہیں کیا بلکہ محض اس وجہ سے کہ وہ ایک چالاک آدمی تھا اور اس کے ذریعہ سے معاویہ کو اہل بیت پر فتحمندی حاصل کرنے کی امید تھی۔ اگر تو اس شامل کئے جانے سے خوش ہے تو تیرے نسب کی حالت بالکل واضح اور روشن ہے اور اگر تو اس سے اختلاف کرتا ہے تو مجھے بتا کہ تیرا نسب کیا ہے افسوس کہ ان باتوں کے باوجود تو مجھکو غدار کہتا ہے۔ یاد رکھ کہ غدار وہی شخص ہے جو امر حق سے جان بوجھ کر لالچ کی وجہ سے انحراف کرے جیسا کہ تو نے اور تیرے باپ نے کیا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ تو میرے اظہار امر حق کو تعجب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ خیر کچھ پروا نہیں

میں اس امرِ حق سے تادمِ زیست انحراف نہیں کر سکتا اور جب میں مر جاؤں گا تو میری قبر سے بھی صدا بلند ہو گی۔"

درباریوں میں شور بلند ہوا اور عبدالرحمٰن کی اس دلیری سے لوگ حیرت زدہ ہو کر رہ گئے لیکن شمر نے آگے بڑھ کر کہا۔

شمر:۔ "خلیفہ آپ کہاں تک صبر کریں گے اس کی گستاخی تو انتہا کو پہونچ گئی مجھے حکم دیجئے کہ میں ابھی اس کا سر جدا کر دوں۔"

عبدالرحمٰن:۔ (باآوازِ بلند) ہاں ہاں مجھے قتل کر دے اپنی تلوار کھینچ۔ یہ کوئی نئی بات نہ ہو گی تم اس سے پہلے ہی مددگارانِ حق کو قتل کر چکے ہو۔ ایک ایک شخص پر دس دس اور سو سو کی تعداد میں ٹوٹ پڑتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے قتل سے تمہاری شان و سطوت میں اضافہ ہو گا؟ ہرگز نہیں (اپنے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے) یہ اُن بزرگوں کا عمامہ ہے جو تم کو تمہاری حرکات کا مزہ چکھا کر رہیں گے۔ اے ابن معاویہ یہ حکومت تم نے غداری سے حاصل کی ہے تم نے لوگوں کو دنیا کا لالچ دلایا اور انہوں نے تمہاری مدد کی۔ تم نے زیاد کو اپنے نسب میں شامل کیا۔ عمرو بن عاص کو مصر کا لالچ دیا۔ لہٰذا ان دونوں نے تمہاری امداد کی۔ اگر ابن عاص نہ ہوتے تو صفین کے واقعہ کے بعد تمہارا نام و نشان بھی باقی نہ رہتا۔ اگر اشعری کے ساتھ تمہارا یہ برتاؤ نہ ہوتا تو تمہاری حکومت کا قیام ناممکن تھا۔ لیکن معاویہ کی پالیسی اس کی پالیسی پر غالب آگئی اور اسے مصر کا لالچ دیکر نوکر رکھ لیا مگر یاد رکھو کہ تم نے یہ ایک ایسا لقمہ حلق سے نیچے اُتارا ہے جو تم کو ہضم نہیں ہو سکتا۔ اس کا انجام تم بھی دیکھ لو گے اور ہم بھی دیکھیں گے۔"

یزید:۔ دیانت کا ٹھکر۔ اس کو قید خانہ لے جاؤ اور کل صبح اس کا سر میرے پاس لاناؔ

یزید نے یہ الفاظ ہنس کر کہے گویا وہ عبدالرحمٰن کی اس گفتگو کو بالکل خرافات سمجھتا تھا۔

المختصر لوگ عبدالرحمٰن کو قید خانہ کی طرف لے گئے۔

اس موقع پر سلمٰی کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس کا دلی اضطراب چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا اس کی آنکھیں پُرآب تھیں۔ مگر ان باتوں کے باوجود عبدالرحمٰن کی دلیری اور ثابت قدمی سے خوش بھی تھی۔ جب عبدالرحمٰن کو دربار سے باہر لے گئے تو گویا سلمٰی کا دل اس کے ساتھ گیا۔ اور اس کے اضطراب و قلق کی کچھ انتہا نہ تھی بڑی دیر کے بعد اس کی طبیعت کسی قدر سنبھلی جب اسے قتل یزید کے منصوبہ کی یاد آئی۔ اب تک وہ ارتکاب قتل سے ڈر رہی تھی کیونکہ پھر ایک

عورت کی کمزوریاں اُس میں موجود تھیں لیکن اس واقعہ نے اس کے دل کو پہلے سے زیادہ آمادہ اور مضبوط بنا دیا۔ آخر کار وہ اپنے کمرہ میں آگئی اور غنیمت تھا کہ ضعیفہ ابھی واپس نہیں ہوئی تھی کمرہ میں سلمٰی بالکل تنہا تھی اُس نے خنجر کو فرش کے نیچے سے نکالا اور چند لمحوں کے لئے اُسے آنکھوں کے سامنے رکھکر کہا: "او خنجر آج شب کو مجھ سے بیوفائی نہ کرنا اگر تو نے میری بات مانی تو وہ کرگزریگا جس سے ابتک ہزاروں مسلمان قاصر رہے ہیں دیکھ اگر کامیابی ہوئی تو خلافت اُن لوگوں سے جنہوں نے اُسے غاصبانہ طور پر حاصل کیا ہے نکلکر جوانانِ جنت کے سردار کے پاس جا پہنچیگی"
اس بات کا خیال آتے ہی سلمٰی کا دل خوشی سے معمور ہوگیا اور اُس نے کہا "اس تمنا میں کامیاب ہوجانے کے بعد مجھے ذرا بھی پروا نہیں خواہ میں مرجاؤں یا زندہ رہوں" وہ انہی خیالات میں تھی کہ یکایک اس کو کسی کا آنا محسوس ہوا۔ لہذا اُس نے جلدی سے خنجر چھپا دیا اور اپنی اوڑھنی سے منہ چھپا کر ایک طرف جا بیٹھی۔

(۵۳)

دسترخوان

تھوڑی دیر کے بعد ضعیفہ کمرہ میں داخل ہوئی اس کے ساتھ کئی خدمتگار بھی کھانے پینے کی چیزیں لئے ہوتے آئے اور انہوں نے دسترخوان بچھا کر چاندی سونے کے برتنوں میں طرح طرح کے لذیذ کھانے چن دیئے۔ اب سلمٰی نے اپنے آپ کو بیدار کیا اور نظر اٹھا کر دسترخوان کی طرف دیکھا تو انواع اقسام کے کھانوں کے علاوہ شراب بھی تھی اور ایک طرف ایک طنبور بھی رکھا ہوا تھا۔ اب سلمٰی کو وہ باتیں یاد آئیں جو یزید کی میخواری اور طنبورہ نوازی کے متعلق مشہور تھیں۔ چنانچہ اُس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس شخص کو میں قتل کرسکی تو یہی کیا کم ہوگا کہ خلافت اسلام اس ننگ وعار سے نجات پاجائیگی"
ضعیفہ نے جب سلمٰی کو بیدار پایا اور اُس کے رخساروں کی غیر معمولی سرخی سے حسن وجمال میں حیرت انگیز اضافہ دیکھا تو پیشانی پر بے اختیار بوسہ دے کر کہا کہ "خلیفہ اپنے آپ کو کیسا خوش قسمت سمجھیں گے جب ان پھول سے رخساروں کا بوسہ لیں گے" سلمٰی نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور بالکل ساکت وصامت بیٹھی رہی جس سے ضعیفہ کو شبہ پیدا ہوا کہ شاید ابھی درد سر کی شکایت باقی ہے چنانچہ اُس نے کہا۔
ضعیفہ: "اب تم کیسی ہو؟ درد سر کی کیا حالت ہے؟"

سلمیٰ :۔ "اب کسی قدر اچھی ہوں۔"

ضعیفہ :۔ "اب جس قدر شکایت باقی ہے وہ اس وقت دور ہو جائے گی جب رات کو خلیفہ تمہارے ہم پہلو ہونگے۔ اور تم اُن کو طنبورہ بجاتے ہوئے سنو گی۔ ہم نے خلیفہ کے حکم سے تمہارے لئے ہر چیز مہیا کردی ہے۔"

ضعیفہ نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ یکایک بخور کی خوشبو پھیلنے لگی اور کسی کی آہٹ محسوس ہوئی سلمیٰ بے اختیار کانپ اٹھی مگر ضعیفہ نے کہا: "گھبراؤ نہیں پیاری! ابھی خلیفہ نہیں آئے ہیں یہ تو ایک خدمتگار ہے جو بخوردان رکھنے کے لئے یہاں آرہا ہے"

سلمیٰ نے اپنی اوڑھنی سے منھ چھپالیا اور اُس کے اندر سے جھانک کر دیکھا کہ یہ خدمتگار کی قبا پہنے ہوئے تھا اور شانوں پر ایک زرکار چادر پڑی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں ایک طلائی بخوردان تھا جس کی خوشبو سے فضا معطر تھی۔ یہ شخص کمرہ کے دروازہ میں بخوردان رکھکر واپس چلا گیا۔ اب کمرہ میں سلمیٰ اور ضعیفہ تنہا تھی ضعیفہ نے دسترخوان کے آس پاس گاؤتکیے رکھے اس کے بعد طلائی شمعدان جس میں سرخ سبز اور سفید شمعیں لگی ہوئی تھیں۔ دسترخوان کے بیچ میں لاکر رکھیں لیکن ان کو روشن نہیں کیا کیونکہ ابھی رات نہیں ہوئی تھی۔

جب سورج ڈوب گیا تو ضعیفہ نے شمعدان کو روشن کیا جس سے کمرہ جگمگا اٹھا وہ یزید کا انتظار کرنے لگی جب دیر تک یزید نہ آیا تو ضعیفہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت خلیفہ کو کوئی بہت ہی اہم کام درپیش آگیا ہے ورنہ دنیا میں کوئی ایسی بات نہیں ہوسکتی جو اُن کو اس بزم عیش سے روک سکے۔ یہ سنکر سلمیٰ کا دل لرز گیا اور طرح طرح کے خیالات اُس کے دماغ کو چھیڑنے لگے۔

(۵۴)

بزم مےخواری

اسی اثنا میں پیروں کی چاپ محسوس ہوئی اور ضعیفہ نے بیساختہ کہا کہ "خدا کا شکر ہے کہ خلیفہ آرہے ہیں" سلمیٰ نے جب یہ الفاظ سنے تو اُس کا دل دھڑکنے لگا اور اس نے محسوس کیا کہ اب خطرۂ عظیم کا وقت قریب آگیا اُس نے صبر کیا اور دل کو سنبھالا اور پلنگ پر لیٹ رہنے کا ارادہ کیا۔ ضعیفہ نے کہا کہ یہ پلنگ پر لیٹنے کا وقت نہیں ہے۔ دسترخوان کے پاس جا بیٹھو۔ ابھی سلمیٰ نے جواب نہیں دیا کہ یزید آپہونچا۔ اسوقت یزید کی پوشاک دوسری تھی

اس کے سر پر ایک چھوٹا سا عمامہ تھا یزید جب دستر خوان کے پاس آیا تو اُس نے سلمیٰ کو بدستور لیٹے ہوئے پایا لہذا اس نے زہر آلود تبسم کے ساتھ کہا "شاید تمہارا درد سر بدستور رہے گا"

سلمیٰ نے جب یزید کا یہ فقرہ سنا اور اُس کے چہرہ کی طرف دیکھا تو وہ آسانی کے ساتھ سمجھ گئی کہ اس کی حالت میں ایک انقلاب پیدا ہوا ہے۔ اور سلمیٰ کو یہ بھی شبہ پیدا ہوا کہ وہ بعض ایسے اسرار سے واقف ہو گیا ہے جن کے چھپانے کی وہ کوشش کر رہا ہے۔ ان خیالات کے ساتھ ہی شمر بن ذالجوشن کی تصویر اُس کی آنکھوں میں پھر گئی۔ اب اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ وہ اپنی عادت کے برخلاف تکلف اور تصنع سے کام لے۔ چنانچہ وہ پلنگ سے اٹھی اور اپنے آپ کو یزید کے اضطراب و قلق سے انجان ظاہر کر کے دستر خوان کے پاس جا بیٹھی یزید نے جب قریب سے سلمیٰ کے رخ گلگوں کو دیکھا تو اُس کا دل باغ باغ ہو گیا اور اپنی تمام بدگمانی و اضطراب کو بھول گیا۔ اسوقت ضعیفہ یزید کے روبرو تھی لہذا اُس سے مسکرا کر اُس نے کہا "اری کمبخت اس شراب سے ایک پیالہ لبریز کر اور سلمیٰ کو دے، یہ تو میٹھا شربت ہے"۔ چنانچہ ضعیفہ نے اُس شراب سرخ سے ایک پیالہ بھرا اور سلمیٰ کی طرف بڑھا کر کہا "لو اسے پی جائیے یہ صرف سیب کے عصارہ سے تیار کی گئی ہے"

سلمیٰ متحیر ہوئی کیونکہ اس سے پہلے اسے ان چیزوں کے استعمال کا اتفاق نہیں ہوا تھا مگر اُس نے مجبوراً اُس پیالہ کو پیا جو اُسے دیا گیا تھا۔ اس کے بعد یزید نے ایک دوسری شراب کا پیالہ اُس کی طرف بڑھایا جس کو اُس نے لبوں سے لگا کر اپنے کپڑوں پر گرا دیا۔

اسی اثنا میں یزید نے بھی خوب مینوشی کی جس کا اثر پیدا ہوتے ہی اس پر نشاط و انبساط کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اُس نے طنبورہ اٹھا لیا اور سلمیٰ کے قریب آ بیٹھا طنبورہ کو چھیڑتا تھا اور خوش ہو رہا تھا ضعیفہ وہ طرح طرح کے گوشت جو دستر خوان پر موجود تھے اُس کے سامنے رکھتی جاتی تھی اور شراب بھی پیش کر رہی تھی سلمیٰ یزید کے بار بار شراب پینے سے اپنے دل میں ایک بڑی حد تک مسرور تھی اور سمجھتی تھی کہ اگر اس پر شراب کا نشہ زیادہ ہو گیا تو مجھے اپنا کام انجام دینے میں آسانی ہو گی۔

اب شمر کا حال سنئے کہ جب سے اس کو یہ معلوم ہوا تھا کہ خلیفہ سلمیٰ کو اپنی زوجیت میں لینا چاہتا ہے اُس وقت سے وہ موقع کا منتظر تھا کہ سلمیٰ کے حالات افشا کر کے اُس کی بے التفاتی اور بدزبانی کا انتقام لے۔ جب اُس نے دیکھا کہ شان و شوکت کے ساتھ ایک دفعہ اُسے لینے کو گیا اور وہ حرم سرا میں داخل ہو گئی تو اُسے اس کارروائی کو جلد سے جلد عمل

میں لانے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ جس وقت یزید اپنے دربار سے اٹھ کر حرم سرا کی طرف جا رہا تھا اُس نے اس موقع کو غنیمت سمجھا کیونکہ یزید بالکل تنہا تھا۔ اُس نے قریب ہو کر یزید کے کان میں کہا "خلیفہ کی عروس کسی قدر مشتبہ ہے لہذا اُس سے ہوشیار رہنا چاہیئے"۔ یزید کو اسوقت سلمٰی سے ملنے کا بیحد شوق تھا اور وہ اس شوق میں بے خود ہو رہا تھا شمر کی اس غمازی نے اُس کے دل پر کچھ گہرا اور دیرپا اثر نہیں کیا اور خاصکر جب شراب سے مخمور ہو گیا تو اس وصیت کو بالکل بھول گیا اور اپنی خوابگاہ کے سوا ساری دنیا اُس کی نگاہوں سے مستور ہو گئی۔

شمر بڑی بے چینی کے ساتھ اپنی غمازی کا نتیجہ دیکھنے کا منتظر تھا۔ جب یزید کو حرم سرا میں گئے ہوئے بہت دیر ہوئی اور کسی قسم کی نئی بات اُس کے سننے میں آئی تو وہ بہت گھبرایا اور رشک وحسد کی آگ اُس کے سینے میں مشتعل ہو گئی اور اس کو اندیشہ پیدا ہوا کہ شاید سلمٰی نے یزید کے دل پر فتح پالی۔ اُس کو نہایت ندامت تھی کہ میں نے پوری تصریح کیوں نہ کردی اور اچھی طرح کیوں نہ بتا دیا کہ سلمٰی عبد الرحمٰن کی چچازاد بہن اور اُس کی منسوبہ ہے افسوس اگر میں یہ سب کچھ کہہ دیتا تو خلیفہ کو اُس کی غداری کا حال معلوم ہو جاتا اور پھر وہ اُس کے مکروفریب سے محترز رہتا۔ اب شمر غور کرنے لگا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ یکایک اُس کا ذہن عبید اللہ بن زیاد کی طرف منتقل ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یزید ابن زیاد کی بہت عزت کرتا ہے لہذا اُس نے ارادہ کیا کہ میں ابن زیاد کے پاس جا کر ان واقعات کو ظاہر کروں کیونکہ اُسے ابتک یہ نہیں معلوم تھا کہ عبد الرحمٰن اور سلمٰی کے درمیان کسی قسم کا تعلق ہے۔

(۵۵)
شمر کی فتنہ انگیزی

عبید اللہ بن زیاد کا حال سنئے کہ جب دربار برخاست ہوا اور اُسے معلوم ہوا کہ یزید اپنی خوابگاہ کی طرف جا رہا ہے جہاں سلمٰی اُس کی منتظر ہوگی تو اُسے بڑی غیرت محسوس ہوئی اور نیند اُس کی آنکھوں سے اڑ گئی اور باوجود کوشش کسی طرح زیادہ رات گئے تک نہ سو سکا۔ اُس کے تصور میں سلمٰی کے حسن وجمال کی تصویر کھینچی ہوئی تھی اور جب وہ یہ خیال کرتا تھا کہ ایسی حسینہ دوشیزہ اسوقت یزید کے پہلو میں ہوگی تو اُس کا دل تڑپ جاتا تھا کیونکہ وہ یزید کی اس کے سوا کہ وہ خلیفہ تھا ذاتی طور پر کچھ عزت نہیں کرتا تھا۔

ابن زیاد اسی اضطراب و قلق کی حالت میں کروٹیں بدل رہا تھا کہ ایک خدمتگار خوابگاہ میں داخل ہوا اور اُس نے اُسے بیدار پا کر کہا "شمر بن ذی الجوشن آیا ہے"۔

ابن زیاد:۔ "بہتر ہے اُسے آنے دو"۔

چند لمحوں کے بعد شمر داخل ہوا اور اُس کے چہرہ سے تفکر و حیرت کے آثار نمایاں تھے ابن زیاد نے شمر کو دیکھکر گفتگو میں سابقت کی اور کہا۔

ابن زیاد:۔ "کیوں خیر تو ہے؟"

شمر:۔ "میں اسوقت بڑے ضروری کام کے لئے آیا ہوں"۔

ابن زیاد:۔ "وہ کیا؟"

شمر:۔ "تم کو معلوم ہے کہ آج خلیفہ ایک حسین دوشیزہ کے ساتھ ہم پہلو ہے"۔

ابن زیاد بخوبی سمجھ گیا کہ سلمیٰ کی طرف اشارہ ہے اور اُس کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔

ابن زیاد:۔ "ہاں میں واقف ہوں، اچھا تو پھر؟"

شمر:۔ "کچھ تمہیں خبر ہے کہ یہ دوشیزہ کون ہے؟"

ابن زیاد:۔ "مجھے اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ وہ پردیسی ہے اور غالباً عراقی ہے"۔

شمر:۔ "ہاں وہ عراقی ہے مگر تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کس کی بیٹی ہے؟"

ابن زیاد:۔ "اسی شخص کی بیٹی ہے جو دیر میں اُس کے ہمراہ تھا اگر ایسا نہیں ہے تو میں واقف نہیں کہ وہ کس کی بیٹی ہے؟"

شمر:۔ "یہ ایک مہتم بالشان معاملہ ہے اگر خلیفہ کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس کی بیٹی ہے تو اُس سے تعلقات زوجیت کا قائم کرنا ایک لمحہ کے لئے منظور نہ کریں۔ اس کا باپ وہ شخص نہیں ہے جس کی طرف تم اشارہ کر رہے ہو"۔

ابن زیاد:۔ (متحیرانہ) "پھر شمر اُس کا باپ کون ہے؟"

شمر:۔ "حجر ابن عدی"۔

یہ سن کر ابن زیاد حیرت زدہ رہ گیا۔ چند لمحہ تک اُس کی زبان نہ کھل سکی پھر اُس نے شمر سے پوچھا۔

ابن زیاد:۔ "تم جو کچھ کہہ رہے ہو اُس پر تم کو اعتماد ہے؟"

شمر:۔ (مسکرا کر) "میں اُسے جانتا ہوں اُس کے باپ کو جانتا ہوں اُس کے چچا کو جانتا ہوں

اور اُس کے سارے خاندان سے واقف ہوں۔"

ابن زیاد: "اس کے یہ معنی ہیں کہ عبدالرحمن اسکا چچازاد بھائی ہے؟"

شمر: "ہاں اُس کا چچازاد بھائی بھی ہے اور سلمیٰ اُس کے ساتھ منسوب بھی ہے وہ سن رسیدہ شخص جوان کے ساتھ دیر میں مقیم تھا اُن کا سرپرست ہے یہ تینوں دیر خالد میں اس لئے مقیم تھے کہ جب موقع ملے خلیفہ کو ہلاک کر ڈالیں وہ تو کہیے خدا نے اپنا فضل کیا اور میں اُن کے ارادوں سے واقف ہو گیا۔"

عبیداللہ ابن زیاد یہ باتیں سن کر مبہوت رہ گیا اُس نے جہاں تک قرائن پر غور کیا اُسے شمر کی گفتگو صحیح معلوم ہوئی۔

ابن زیاد: "میں خیال کرتا ہوں کہ اس دوشیزہ نے ازراہ مکر خلیفہ کی زوجیت میں آنا قبول کیا ہے اور غالباً وہ خلیفہ کو غداری سے قتل کرنا چاہتی ہے؟"

شمر: "میں نے اشارۃً خلیفہ سے یہ بات کہدی تھی لیکن اُن پر شوق کی ایسی بے خودی چھائی ہوئی تھی اور وہ حرم سرا میں جانے کے لئے ایسے بیتاب تھے کہ انہوں نے مجھے مزید گفتگو کا موقع ہی نہیں دیا۔"

ابن زیاد: "میرے نزدیک تو یہ بات دور از قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ وہ خلیفہ کے قتل کا ارادہ کر کے آئی ہو۔ خاصکر اگر وہ اپنے چچازاد بھائی کی طرح ثابت قدم ہوئی جس کا حال آج دوپہر کو تم دیکھ چکے ہو تو ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ اچھا تو اب کیا کرنا چاہئے۔ میرے خیال میں تو ہمیں چاہئے۔ کہ خلیفہ کو ہم فوراً اطلاع دیدیں تاکہ بعد میں ہمیں اپنے آپ کو ملامت کرنے کا موقع نہ رہے۔"

شمر: "تمہارا خیال بالکل درست ہے لیکن رات گزرنے سے پہلے ایسا ہونا چاہئے۔"

ابن زیاد: "کچھ تامل کے بعد۔ بہتر ہے مجھے خلیفہ کے خواجہ سرا فتح سے ملنا چاہئے۔ اور اُسے جگا کر خلیفہ کے پاس بھیجنا چاہئے۔"

چنانچہ شمر جلد جلد فتح کے جائے قیام کی طرف روانہ ہوا کیونکہ وہ حرم سرا کے دروازہ کے پاس ایک کمرہ میں رہتا تھا اور وہاں پہونچکر اور اُسے جگا کر کہا کہ تم کو عبیداللہ ابن زیاد نے بلایا ہے۔ فتح آنکھیں ملتا ہوا شمر کے ساتھ ہو لیا اور جب عبیداللہ ابن زیاد کے پاس پہونچا تو اس نے اُسے اپنے قریب بلا کر کہا: "فتح تم اسوقت خلیفہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک نہایت ضروری معاملہ کے متعلق جس کو آپ کی ذات سے تعلق ہے عبیداللہ ابن زیاد آپ سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہے۔"

فتح: "(ہنسکر) شاید آپ کو معلوم نہیں کہ آج وہ کہاں اور کس حالت میں ہیں۔"

ابن زیاد: مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں خود جاتا:
فتح: میں بھلا کیونکر جا سکتا ہوں جب کہ خلیفہ اپنی بزم عیش میں ہے اور مجھے ہدایت کر چکا ہے کہ میں اُسے کسی بات کی اطلاع نہ دوں۔ کس کی مجال ہے کہ اس وقت اُس کی خوابگاہ کا رُخ کر سکے' نہیں' مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا:
ابن زیاد: بس۔ بس باتیں نہ بناؤ' جلد جاؤ۔ وقت بہت کم ہے۔ اور خلیفہ سے کہو کہ عبید اللہ ایک لمحہ کے لئے اسی وقت آپ سے ملنا چاہتا ہے:"
فتح: "اور اگر وہ مجھ پر خفا ہوئے اور میری بات نہ سنی:"
ابن زیاد: جس طرح چاہو اُسے ڈراؤ۔ کہنا کہ عبید اللہ آپ سے بعض ایسی باتیں کہنا چاہتا ہے جو خلافت سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن یہ بات کسی کے سامنے نہ کہنا۔ اچھا فتح' جلد جاؤ۔ تم عنقریب دیکھو گے کہ یہ کام کتنا اہم تھا:"

(۵۶)
رنگ میں بھنگ

ابن زیاد کے اصرار وتاکید سے متاثر ہو کر فتح جلد جلد قدم اٹھاتا بالا خانہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ خوابگاہ تک پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے یزید کے طنبورہ بجانے اور قہقہہ لگانے کی آواز آرہی ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ تفکر کی حالت میں کھڑا رہا اور اُس کے دل میں خیال گذرا کہ الٹے پاؤں واپس ہو جائے مگر پھر اُسے ابن زیاد کی خوشامد یاد آئی اور اُس نے دروازہ کے قریب جا کر دستک دی۔

یزید اس وقت انتہائی نشاط وسرور کے عالم میں تھا اور سلمٰی کے زانو پر اپنا سر رکھے ہوئے اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا۔ دستک کی آواز سنکر چونک پڑا اور بآواز بلند پکارا۔
یزید: "کون ہے دروازہ پر؟"
فتح: "میں ہوں آپکا غلام فتح:"
یزید: "دور ہو کمبخت کس قدر تو نے پریشان کیا:"
فتح: "میں جانتا ہوں لیکن میں اس وقت خلیفہ کے متعلق ایک اہم خبر لے کر حاضر ہوا تھا:"
یزید: دھنکار اپنی اہم خبروں کو کل پر اٹھا رکھو اور جاؤ۔ اگر تمہارے سوا کسی اور نے دستک دی ہوتی تو اسوقت میں اُسے جان سے مار ڈالتا:"

فتح: خلیفہ، میں یہ بات جانتا ہوں لیکن میری گذارش یہ ہے کہ ایک لمحہ کے لئے آپ اپنا چہرۂ مبارک مجھے دکھادیں اور پھر واپس چلے جائیں۔"

یہ سن کر یزید اٹھا عمامہ سر سے گر گیا تھا طنبورہ اُس کے ہاتھ میں تھا اور دروازہ کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ فتح نے اُس کے کان میں کہا "ابن زیاد آپ سے کچھ باتیں کہنا چاہتے ہیں جو خلافت سے تعلق رکھتی ہیں"۔

یزید: اُس سے کہدو کہ کل ملاقات ہوگی اور میں ان باتوں کو سنونگا"

یہ کہکر یزید واپس ہونا چاہتا تھا کہ فتح نے دامن پکڑ لیا اور کہا۔

فتح: اگر ان باتوں میں تاخیر ممکن ہوتی تو آپ کو اسوقت پریشان کرنے کی کیا ضرورت تھی میں نے تو خود اُن سے یہ سب کچھ کہدیا تھا لیکن انہوں نے سخت اصرار کیا۔ جناب عالی، میں گہری نیند سے اٹھا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تو جانتا تھا کہ میرا آنا آپ کی خفگی اور ناراضی کا باعث ہوگا لیکن نہ آتا تو کیا کرتا؟"

یہ سنکر یزید روانہ ہوا۔ اُس کے چہرہ سے قہر و غضب کے آثار مترشح تھے حقیقتہً اُس کا منشا یہ تھا کہ اسوقت ابن زیاد پر اچھی طرح خفا ہو اور باز پرس کرے کہ اُس نے ناوقت کیوں پریشان کیا۔ چنانچہ فتح کو حکم دیا کہ ابن زیاد کو جلد بلالائے۔ فتح دوڑتا ہوا ابن زیاد کے پاس پہنچا وہ منتظر بیٹھا تھا فوراً یزید کے پاس آگیا اور آنے کے ساتھ ہی اس طرح سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔

ابن زیاد: میں خوب جانتا ہوں کہ اس وقت میں نے خلیفہ کو پریشان کیا اور عیش و آرام میں خلل انداز ہوا لیکن میں ایک ایسے راز سے واقف ہوا ہوں جسے کل تک رکھنا عظیم خطرات پر مبنی تھا کیا خلیفہ چند لمحوں کے لئے خلوت کا موقع دینگے؟"

یزید ابن زیاد کو ساتھ لیکر ایک کمرہ کی طرف بڑھا جہاں صرف ایک شمع روشن تھی اور کوئی شخص موجود نہ تھا اور ابن زیاد نے یہاں پہونچکر اس طرح گفتگو شروع کی۔

ابن زیاد: خلیفہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ یہ آپ کی عروس جسے آج ہم لوگ لائے ہیں آپ کے لئے عبد الرحمٰن سے اہی جس نے آپ کے قتل کا اقدام کیا تھا زیادہ خندوش ہے"

یزید: (متحیرانہ) یہ کیونکر؟

ابن زیاد: کیونکہ وہ حجر بن عدی کی بیٹی ہے عبد الرحمٰن اُس کا چچازاد بھائی ہے اور انھی

کے ساتھ وہ منسوب بھی ہے۔"

یزید: "تم سے کس نے کہا؟"

ابن زیاد: "مجھے شمر نے بتایا جو اس سے پہلے عبدالرحمٰن کا راز فاش کر چکا ہے۔ یہ سُن کر مجھے خوف پیدا ہوا کہ شاید یہ لڑکی بھی یہاں تک وہی ناپاک غرض لے کر آئی ہو جو اُس کے چچازاد بھائی کے دل میں تھی۔ خدا کی پناہ۔"

یزید: "شمر نے اشارۃً مجھ سے بھی کچھ کہا تھا لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ یہ بھی میرے قتل ہی کا ارادہ لیکر آئی ہو اور خاصکر ایسی حالت میں کہ میں نے اپنے حرم میں داخل کر لیا ہو۔"

ابن زیاد: "مگر یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو اپنی خوش نصیبی پر محمول کرے کہ خلیفہ نے اُسے اپنے حرم میں داخل کیا ہے۔ اگر وہ اپنی باپ کی طرح اور اپنے چچازاد بھائی کی طرح بدکردار ہوئی تو اُسے کوئی ایسا کام کرنے میں کیا دریغ ہو سکتا ہے جو مسلمانوں کو صدمۂ عظیم پہنچائے اور ہمارے خلیفہ کیلئے عدم کا راستہ دکھائے۔

یزید: "پھر ان دو متضاد حالتوں میں امتیاز کیونکر ہو سکتا ہے تم کوئی تدبیر بتاؤ۔"

ابن زیاد: "یہ ہو سکتا ہے کہ اُس کی جامہ تلاشی کی جائے اور دیکھا جائے کہ اُس کے پاس کوئی ہتھیار یا زہر وغیرہ تو نہیں ہے۔ جس کے ذریعہ سے وہ اس ناپاک ارادہ کو پورا کر سکتی تھی۔"

یزید: "یہ تو ناممکن ہے کہ اُس کے پاس کوئی ہتھیار ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو اُس ضعیفہ کو جس نے اُس کا لباس تبدیل کرایا فوراً اطلاع ہو جاتی۔ آخر اُسے تو پہلے حمام کرایا گیا تھا۔"

ابن زیاد: "کیا خلیفہ نے اس بات کی اچھی طرح تحقیق کر لی ہے کہ اُسے حمام کرایا گیا تھا؟"

یزید: "میرا تو یہی خیال ہے کیونکہ میں نے ضعیفہ کو تاکید کر دی تھی چنانچہ میں نے اُس سے دریافت بھی کر لیا تھا (یکایک یاد آیا کہ جب ضعیفہ سے سوال کیا تھا تو اُس نے صاف جواب نہیں دیا تھا) اچھا میں ضعیفہ سے دوبارہ دریافت کرتا ہوں اگر وہ واقعی حمام میں داخل نہیں کی گئی ہے تو اُس سے شبہات قوی ہو جائیں گے اور پھر میں اچھی طرح تفتیش کروں گا۔"

اس کے بعد یزید اٹھ کھڑا ہوا لیکن ابن زیاد نے اُسے روک کر کہا۔

ابن زیاد: "یہی کافی نہیں ہے کہ آپ اُس کی جامہ تلاشی کریں بلکہ کمرہ کے ہر حصہ کو دیکھنا چاہئے۔ اگر کوئی چیز آپ کو مل جائے تو آپ شور نہ کریں بلکہ اپنے باپ کی طرح خاموش

رہیں اور صبر و تحمل سے کام لیں۔ میں یہیں بیٹھا ہوا خلیفہ کے مزید احکام کا انتظار کرونگا۔

(۵۷)

"افشائے راز"

سلمٰی نے جب خواجہ سرا کو یزید سے باتیں کرتے ہوئے اور باہر نکلنے کے لئے خوشامد کرتے ہوئے سنا تو اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ پھر بھی اُس کے دل میں یہ خیال نہیں گذرا کہ وہ کسی خوفناک غرض کے ساتھ آیا ہے۔ اسوقت اُس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اور وہ یزید کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اُسے یقین تھا کہ اب شراب اُس کے دماغی قوی کو باطل کر چکی ہوگی اور ساعت منتظرہ میں اب دیر نہ ہوگی۔

اس موقع پر ضعیفہ کمرہ کے ایک گوشہ میں جا بیٹھی تھی اور غلبۂ خواب کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے ہی وہ سو گئی تھی۔ یزید جب واپس آیا تو سلمٰی کو امید تھی کہ اس کی طرف مخاطب ہوگا۔ اور اس کے پہلو میں بدستور آکر بیٹھے گا۔ لیکن وہ ضعیفہ کو پکارتا ہوا کمرہ میں داخل ہوا چنانچہ جب وہ بیدار ہوئی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرہ سے باہر چلا گیا۔ جب تنہا ہوا تو اُس سے دریافت کیا: "کیا تم نے سلمٰی کو حمام کرایا تھا؟" ضعیفہ نے جواب دیا کہ "اُس کی طبیعت ناساز تھی اس لئے میں نے اسے حمام نہیں کرایا۔" یزید نے کہا اچھا خاموش رہو اور اس بات کا ذکر نہ کرنا۔ اس کے بعد یزید پھر خاموشی کے ساتھ کمرہ میں داخل ہوا اور سلمٰی کے پہلو میں جا بیٹھا۔ سلمٰی یہ سمجھی کہ بس اب سب خیریت ہے اور اس کی اصل حالت پھر عود کر آئی ہے لیکن یزید نے سلمٰی کے سینے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ادھر اُدھر ٹٹولنے لگا۔ سلمٰی کو یزید کی اس حرکت سے خوف پیدا ہوا اگرچہ یہ سمجھی کہ شاید وہ ملاطفت اور ملاعبت کر رہا ہے۔ یزید نے بھی ملاعبت ہی کا بہانہ کیا اور جب اُسے کوئی ہتھیار محسوس نہیں ہوا تو اُس نے ضعیفہ سے پکار کر کہا "میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ حمام ضرور کرا لینا"۔ ضعیفہ نے اس کا جواب دیا کہ "میں نے صرف اس لئے حمام نہیں کرایا کہ عروس کا مزاج ناساز تھا۔"

یزید: "بہتر ہے اب اُسے لے جاؤ اور میں تمہارا انتظار کرتا ہوں۔"

سلمٰی یہ سن کر سخت حیران ہوئی لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکی اور ضعیفہ کے ہمراہ کمرہ سے روانہ ہوئی اب اسے حمام کا خطرہ نہ تھا کیونکہ خنجر اُس کے کپڑوں میں مخفی نہیں تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد یزید نے کمرہ کو ڈھونڈنا شروع کیا اور جب اُس نے فرش الٹ کر دیکھا تو

خنجر پر نظر پڑی۔ اب یزید کو غداری کا یقین ہوگیا اور اسے اس وقت اس قدر غصہ تہا کہ وہ اسی خنجر سے سلمیٰ کو قتل کرنے کا آرزومند تھا لیکن اُس نے ابن زیاد کی نصیحت کو یاد کیا اور اپنے جذبات قہر و غضب کو دبا کر وہ اُس کمرہ کی طرف بڑھا جہاں ابن زیاد بیٹھا ہوا تہا اور وہاں پہونچکر اُس نے اُس کو خنجر دکہایا۔

یزید سلمیٰ کے حسن جمال پر اس قدر فریفتہ تہا کہ اُس حالت میں ہی اگر وہ معقول معذرت کرتی تو اُس کی خطا معاف کر دینے کے لئے تیار تہا۔ چنانچہ اُس نے ابن زیاد سے کہا۔

یزید: مگر میں اس کے باوجود صرف گمان ہی گمان پر کوئی حکم نہیں دینا چاہتا۔ کیونکہ اس خنجر کے وہاں موجود ہونے میں دو پہلو ہیں یا وہ میرے قتل کا ارادہ رکہتی تہی اور یا اتفاقی طور پر یہ خنجر وہاں موجود تہا۔ بہر کیف علیہ اللہ تم کوئی ایسی تدبیر کر سکتے ہو کہ وہ تجربہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔"

ابن زیاد یزید کا مطلب سمجھ گیا اور اُس نے اس کی رائے کو پسند کیا کیونکہ وہ انصاف پر مبنی تہی اور کہا۔

ابن زیاد: خلیفہ کی رائے صائب ہے۔ میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا کہ کسی شخص کو سلمیٰ کے پاس اس غرض سے بھیجا جائے کہ وہ اس خنجر کے متعلق اُس سے گفتگو کرے اگر وہ اپنے جرم کا اقبال کرلے تو اُسے توبہ اور معافی مانگنے کے لئے ترغیب دی جائے اگر وہ اس بات کے لئے تیار ہو تو خیر ورنہ جیسی مرضی خلیفہ کی ہو۔"

یزید: یہ رائے بہت مناسب ہے لیکن میں اس کام کے لئے تم سے بہتر کسی شخص کو نہیں سمجہتا اس لئے کہ تمہاری دانشمندی اور خطرت سے واقف ہوں۔

چنانچہ ابن زیاد خنجر لے کر اُس کمرہ کی طرف بڑھا جس میں سلمیٰ اور ضعیفہ کے ساتھ بھیجی گئی تھی۔ سلمیٰ جب اس کمرہ میں پہونچی اور اس میں اُس نے نہانے دھونے کا کوئی سامان نہیں دیکہا تو وہ سمجھ گئی کہ میرا راز فاش ہوگیا۔ یہ خیال آتے ہی وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی۔ اگر سلمیٰ کو عبدالرحمن کا خیال نہ ہوتا تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی موت کی پروا نہ کرتی ضعیفہ بھی اپنی جگہ نہایت خوفزدہ اور متفکر تہی اور اُسے ذرا بھی خبر نہ تہی کہ آخر اس انقلاب کا منشا کیا ہے۔

ابن زیاد نے کمرہ کے پاس پہونچکر دستک دی اور جب ضعیفہ باہر نکلی تو اُس نے پوچھا "سلمیٰ کہاں ہے؟"

ضعیفہ: کیوں اُس سے آپ کو کیا کام ہے؟"

ابن زیاد: "میں خلیفہ کی طرف سے کچھ باتیں اُسے بتانا چاہتا ہوں"۔

ضعیفہ۔ (کمرہ کی طرف اشارہ کرکے) وہ یہاں ہے۔

(۵۸)
سلمٰی اور ابن زیاد کی گفتگو

ابن زیاد کمرہ میں داخل ہوا اور خنجر کو اُس نے اپنے کپڑوں میں چھپا لیا۔ سلمٰی نے جب ابن زیاد کی آواز سنی اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اُس نے جلدی سے نقاب ڈال لیا۔ ابن زیاد جب سلمٰی کے قریب پہنچا اور اُس کے حسن و جمال کا اُس نے تصور کیا تو بے اختیار اُس کا دل پکار اٹھا کہ "اس جسم نازنین کو کوئی تکلیف پہونچانا حرام ہے" ابن زیاد نے نہایت نرمی کے ساتھ گفتگو شروع کی۔

ابن زیاد: "میں خلیفہ کے پاس سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میرے سوالات کا آپ صحیح صحیح جواب دینگی"۔

سلمٰی نے کچھ جواب نہیں دیا اور بالکل خاموش بیٹھی رہی لیکن اُس کے خفقان میں غیر معمولی ترقی ہو رہی تھی جب اُس نے جواب نہ دیا تو ابن زیاد نے ہاتھ بڑھا کر اپنی جیب سے خنجر نکالا اور سلمٰی سے کہا۔

ابن زیاد۔ آپ اس خنجر کو پہچانتی ہیں؟"

سلمٰی نے جب خنجر کو دیکھا تو اُسے افشائے راز کا یقین ہو گیا۔ اور یہ خیال آتے ہی ہوش جاتے رہے۔ اُس کے پاس الفاظ نہ تھے کہ جواب دے۔ لیکن اس خاموشی سے ابن زیاد نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ ندامت کی وجہ سے جواب نہیں دیتی ہے۔ اُس نے کہا۔

ابن زیاد: معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی ناعاقبت اندیشی پر ندامت ہے۔ عقلمند وہی شخص ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت حاصل کرے۔ عبدالرحمٰن کا جو حال تم دیکھ چکی ہو وہ عبرت کے لئے کافی ہے۔ اُس نے خود ہی اپنے آپ کو موت کے منھ میں دیدیا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے یہ جو کچھ کیا صرف دوسروں کے بہکانے سے کیا اور نہ جس کے پاس ذرا سی عقل بھی ہوگی وہ ایسی نادانی کا ارتکاب نہ کریگا۔ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ خلیفہ آپ کو اپنی عروس بنا رہا ہے اور آپ اس کے قتل کا سامان کر رہی ہیں۔ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ خلیفہ کے گرد و پیش

فوج ولشکر موجود ہے۔ اگر آپ ایسا کرتیں تو آخر بھاگ کر کہاں جاتیں۔ اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ آپ اس ناعاقبت اندیش نوجوان کے ساتھ منسوب ہیں تو آپ کو واضح رہے کہ وہ آج قتل کر دیا گیا اور وہ عالم ارواح میں شامل ہو چکا ہے۔"

حقیقتہً ابھی عبدالرحمن قتل نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن ابن زیاد نے یہ سوچ کر کہ سلمیٰ مایوس ہو کر آسانی کے ساتھ راہ راست پر آسکے گی۔ اس طرح بیان کیا۔ سلمیٰ نے جب عبدالرحمن کے قتل کا لفظ سنا تو وہ بے اختیار چیخ اٹھی جس سے ابن زیاد چونک پڑا۔ سلمیٰ نے بے اختیار گریہ وزاری شروع کی کیونکہ وہ اپنے عاشق اور اپنی تباہی کا مرقع پیش نظر دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس موقع پر ابن زیاد کو پھر غلط فہمی ہوئی کیونکہ اس نے جب سلمیٰ کو روتے ہوئے دیکھا تو یہ خیال کیا کہ وہ فرط ندامت کی وجہ سے رو رہی ہے۔ لہٰذا وہ اس سے زیادہ قریب جا بیٹھا اور نہایت شفقت آمیز انداز میں کہنے لگا۔

ابن زیاد:۔ جناب عالیہ، آپ اشکبار نہ ہوں، اور ذرا بھی خوف نہ کریں اگر آپ اپنی ناعاقبت اندیشی پر نادم ہیں تو میں بیچ میں پڑ کر خلیفہ سے آپ کی خطا معاف کرا دوں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ معاف کر دیں گے۔"

سلمیٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن رونا موقوف کر دیا اور خاموش ہو گئی اس نے اپنی جگہ سے حرکت کی تاکہ ابن زیاد سے دور ہو جائے اسوقت اس کا خوف غصہ سے بدل چکا تھا۔ یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ عبدالرحمن قتل ہو گیا اس کے دل میں زندگی کی تمنا باقی نہیں رہی تھی بلکہ وہ موت کی آرزومند تھی۔ اگر اس کا چہرہ نقاب میں مخفی نہ ہوتا تو ابن زیاد آسانی کے ساتھ اس کے قہر و غضب کا اندازہ کر سکتا تھا۔ لیکن سلمیٰ کی خاموشی کو اس نے عذر تقصیر پر محمول کیا اور ایک دفعہ اور کہا۔

ابن زیاد:۔ میں خلیفہ کے معاف کر دینے کا ضامن ہو سکتا ہوں اگر آپ اپنے قصور کا اقرار کریں اور ابوتراب پر تبرا کہیں۔"

اب سلمیٰ کے لئے صبر دشوار تھا۔ اس نے سر اٹھا کر ابن زیاد سے کہا۔

سلمیٰ:۔ ابن زیاد بہتر ہے کہ تم میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔"

ابن زیاد:۔ (ظریفانہ) یعنی آپ کا مطلب ہے کہ میں چلا جاؤں اور خلیفہ کو بھیج دوں تاکہ آپ اُن کے روبرو اپنے جرم کی معافی مانگیں۔"

سلمیٰ:۔ تم کب تک معافی کا تذکرہ کرتے رہو گے؟ میں کس سے معافی مانگیں؟ یزید بن معاویہ

سے؟ اُس طنبورہ نواز سے؟ اس مینوش سے؟ اور کس لئے معافی مانگوں؟ صرف اس لئے کہ میں زندہ رہ سکوں؟ حالانکہ تم کہتے ہو کہ عبدالرحمٰن قتل ہو چکا۔ خدا تم سے سمجھے خدا تمہارے مظالم کا انتقام لے۔ افسوس تم نے عبدالرحمٰن کو قتل کر ڈالا اور مجھے زندہ رکھنا چاہتے ہو؟ بس بس اب مجھے بھی قتل کر ڈالو۔ میں ان مرنے والوں کے بعد زندگی کی آرزومند نہیں ہوں۔

یہانتک پہونچکر سلمیٰ کی آواز بیٹھ گئی۔ لیکن وہ کسی طرح اپنی کمزوری کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ابن زیاد اس کی دلیری و جرات سے حیرت زدہ ہو رہا تھا۔ جب سلمیٰ گفتگو کر رہی تھی ابن زیاد اُس کے حسن و جمال اور طرز مقال پر غور کر رہا تھا۔ اُس نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تھا کہ سلمیٰ نے پھر سلسلۂ سخن شروع کیا۔

سلمیٰ: "کیا خوب، تم عفو کی شرط یہ قرار دیتے ہو کہ میں حضرت علیؓ پر تبرا کہوں۔ حالانکہ وہی فضل و برتری کے مستحق ہیں۔ بس بس مجھے اپنے عفو و کرم سے معاف کرو اور مجھے عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا دو مجھے قتل کر دو۔ آہ عبدالرحمٰن تجھے ان ظالموں نے قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں نے تیرا خون بہایا جو بندگانِ مقبول کا خون بہانے والے ہیں۔ عبدالرحمٰن تجھکو ایک بندہ مقبول کی طرح شہادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد لگاتار آنسوؤں نے اُس کی زبان بند کر دی

ابن زیاد: "معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی حقیقت حال سے واقف نہیں ہیں آپ نے خلیفہ کے قتل کا اقدام کیا ہے لہذا خلیفہ نے مجھے آپ کے قتل کے لئے بھیجا تھا مگر میں نے آپ کی جوانی پر ترس کھا کر یہ باتیں کیں۔ افسوس کہ میں تو آپ کی زندگی کی کوشش کر رہا ہوں اور آپ یہ جواب دے رہی ہیں"

سلمیٰ: "اس کے سوا میں اور کچھ جواب نہیں دے سکتی۔ اگر تم میرے قتل کے لئے آئے ہو تو شوق سے مجکو قتل کر دو میں تو خود ہی قتل کی آرزومند ہوں۔ موت تو میرے لئے ایک زبردست سبب راحت ہے"

ابن زیاد: "کیا آپ کے نزدیک قتل ہو جانا اور دین و دنیا کا نقصان برداشت کرنا اس سے زیادہ آسان ہے آپ ابوتراب پر تبرا کہیں اور خلیفہ سے اپنے جرم کی معافی مانگیں مجھے یقین ہے کہ لوگوں کے [illegible] نے سے آپ اس ناعاقبت اندیشی کے لئے آمادہ ہوئی ہیں"

سلمیٰ: "تمہارا خیال غلط ہے۔ مجھے کسی شخص نے نہیں بہکایا میں خود اپنے باپ اور اپنے چچا زاد بھائی کا انتقام لینے کے لئے اُس کے قتل پر آمادہ ہوئی ہوں۔ جب میں نے اس کام کا ارادہ کیا تو وہ سب باتیں میرے ذہن میں تھیں جو ایک خطرناک کام کے انجام دینے میں پیش آ سکتی

ہیں۔ اچھا اب تم مجھکو قتل کر دو کیونکہ جن لوگوں کو تم قتل کر چکے ہو اُن سے میں اپنے آپ کو بہتر نہیں سمجھتی۔"

ابن زیاد: "میں صرف خدا کے لئے آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اس بے وقوفی سے باز آئیں۔ اس ضد سے کوئی فائدہ نہیں۔ اپنی جوانی پر ترس کھاؤ اور میرا کہنا مان لو۔ مجھے اس حسین چہرہ پر کیسا ترس آتا ہے جب میں خیال کرتا ہوں کہ وہ خاک و خون میں آغشتہ ہوگا۔"

سلمیٰ: "ایسی بات پر ترس کھاؤ جس پر تمہارے آقا کو ترس نہیں آیا۔ میں تو کہتی ہوں کہ مجھے قتل کر دو یا لاؤ یہ خنجر مجھے دو تاکہ میں اسے اپنے سینے میں چبھو لوں۔"

سلمیٰ نے یہ کہہ کر خنجر کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن ابن زیاد نے اُسے چھپا لیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ اس کے ساتھ سر پھیرانا لاحاصل ہے۔ وہ اپنے خیالات سے ذرا بھی تجاوز نہ کرے گی ابن زیاد یزید کے پاس واپس چلا گیا۔

(۵۹)
شہد کا پیالہ

یزید بے چینی کے ساتھ ابن زیاد کا انتظار کر رہا تھا اور اس امید میں تھا کہ غالباً ابن زیاد نے اپنی لسانیوں سے سلمیٰ کو معافی مانگنے پر آمادہ کر لیا اور اس طرح وہ بدستور اس کی عروس رہ سکے لیکن جب ابن زیاد نے واپس آکر کل واقعات بیان کئے تو یزید کو سخت اشتعال پیدا ہوا اور اُس نے نہایت غضبناک ہو کر کہا "خدا اس غدارہ منافقہ کو تباہ کرے۔"

ابن زیاد: "اب اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے؟"

یزید: "میری تو یہ رائے ہے کہ اُسے اسی خنجر سے اسی وقت قتل کر دوں۔"

ابن زیاد: "اس میں شک نہیں کہ وہ سزاوار قتل ہے لیکن میری رائے میں یہ مناسب نہیں کہ آپ اُس کے خون سے اپنے ہاتھوں کو ملوث کریں بلکہ میری رائے میں یہ بھی خوب نہیں کہ قصر میں کوئی شخص اس واقعہ سے آگاہ ہو۔"

یزید: "اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا میں اُسے معاف کر دوں۔"

ابن زیاد: "اگر ایسا کیجئے تو آپ کی ہمت عالی اور حوصلہ بلند سے بعید نہیں۔ آپ کے والد ماجد بھی اکثر ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اکثر آزادعورتیں حاضر ہو کر سخت و سُست الفاظ کہتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ درگذر کرتے تھے بلکہ انتقام لینے کی بجائے ان کو انعام و اکرام سے

سرفراز فرماتے تھے۔ امیر معاویہ کی ان باتوں کو دانشمندوں نے اُن کی انتہائی عقل وفراست پرمبنی سمجھا ہے۔ لہذا اگر آپ اس لڑکی کو معاف کرکے اپنے قصر سے نکال دیں تو نہایت مناسب ہو۔"

یزید: "کیا خوب تم چاہتے ہو کہ یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ وہ میرے قتل کا ارادہ رکھتی تھی میں اُس کو چھوڑ دوں میں نہیں سمجھ سکتا کہ معاویہ اس موقع پر اپنی حلم و بردباری کے باوجود اُسے معاف کردیتے۔"

ابن زیاد: "خیر اگر آپ ایسا نہیں کرنا چاہتے تو آپ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ لیکن میری رائے یہی ہے کہ اہل قصر کو اِس واقعہ کی خبر نہ ہو کہ ایک لڑکی خلیفہ کے قتل کا عزم کرکے آئی تھی اگر یہ بات مشہور ہو گئی تو خلیفہ کے قتل کا ارادہ ایک معمولی بات ہو جائیگا۔"

یزید: "پھر کیا کرنا چاہیے۔"

ابن زیاد: "وہی کیجیے جو آپ کے والد کیا کرتے تھے۔ یعنی اگر کسی شخص کے متعلق معافی کی گنجائش نہ ہوتی تو وہ اُسے شہد کا پیالہ پلوا دیتے تھے۔ کیا آپ اُن کے نصرانی طبیب ابن آثال سے واقف نہیں ہیں؟"

یزید: "ہاں میں واقف ہوں۔"

ابن زیاد: "کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے والد ایسے موقعوں پر زہر آلود شہد کا پیالہ پلوا دیتے تھے۔"

یزید: "میں نے سُنا تو ضرور ہے لیکن صحیح طور پر نہیں کہہ سکتا۔"

ابن زیاد: "آپ کو یاد نہیں کہ جب امیر نے آپ کے نام پر لوگوں سے بیعت لینی چاہی تو عبدالرحمن بن خالد بن ولید کا کیا حشر ہوا؟"

یزید: "اس سے کیا مطلب ہے؟"

ابن زیاد: "میرا مطلب یہ ہے کہ جب امیر معاویہ نے آپ کے متعلق خلافت کی بیعت لینی چاہی تو تمام اہل شام کو جمع کرکے اُن سے کہا کہ میرا وقت اب قریب آپہنچا ہے لہذا اب تم لوگ میری جانشینی کے لئے کسے تجویز کرتے ہو؟" لوگوں نے اس کا جواب دیا کہ عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کو۔" امیر نے خاموشی اختیار کی اور اپنے نصرانی طبیب کو بلا کر شہد مسموم کا پیالہ تیار کرایا اور عبدالرحمن کو پلا دیا اشتر کے ساتھ جن کو حضرت علیؓ نے مصر کا والی مقرر کیا تھا یہی برتاؤ کیا گیا۔ حسنؓ ابن علیؓ کو آپ کے والد نے اسی حکمت عملی کے ساتھ تمام کیا یعنی جعدہ بنت اشعث کو

یہ لالچ دیا کہ اگر تم حسنؓ کو زہر دیدو گی تو میں یزید کے ساتھ تمہاری شادی کر دونگا۔ غرض اسی طرح اکثر لوگوں کو شہد مسموم کے ذریعہ سے راہی عدم کیا جا چکا ہے۔ کیا ان لوگوں کو آپ کے والد تلوار سے قتل نہیں کر سکتے تھے؟ بے شک کر سکتے تھے لیکن یہ طریقہ اس سے زیادہ آسان تھا وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ شہد کا پیالہ کا ہے کو ہے ملائکہ موت کی فوج ہے۔ بس اگر اس نوجوان عورت کا قتل ہی منظور ہے تو وہی تدبیر کیوں نہ اختیار کیجیے جو ایسے مواقع پر آپ کے والد اختیار کرتے تھے۔ یہ تو شہد کے ایک دو گھونٹ ہوتے ہیں کہ جہاں یہ حلق سے اترے کہ آدمی کا خاتمہ ہو گیا عام لوگ سمجھتے ہیں کہ موت قدرتی اسباب سے واقع ہوئی۔ آپ کا طبیب ابو الحکم نہایت قابل حکیم ہے آپ کے والد اس پر بہت اعتماد رکھتے تھے اور اکثر ایسی چیزوں کی تیاری میں اس سے مدد لیتے تھے لہذا اگر آپ پسند فرمائیں تو غالباً ابو الحکم اس خدمت کو بہت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیسکیگا۔

(۶۰)

مقدس قاتل

جب ابن زیاد اپنی گفتگو کو ختم کر چکا تو یزید نے کہا "بہتر ہے ابو الحکم کو اسی وقت میرے پاس لے کر آؤ" ابن زیاد یہ حکم پا کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوا وہاں شمر اس کا انتظار کر رہا تھا شمر نے ابن زیاد کو دیکھ کر دریافت کیا کہ "خلیفہ نے کیا کیا؟"

ابن زیاد: "ہمارا قول صحیح ثابت ہوا اور غداری کا راز فاش ہو گیا کیا شمر تم نے ابو الحکم طبیب کا مکان دیکھا ہے؟"

شمر: "ہاں میں جانتا ہوں وہ قصر سے قریب ہی رہتا ہے"

ابن زیاد: "اچھا تو تم اس کے مکان پر چلے جاؤ اور کہو کہ خلیفہ نے تم کو اسی وقت یاد کیا ہے"

شمر کو ادھر روانہ کر کے ابن زیاد یزید کے پاس واپس گیا۔ اور دیکھا کہ وہ انتہائے غضب کی حالت میں بیٹھا ہوا ہے۔ ابن زیاد نے الفاظ کی پوری طاقت صرف کر کے یزید کا غصہ فرو کرنے کی کوشش کی چند لمحوں کے بعد شمر بھی حاضر ہوا اور اس نے کہا "طبیب دروازہ پر حاضر ہے" یزید نے حکم دیا کہ اسے اندر بلایا جائے۔

ابو الحکم ایک سن رسیدہ شخص تھا جس کی سفید اور دراز ڈاڑھی سینے پر پھیلی ہوئی تھی۔ اسوقت عجلت میں وہ چادر اوڑھکر آ گیا تھا اور سر پر ٹوپی بھی اس انداز سے رکھی ہوئی تھی جس سے نا جلانہ اضطراب کا پتہ چلتا تھا۔ یزید نے سلام و دعا کے بعد کہا "ابو الحکم بیٹھ جاؤ۔ تم کو معلوم ہے کہ اسوقت کیوں بلائے گئے ہو؟"

ابوالحکم: خلیفہ، مجھے معلوم نہیں۔"

یزید: تمہیں اس لئے بلایا گیا ہے کہ تمہارے علم سے غداروں کو سزا دینے کی امداد لی جائے۔"

ابوالحکم: میں اور میرا علم خلیفہ کی خدمتگزاری کے لئے حاضر ہے۔"

یزید: تم شہد مسموم کا ایک پیالہ تیار کرو اور صبح ہونے سے پہلے اُس نوجوان لڑکی کو پلا دو جو ایک ضعیفہ کے ہمراہ تمکو ہماری خوابگاہ میں ملے گی مگر اس واقعہ سے کوئی آگاہ نہ ہونے پائے۔"

ابوالحکم: خلیفہ کی اسس تاکید سے میں سخت متعجب ہوں حالانکہ اس سے پہلے خلیفہ کے والد مجھ سے اس طرح کی خدمات لے چکے ہیں اور مجھ پر کافی اعتماد رکھ چکے ہیں۔"

یزید: بہتر ہے اب تم جاؤ اور اپنی جڑی بوٹیوں سے اس طرح کا ایک پیالہ طیار کرو، اگر ضرورت ہو تو ہمارے دوست ابن زیاد سے بھی مدد لو۔"

طبیب نے اٹھ کر خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور قصر سے چلا گیا۔ یزید بھی آرام کے لئے اٹھ کھڑا ہوا عبید اللہ بھی اپنی قیام گاہ کو روانہ ہوا اسوقت شمر نہایت خوش تھا کہ اس کا مدعائے دلی حاصل ہو گیا۔

(۱۶)

عامر

اب ہم ابوالحکم کو تو یہاں شہد مسموم کا پیالہ تیار کرنے میں مصروف چھوڑتے ہیں اور عامر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ جب سلمیٰ کو سوار کرنے کے لئے دیر خالد میں وفد آیا تھا تو عامر آنکھ بچا کر نکل گیا تھا۔ وہ ایک گذرگاہ میں کھڑا ہو گیا تھا چنانچہ جب سلمیٰ کا ہودج اُس طرف سے گذرا تو اُس کا دل تڑپ کر رہ گیا اور اُس نے ان لوگوں کے ہمراہ آنے پر افسوس کیا کیونکہ اس کو معلوم ہو رہا تھا کہ عبدالرحمٰن اور سلمیٰ کی روانگی بالکل بیکار ہے۔ سلمیٰ کی سواری کے گذر جانے کے بعد عامر دمشق کو روانہ ہوا اور مسجد جامع میں جا کر ٹھہرا کیونکہ اُسے یہ بات معلوم تھی کہ خلیفہ کا قصر مسجد سے ملحق ہے جب وہ مسجد میں پہنچا تو جمعہ کا زمانہ تھی اور یزید خطبہ پڑھ رہا تھا۔ عامر نمازیوں میں شریک ہو گیا اور ہر طرف نظر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ شاید کوئی متعارف شکل اُسے نظر آئے جس سے وہ اپنے معاملات میں مشورہ کر سکے۔ اچانک اس کی نظر ایک نوجوان پر پڑی جو مسجد کے ایک ستون سے لگا ہوا خطبہ سن رہا تھا عامر نے پہلی نظر ہی میں محسوس کر لیا کہ وہ اُسے پہچانتا ہے یعنی وہ مشہور شاعر فرزدق تھا۔ عامر نے فرزدق کو یوں پہچان لیا کہ سنہ ۳۶ھ میں واقعہ جمل کے بعد اُس کا باپ اُسے لیکر حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر فرزدق کے باپ نے جناب امیرؑ سے کہا کہ یہ میرا لڑکا شہر کے شعرا میں سے ہے میری تمنا ہے کہ آپ اس سے کچھ سنیں

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ" اسے قرآن سکھاؤ"۔ اسوقت عامر بھی حاضر الوقت تھا۔ حضرت علیؓ کے اس جوش وغیرت مذہبی سے نہایت متاثر ہوا اس واقعہ کے بعد عامر نے بارہا فرزوق کو کوفہ میں دیکھا چنانچہ جب ایک بار عامر نے فرزوق سے پوچھا کہ تم کو حضرت علیؓ کا وہ ارشاد یاد ہے؟ تو فرزوق نے جواب دیا کہ اچھی طرح یاد ہے۔" چنانچہ میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا اور جب تک قرآن شریف حفظ نہ کروں گا اسوقت تک شعر نہ کہونگا"۔ عامر کو یہ بھی معلوم تھا کہ فرزوق مخفی طور پر شیعیان اہلبیت میں سے ہے اور اسوجہ سے اسے خیال پیدا ہوا کہ اس موقع پر اس سے مدد لینی چاہئے۔ چنانچہ جب نماز ختم ہوگئی اور لوگ منتشر ہونے لگے تو عامر اُس کے پیچھے روانہ ہوا۔ فرزوق قصر کی طرف جا رہا تھا۔ عامر کو دیکھکر ٹھہر گیا اور سلام کیا۔ عامر نے خلوت کی استدعا کی جب فرزوق اپنے مکان پر پہونچ لیا تو عامر نے اُس سے اپنے تمام واقعات بیان کئے اور آخر میں بے اختیار رو پڑا۔ فرزوق نے معاملات سے آگاہ ہوکر سخت حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اب کیا کرنا چاہئے اور کس شخص سے مدد لینی چاہئے؟ واقعہ نہایت مشکل ہے۔ اگر پہلے سے عبدالرحمن نے مشورہ کیا ہوتا تو میں اُس سے خاموشی کی استدعا کرتا۔ آجکل تو یہ لوگ ہرطرح با اختیار اور مالک ہیں ان کے ہاتھ سے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں ہے اور سرکشی سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا"۔

عامر:۔ عبدالرحمن نے میری رائے سے یہ سب کچھ نہیں کیا۔ خیر ہوا جو کچھ ہوا اب میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کسی طرح اپنے ساتھ مجھے دربار میں لے چلو تاکہ میں دیگر شعرا کے ساتھ دروازہ پر کھڑے ہوکر ان واقعات کو دیکھ سکوں جو عبدالرحمن کے متعلق رونما ہوں"۔

فرزوق:۔ بہتر ہے میں تم کو اپنا روایہ بناؤنگا۔

زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں شعرا کا دستور تھا کہ ایک روایہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اس روایہ کا فرض تہا کہ اُس شاعر اور دیگر شعرا کے اشعار یاد رکھتا تھا اور ضرورت کے وقت سناتا تھا۔ جب شاعر دربار میں کسی خلیفہ یا حاکم کے روبرو حاضر ہوتا تھا تو اُس کا روایہ بھی اس کے ساتھ ہوتا تہا عامر نے فرزوق کی اس رائے کو پسند کیا اور روایہ کا لباس پہن کر فرزوق کے ہمراہ مجلسرا میں داخل ہوا لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے اُس روز یزید نے شعرا کو باریابی کا موقع نہیں دیا تھا۔ تاہم عامر نے حتی المقدور حالات معلوم کرنے کی کوشش کی عبدالرحمن کو اُس نے اپنی آنکھ سے پابزنجیر دیکھا اور لوگوں سے اُس کی حیرت انگیز دلیرانہ گفتگو کا ماجرا سنا جب عبدالرحمن دوسری مرتبہ قید خانہ کو واپس بھیجا گیا تو عامر نے سنا کہ خلیفہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا ہے۔ عامر کو اس سے سخت پریشانی پیدا ہوئی اور اب اُس نے اس حجرہ کا پتہ چلایا جس میں عبدالرحمن کو قید کیا گیا تھا چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ وہ حجرہ ہے جو روبانیوں

کے زمانہ میں حمام کا کام دیتا تھا اور والی دمشق اس میں غسل کیا کرتا تھا۔ اس وقت عامر کے دماغ میں صرف یہ خیالات گردش کر رہے تھے کہ کسی طرح عبد الرحمن کی مخلصی کی صورت نکلتی اس کے بعد سلمیٰ کے لئے کوئی فکر کی جاتی۔

(۶۲)
"خوفناک سُرنگ"

اسی اثناء میں اُس کا ذہن سن رسیدہ عابد کی طرف منتقل ہوا لہذا وہ فرزوق سے اجازت لیکر نہایت تیزی کے ساتھ دیر خالد کی طرف روانہ ہوا اور قبر حجر کے پاس پہونچکر عابد کی جستجو کی کیونکہ آخری بار اس نے اُسے یہیں پایا تھا۔ یکایک کتے کے بھونکنے کی آواز اُس کے کان میں آئی اور اُس سے عابد کی موجودگی کا نتیجہ نکالکر وہ آگے بڑھا۔ عابد نے جب عامر کو آتے ہوئے دیکھا تو اپنے بالوں کو اپنے چہرہ پر پریشان کر لیا اور چیخکر کہا "سلمیٰ کہاں ہے؟"

عامر: "جناب عالی، وہ یزید کے محل میں ہے۔ مجھکو خبر نہیں کہ اُس کا انجام کیا ہوا لیکن میں اسوقت آپ کی خدمت میں ایک دوسرے کام کے متعلق حاضر ہوا ہوں جس کی نسبت میرا خیال ہے کہ وہ آپکے سوا کسی دوسرے سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا۔"

عابد: "بہتر ہے کہو اور خدا پر بھروسہ کرو۔"

عامر نے مختصر طور پر عبد الرحمن کے واقعات کو دُہرایا اور آخر میں کہا کہ "آج رات کو یہ ظالم اُسے قتل کرینگے۔ اور معلوم ہوا ہے کہ شمر لعون اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کریگا۔ فرمایئے۔ اب کیا ارشاد ہوتا ہے؟"

عابد نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور بالکل خاموش ہو کر آنکھیں بند کرلیں عامر بھی خاموش رہا کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ صاحب کرامت اولیاء اللہ خدا سے مناجات کرتے ہیں اور اس طرح اُن پر غیب کے حالات منکشف ہو جاتے ہیں۔ چند لمحوں کے بعد عابد نے سر اٹھا کر کہا۔

عابد: "تم کو یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے عبد الرحمن کو کہاں قید کیا ہے؟"

عامر: "جناب عالی وہ قصر یزید کے قدیم حمام میں مقید ہے۔"

عابد: "اچھا تو عامر میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم عبد الرحمن کے نکال لانے کے لئے مردِ میدان بنو اور شدید تکالیف برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔"

عامر: "جناب عالی اگر میری جان بھی عبد الرحمن کی رہائی پانے میں قربان ہو جائے تو مجھے پروا نہیں۔"

عابد: "کیا تم کلیسا سے اچھی طرح واقف ہو؟"

عامر: کونسا کلیسا؟ جناب عالی :
عابد: حضرت یحییٰ کا کلیسا جس کے نصف حصّہ کو مسلمان بطور جامع مسجد استعمال کرتے ہیں اور جو قصر سے ملحق ہے"
عامر: جی ہاں میں اُس سے واقف ہوں افسوس بچپن میں اپنے بزرگوں کے ساتھ دمشق میں آتا تھا۔ تو اُس کلیسا میں نماز پڑھتا تھا اس وقت ہم لوگ دیگر آل کندہ کی طرح نصرانی تھے"
عابد: غالباً تمکو معلوم ہوگا کہ مسجد، کلیسا اور قصر سب ایک دوسرے سے ملحق و پیوستہ ہیں:
عامر: جی ہاں :
عابد: اچھا تم اُس حصہ میں جاؤ جو ابھی نصاریٰ کے قبضہ میں ہے اور میرا خیال ہے کہ وہاں جانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ تم کچھ بہانہ کرکے وہاں رات گئے تک ٹھہرو۔ جب سو جائیں اور تم موقع پاؤ تو محراب کی طرف جاؤ۔ وہاں تم کو ایک شیر کی تصویر نظر آئے گی۔ یہ شیر جس پتھر کے چوکے پر رکھا ہوا ہے اُس کو اٹھاؤ۔ اب تم کو ایک زینہ ملے گا جو ایک تحت الارض سرنگ میں چلا گیا ہے تم اس سرنگ میں اتر جاؤ۔ یہاں تم کو دیواریں محسوس ہونگی لیکن تم اپنے بائیں ہاتھ کو دیوار پر رکھتے ہوئے آگے بڑھو چند منٹ کے بعد تم کو ایک چھوٹا سا دروازہ ملے گا جو حمام میں گیا ہے اس کے ذریعہ سے تم حمام میں جا پہنچو اور اگر عبدالرحمٰن موجود ہو تو اُس کی بیڑیاں کاٹ کر اسی سرنگ میں واپس آجاؤ۔ واپسی پر بھی بائیں ہاتھ کو اپنا رہنما بناؤ۔ اب کے تمکو ایک طویل راستہ ملے گا لیکن تم اُس سے پست ہمت نہ ہونا اور ذرا نہ گھبرانا کیونکہ تم اس طولانی مسافت کے بعد ایک ایسی جگہ جا نکلوگے جو شہر کی چار دیواری سے باہر ہوگی۔ جب خدا تم دونوں کو اس مشکل سے نجات دے تو میرے پاس چلے آنا۔

جس وقت عابد یہ گفتگو کر رہا تھا عامر بڑے غور سے ہر لفظ کو سن رہا تھا۔ لیکن اُس کے دل میں یہ خیال گذرا کہ اب میں تمام دن رات کے انتظار میں بسر کروں اور رات کو بھی جیسا عابد بتا رہا ہے سرنگ نہ پاؤں تو موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ لہذا اُس نے عابد سے کہا۔
عامر: کیا جناب مجھے ایک سوال کی اجازت دینگے"
عابد: عامر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس میں شک نہ کرو۔ دمشق میں اس طرح کی سرنگ بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں پہلے رومیوں کے زمانہ میں ان سے

پانی کی نہروں کا کام لیا جاتا تھا اور پھر دوسری نہریں تیار کر کے کسی وجہ سے پہلی نہروں کو بند کردیا جاتا تھا۔ چنانچہ جس سرنگ کا میں نے تذکرہ کیا ہے وہ بھی اسی قسم کی ایک نہر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ منزل مقصود تک پہونچنے میں تم کو سخت محنت ومشقت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ کیونکہ یہ سرنگ عرصہ دراز سے اسی حالت میں پڑی ہے بالکل ممکن ہے کہ اس میں بعض جگہ کچھ اور انقلاب ہوگیا ہو۔ اور انہی وجوہ سے میں نے یہ بات پہلے ہی تم سے کہدی تھی کہ اس کام میں بڑی پامردی اور دلیری کی ضرورت ہے"۔

عابد کی یہ گفتگو سن کر عامر کا دل مطمئن ہوگیا اس نے اٹھکر عابد کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اُس نے اپنے آپ کو اسوقت ایک نصرانی بنانے کی کوشش کی اور یہ اُس کے لئے کچھ دشوار بھی نہ تھا کیونکہ اسے اسلام لائے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا۔

(۶۳)
کلیسا

عامر مغرب کے وقت کلیسا میں پہونچا بخورات کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ اور لوگ نماز میں مشغول تھے۔ عامر آنے والوں کے ایک گروہ میں شامل ہوکر کلیسا میں داخل ہوگیا۔ بہت سے دہقانی اور صحرائی عرب اُس زمانہ میں عیسائی تھے لیکن وہ نماز وغیرہ اور دیگر آداب مذہبی سے بالکل ناواقف تھے۔ یہ لوگ جب تجارت یا کسی اور ضرورت سے دمشق میں آتے تھے تو تحفظ برکت حاصل کرنے کے لئے کلیسا میں چلے جاتے تھے اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کرتے تھے حالانکہ وہ اس کو ذرا بھی نہ سمجھ سکتے تھے کیونکہ وہ یونانی زبان میں ہوتی تھی چنانچہ عامر کے کلیسا میں داخل ہونے کو کسی نے تعجب یا اجنبیت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ عامر ایک گوشہ میں جاکر بیٹھ گیا اور اپنے معاملات پر غور کرنے لگا۔ عشا کے وقت نماز ختم ہوئی اور لوگ منتشر ہونے لگے۔ لیکن عامر نے غنودگی اور کمزوری کا بہانہ کیا۔ جب کلیسا بالکل خالی ہوگیا تو خادم نے اٹھ کر شمعوں کو بجھانا شروع کیا۔ عامر نے جب اس تاریکی کو دیکھا جو شمعیں بجھانے سے پھیل رہی تھی تو اُسے سرنگ کی تاریکی یاد آئی جس سے اُس کو سامنا کرنا تھا اور اُس نے مناسب سمجھا کہ اس مقصد سے چند شمعیں چرالے وہ اسی خیال میں تھا کہ خادم اُس کے پاس آیا اور اُس کے ابتک کلیسا سے نہ جانے کا سبب پوچھا عامر نے جواب دیا کہ میں عرصہ سے بیمار ہوں میں نے نذر مانی ہے کہ ایک رات یوحنا کی مقدس صورت کے

نیچے بسر کروں چنانچہ جب سے میں یہاں اس مقصد سے آیا ہوں میری طبیعت بحال ہو رہی ہے اور مرض کو افاقہ ہو رہا ہے۔ خادم عامر کی اس گفتگو سے متاثر ہوا اور اُس کی ایمانداری کی دل ہی دل میں تعریف کرنے لگا مگر اُس نے کہا کہ میں کلیسا کے دروازہ میں قفل لگانا چاہتا ہوں عامر نے کہا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں میں تو یہاں رات بھر رہنا چاہتا ہوں تم شوق سے کلیسا میں قفل لگا دو۔ عامر کی اس گزارش سے خادم کا دل مطمئن ہو گیا اور اُس نے یہ سوچ کر کہ کلیسا میں تو قفل لگا دیا جائیگا، اس موجودگی میں کوئی حرج نہ سمجھا اس کے بعد اُس نے وہ روغن جو مقدس چراغ میں جل رہا تھا عامر کے سر پر ملا اور کہا کہ کنواری مریم کی برکت سے تمہارا درد دکھ دور ہو جائے۔ اب عامر نے اپنے آپ کو عالم خواب میں ظاہر کیا اور خادم اُسے تندرستی و صحت کی دعائیں دیکر کلیسا سے رخصت ہوا، اور بیرونی دروازہ کو مقفل کر دیا۔

عامر نے خادم کے جانے کے بعد کچھ دیر تک تو انتظار کیا اور کلیسا کی تعمیر و وسعت پر غور کرتا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور یہ اطمینان کر کے کہ اسوقت کوئی آنکھ اُس کو دیکھنے والی نہیں ہے قربانگاہ کی طرف روانہ ہوا۔

(۶۴)
زمین دوز راستہ

عامر نے اُس پتھر کو معائنہ کیا جس کا حال عابد نے بتایا تھا لیکن وہ اس طرح جڑا ہوا تھا کہ اس کے اکھاڑنے کی کوئی صورت نہ تھی کچھ دیر تک تو عامر حیران کھڑا رہا پھر اُس نے اپنی جیب سے خنجر نکالکر اُس کے جوڑ کو کریدنا شروع کیا اور بہت آسانی کے ساتھ اس کے ہٹانے میں کامیابی ہو گئی۔

پتھر کا ہٹنا تھا کہ بدبودار ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس سے عامر نے یہ نتیجہ نکالا کہ راستہ کھلا ہوا ہے ورنہ وہ اس خیال سے بہت خائف تھا کہ مبادا سرنگ میں ہوا کا گزر نہ ہو اور ہر قدم پر دم گھٹنے کی مصیبت پیش آئے عامر نے دو تین شمعیں تو جیب میں رکھ لیں اور ایک شمع جلا کر ہاتھ میں لے لی۔ پہلے تو اُسے ایک مختصر سا زینہ ملا اس کے بعد وہ سرنگ کی اصلی سطح پر جا پہنچا اور اُس کے پاؤں کیچڑ اور سڑے ہوئے پانی میں ڈگمگانے لگے۔ شمع پر چاروں طرف سے مچھروں اور مختلف اقسام کے کیڑوں نے ہجوم کیا اور چند قدم آگے بڑھکر ایک جھونکا اس زور کا آیا کہ وہ گل ہو گئی اور سرنگ میں چاروں طرف تاریکی پھیل گئی۔ اب عامر کے لئے اس کے سوا اور کچھ چارہ کار نہ تھا کہ اس نے اپنا بایاں ہاتھ دیوار پر رکھ لیا اور احتیاط کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا آگے روانہ ہوا۔ اسوقت اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی اس کا دل سخت گھبرا رہا تھا اور مچھروں

کی آواز کے سوا اُسے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ تاریکی کی وجہ سے کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ کبھی اُس کا پاؤں نشیب میں جا پڑتا تھا کبھی اس کا سر دیوار کی ٹکر سے ٹکرا جاتا تھا۔ آخر کار وہ ایک غار میں پہنچا اور آنکھیں پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا کہ شاید کچھ نظر آئے لیکن یہ کوشش بیکار تھی۔ اُس نے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھا تو اب آگے زینہ تھا۔ چنانچہ وہ اس زینہ پر چڑھنے لگا آگے جا کر اُسے روشنی کی جھلک ایک چھید سے دروازہ کی درازوں سے نظر آئی جو زینہ کے منتہا پر لگا ہوا تھا اور اُس نے کسی شخص کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا "مجھے قتل سے نہ ڈراؤ میں موت کی ذرا پروا نہیں کرتا" اب عامر نے سمجھا کہ میں قیدخانہ تک پہنچ گیا ہوں کیوں کہ اُس نے عبدالرحمن کی آواز پہچان لی تھی۔ جب وہ دروازہ تک جا پہنچا تو اُس نے دراز پر آنکھ رکھکر دیکھا کہ ایک شخص ایک پابزنجیر قیدی کی طرف ننگی تلوار لئے ہوئے بڑھ رہا ہے عامر نے اچھی طرح پہچان لیا کہ قیدی عبدالرحمن ہے اور وہ قاتل شمر ہے۔ پھر اُس نے شمر کو یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا۔

شمر:۔ میں تیری اور تیری چچازاد بہن کی نادانی وجہالت سے سخت متعجب ہوں۔ ادھر تو اپنے قتل کا تمنائی ہے اور اُدھر وہ۔ خیر اچھی بات ہے تم دونوں قتل ہو کر رہو گے سلمیٰ تو اسی گھڑی میں قتل ہو چکی اور اب میں تیرے پاس بھی اسی ارادہ سے آیا ہوں کہ تجھے قتل کروں لیکن اس سے پہلے کہ میں تجھے قتل کروں میرا یہ فرض ہے کہ خلیفہ کے تعمیل حکم میں تجھ سے ایک بار اور (حضرت) علیؑ پر تبرا کہنے کی فہمائش کروں۔ اگر تو نے ایسا کیا تو میں سمجھونگا کہ اب تو اپنے افعال پر نادم ہے۔

(۶۵)

"عبدالرحمن کی رہائی"

عبدالرحمن:۔ کیوں شمر تو مجھے سلمیٰ کے قتل سے ڈراتا ہے حالانکہ وہ تیری دسترس سے باہر ہے۔

شمر:۔ (ہنسکر) یہ بھی تیری ایک حماقت ہے کہ میری باتوں کو باور نہیں کرتا۔ آج ہی صبح کو تو میں اُسے قصر میں لے آیا ہوں تاکہ خلیفہ اسے اپنی زوجیت میں قبول کرے لیکن وہ ایک گھنٹہ ہوا کہ وہ مر چکی ہے۔ تیرے مزید اطمینان کے لئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اُسے شہد مسموم کا پیالہ پلا دیا گیا۔ اب تو باقی رہ گیا ہے مگر تجھے میں تلوار کی باڑھ سے راہی عدم کرونگا۔"

شمر نے یہ کہکر تلوار کو جنبش دی جس کے ساتھ ہی عامر کا سارا بدن کانپ اٹھا۔ اور وہ دروازہ کو کھولنے کے لئے کوشش کرنے لگا لیکن پھر اُس نے دیکھا کہ شمر ٹھہر گیا اور عبدالرحمن کے پاس نہیں آیا۔ عبدالرحمن نے جب سلمیٰ کی موت کا حسرتناک واقعہ سنا تو بے اختیار چیخ اٹھا اور اس نے اپنی

جگہ سے اٹھنا چاہا جس کے ساتھ ہی زنجیروں کی جھنکار حجرہ میں گونج اٹھی۔ آخر کار اُس نے کہا۔

عبدالرحمٰن: غدا تم کو تباہ کرے اے غدارو تم نے سلمٰی کو قتل کر دیا اب تم مجھے تبرا کہلا کر زندہ رہنا چاہتے ہو۔ آہ میں اُس شخص پر تبرا کہوں جو رسول اللہ کے بعد سب سے افضل ہے۔ اب کیا کروں تم نے میرے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے ہیں۔ موت میرے سامنے ہے۔ خیر کچھ پرواہ نہیں۔ کمبخت اب میرے قتل میں دیر نہ کر تا کہ میں اپنی محبوبہ سے ایسی جگہ جا کر ملوں جہاں کوئی غداری کرنے والا نہیں۔ مگر کاش میرے لئے کوئی اور جلاد مقرر کیا جاتا کیونکہ میں تجھ سے کمینہ شخص کی تلوار سے مرنا اپنی سخت تذلیل سمجھتا ہوں۔

شمر: (مسکراتے ہوئے) انہوں نے تو اس مہم کے لئے مجھی کو انتخاب کیا ہے اور اب میں اس تلوار سے تجھ کو قتل کرتا ہوں۔

عبدالرحمٰن: (چیخ کر) ہاں قتل کر کمبخت، اگر سلمٰی باقی ہوتی تو مجھے اپنی زندگی کی تمنا تھی لیکن جب کہ وہ فردوس میں پہنچ چکی ہے تو مجھے بھی اُس کے پاس پہنچنا چاہیئے۔ آہ سلمٰی یہ کیسے شقی القلب لوگ ہیں کہ انہوں نے تجھے قتل کر ڈالا۔ اے شمر مجھے قتل کر دے۔ مگر نہیں مجھے چند لمحوں کی مہلت دے تا کہ میں اپنی محبوبہ سلمٰی پر دو آنسو بہالوں کیونکہ پھر یہ بات میرے امکان سے باہر ہو جائے گی۔ افسوس خدا تم لوگوں کے شر سے بچائے۔ تم نے ایک معصوم لڑکی کو کس طرح قتل کر دیا۔ کیا تمہیں خدا کا ذرا بھی خوف نہیں کیا تمہیں یوم الحساب کا ذرا بھی اندیشہ نہیں آہ سلمٰی، تو موت سے پہلے اپنے پر کیسی روئی ہو گی، افسوس تجھے کیا خبر کہ میں بھی اب تیرے پاس آنے کی تیاریاں کر رہا ہوں۔

شمر: سلمٰی کو یہ بتایا گیا کہ تو اُس سے پہلے مر چکا ہے۔ اگرچہ تو اب اس کے بعد قتل کیا جا رہا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ تجھ کو ذرا دیر میں قتل کروں گا تا کہ تجھ کو ستا ستا کر لطف اٹھاؤں لیکن چونکہ تو اس وقفہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی محبوبہ کا ماتم کرنا چاہتا ہے اس لئے اب میں دیر نہیں کرنی چاہتا۔ اچھا اب قتل ہونے کے لئے تیار ہو جا۔

یہ کہکر شمر نے تلوار کی نوک عبدالرحمٰن کے شانہ میں چبھو دی اور خوب ہنسا۔

عبدالرحمٰن: شمر اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تو مجھے موت سے خائف سمجھے گا تو میں تجھ سے چند لمحہ کی مہلت مانگ کر سلمٰی کا ماتم ضرور کرتا۔

عامر یہ سب باتیں دیکھ اور سن رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس کو سلمٰی کی موت کا علم ہوا کیونکہ وہ ابتک اُسے محفوظ و مامون سمجھ رہا تھا اُس نے سوچا کہ اب اگر میں غفلت کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ شمر عبدالرحمٰن کا کام تمام کرے اور پھر مصیبت دوچند ہو جائے لہذا اُس نے اپنا خنجر نکالا اور پوری طاقت سے دروازہ کو

دھکا دیا۔ اس کوشش میں عامر کو کامیابی ہوئی اور دروازہ کھلتے ہی وہ حجرہ کے اندر داخل ہو گیا شمر پر عامر کے اس طرح اچانک داخل ہونے سے برق زدہ کی طرح کیفیت طاری ہوئی اور عالم خوف میں تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی اور جب وہ اٹھانے کے لئے جھکا تو عامر نے اُس کے پہلو میں اپنا خنجر اتار دیا اب شمر خاک و خون میں تڑپ رہا تھا یہ سمجھ کر کہ اب جانبر نہ ہو سکے گا عبدالرحمٰن کی طرف متوجہ ہوا اور جلد جلد اس کو زنجیروں کی قید سے آزاد کیا اور کہا "عبدالرحمٰن اب خوف نہ کرو، کامیابی کا وقت آ پہنچا" اس وقت حجرہ میں شمر کے کراہنے کی آواز کے سوا بالکل خاموشی تھی۔

(۶۶)

ایک اور خطرہ

جب عامر عبدالرحمٰن کو آزاد کر چکا تو کہا "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ" اور سرنگ میں داخل ہو گیا عبدالرحمٰن ہدایت کے مطابق اس کے پیچھے پیچھے تھا اور اس نے عامر کی چادر تھام لی تھی۔ اب عامر دست چپ کو دیوار سے مس کرتا ہوا جا رہا تھا۔ عبدالرحمٰن کی یہ حالت تھی کہ وہ ان تمام باتوں کو ایک خواب سے تعبیر کر رہا تھا۔ یہ دونوں بڑی دیر تک یوں ہی چلے گئے لیکن جب روشنی نظر آئی تو عامر کو گمان ہوا کہ شاید میں راستہ بھول گیا ہوں چند لمحوں کے بعد نہایت متعفن ہوا محسوس ہوئی اور دونوں کا دم گھٹنے لگا اور عامر نے گھبرا کر واپسی کا ارادہ کیا مگر اسے عابد کا مقولہ یاد آیا کہ اس راہ میں بڑی شقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا بہرحال وہ ثابت قدمی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا چلا گیا جب دونوں کا دم بالکل گھٹنے لگا اور یہ معلوم ہوا کہ اب ان کی زندگی دشوار ہے تو عامر اظہار اضطراب کرنے لگا جس پر عبدالرحمٰن نے کہا۔

عبدالرحمٰن: "چچا! ہماری موت پر افسوس نہ کرو۔ اگر ہم دونوں اس سرنگ میں مر جائیں تو کچھ پروا نہیں سلمٰی کے بعد زندگی مجھکو عزیز نہیں مگر ہاں تم ـــ"

عامر: بات کاٹ کر، "آہ تمہارے بعد میں زندگی پسند کروں گا؟ البتہ میں یہ نہیں چاہتا کہ انتقام سے پہلے موت آ جائے۔ افسوس اب تو زندگی دشوار نظر آتی ہے ہوا اور روشنی بالکل مفقود ہے"

عبدالرحمٰن: "چچا اب تو مر جانا ہی چاہئے۔ موت مجھے کسی طرح ناخوشگوار نہ ہو یہ مجھے حجر اور سلمٰی کے پاس پہونچا دیگی۔ اِن دونوں کے بعد زندگی بے لطف ہے۔ کاش مرنے سے پہلے مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ ظالموں نے اُنہیں کیونکر قتل کیا۔ وہ اُن تک کیونکر پہونچے اور اُن کی زندگی کا خاتمہ کس طرح ہوا"

یہ سن کر عامر نے وہ تمام واقعات سلمٰی کے متعلق بیان کئے جو عبدالرحمٰن کے جانے کے بعد پیش آئے تھے۔ عبدالرحمٰن عالم حیرت میں سلمٰی کی مردانہ شجاعت و دلیری کی تعریف کر رہا تھا۔ اس

اثنا میں پھاوڑا چلنے کی آواز عامر کے کان میں آئی اور اس نے عبدالرحمن سے کہا۔
عامر: پھاوڑے کی آواز آرہی ہے۔ اللہ کو منظور ہے تو ہماری مشکل آسان ہوا چاہتی ہے۔"
اتنے میں دو شخصوں کی آواز سنائی دی۔
ایک: "وہ اسی وقت دفن کرنا چاہتے ہیں اگر صبح تک صبر کرتے تو کیا ہرج تھا۔"
دوسرا: احمق معلوم ہوتا ہے کہ تو اس راز تک نہیں پہنچا۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسے مواقع پر خلیفہ کا طریق عمل کیا ہے۔"
پہلا: آخر تو ہی بتا۔ اُس کا طریق عمل کیا ہے؟"
دوسرا: "یہ بیچاری اپنی موت سے نہیں مری ہے بلکہ یقیناً اُسے زہر دیا گیا ہے ایسی وارداتیں کثرت سے ہوتی رہتی ہیں لیکن پہلا خلیفہ عورتوں کو زہر نہیں دیتا تھا موجود خلیفہ نے غضب کیا کہ ایک عورت کو زہر دیدیا۔"
پہلا: حیرت ہے کہ اس کمبخت عورت کو زہر دیا گیا ہو حالانکہ وہ آج ہی خلیفہ کی عروس بن کر قصر میں داخل ہوئی تھی۔"
دوسرا: اچھا اب اس گفتگو کو ختم کر، زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں، ہمیں کیا وہ جس کو چاہے مارے جس کو چاہے جلائے، ہم تو گورکن ہیں۔ گناہوں کا مواخذہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"
یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک پھاوڑا سرنگ میں جا پڑا اور ایک غار گورکنوں کو نظر آنے لگا یہ دیکھکر انہیں خوف پیدا ہوا اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ "بھائی یہاں تو ایک کنواں معلوم ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہم اس میں جا پڑیں یا کوئی عنقریب اس میں سے نکلکر ہمیں اذیت پہنچائے۔"

(۶۷)
سلمیٰ کی مفارقت میں چند آنسو

عامر نے جب گورکنوں کی گفتگو سنی تو اُسے معلوم ہوا کہ سرنگ کا یہ سرا ایک مقبرہ میں پھوٹتا ہے جو غالباً شہر سے باہر ہے۔ عبدالرحمن بھی یہی سمجھا اور اس نے ارادہ کیا کہ گورکنوں کی گفتگو میں شریک ہو لیکن عامر نے اُسے روکا تاہم عرصہ کے بعد ہوا کا ایک جھونکا آنے سے اُسے بے اختیار چھینک آگئی چھینک کی آواز کا پیدا ہونا تھا کہ گورکنوں کے حواس جاتے رہے اُن میں سے ایک نے کہا "دیکھو میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہاں کوئی حضرت ضرور رہتا ہے۔ اچھا اب اُس کے نکلنے سے پہلے ہمیں بھاگ کھڑا ہونا چاہیئے۔" یہ کہکر وہ بے تحاشا بھاگا اور اس کے پیچھے پیچھے

اس کا ساتھی بھی روانہ ہوا۔ جب انسانی آواز کا آنا بالکل موقوف ہو گیا تو عامر اور عبدالرحمٰن باہر نکلے عبدالرحمٰن کو بہت اشتیاق تھا کہ اگر سلمیٰ کی نعش یہاں موجود ہو تو اُسے ایک نظر دیکھ لے لیکن عامر نے اُسے روکا اور جلد جلد قدم اٹھانے کو کہا کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ اگر کہیں پولیس نے اس حالت میں دیکھ لیا تو سخت مصیبت کا سامنا ہوگا اور ہماری محنت رائگاں ہو جائے گی۔ کچھ دور نکل جانے کے بعد عامر نے عبدالرحمٰن سے کہا۔

عامر: عبدالرحمٰن، صبر کرو، خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ہم دونوں کی مصیبت مشترکہ ہے۔ اچھا اب عابد کے پاس چلو کیونکہ حجر کی قبر پر ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

عبدالرحمٰن: "اور سلمیٰ؟ کیا میں اُسے چھوڑ دوں؟ تنہا چھوڑ دوں۔ آہ ان قبروں میں۔"

اتنا کہکر عبدالرحمٰن زار زار رونے لگا۔ عامر نے بھی اُس کا ساتھ دیا لیکن چند لمحوں کے بعد اُس نے اپنے آنسو آستین سے پونچھکر کہا۔

عامر: عبدالرحمٰن ہوش میں آؤ، حکمت عملی سے کام لو۔ وہاں ہمارا رہنا نہ رہنا برابر ہے۔ افسوس اب شام کو واپس جانے سے کیا فائدہ اب ہم کو چاہئے کہ مرد بنیں اور مردوں کی طرح صبر کریں اب ہم کو انتقام لینا چاہئے اور اس طرح کہ ہمارے دلوں کو تسکین ہو۔"

عبدالرحمٰن: بیشک ہم کو انتقام لینا چاہئے لیکن کیونکر؟ میں کسی اور سے انتقام لینا نہیں چاہتا میں تو سلمیٰ کے قاتل سے انتقام لونگا، آہ جو اپنے آپ کو خلیفہ کہتا ہے۔ آہ اس کو قتل کر دینے سے بھی سلمیٰ کی تلافی نہ ہو سکیگی۔ آہ میں زندہ موجود ہوں اور لوگ اسے دفن کر رہے ہیں کاش میرا بھی دم نکلجاتا اور ہم دونوں ایک ہی ساتھ مدفون کئے جاتے۔ اور ہماری ہڈیاں باہم مخلوط ہو جاتیں اور اسی طرح پیاری روحیں بھی۔۔۔۔۔۔

عامر: عبدالرحمٰن اب صبر کرو سنو میں تم سے سلمیٰ کی وصیت بیان کرتا ہوں جس دن وہ یزید کے نذر کو جارہی تھی اُس دن اُس نے مجھ سے چند باتیں کہی تھیں۔"

عبدالرحمٰن: (مضطربانہ) کہو اُس نے کیا کہا تھا۔

عامر: اُس دن جب وہ مجھ سے رخصت ہونے لگی تو اُس نے کہا کہ اگر میں مرجاؤں اور عبدالرحمٰن زندہ رہے تو اُس سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ سلمیٰ نے تیرے فراق پر موت کو ترجیح دی اگر تو زندہ رہا تو سلمیٰ کی ہڈیاں قبر میں خوش رہیں گی۔"

عبدالرحمٰن: یہ سنکر بے اختیار چیخ پڑا اور کہا "آہ تو میری محبت میں تو جان دے اور میں جب

لوگوں کو تجھے دفن کرتے ہوئے دیکھوں تو بھاگ جاؤں۔"

(۶۸)
شام سے روانگی

عامر: مگر اس نے کہا ہے کہ اگر میرے بعد عبدالرحمٰن زندہ رہا تو قبر میں مجھے مسرت حاصل رہے گی اچھا اب عابد کے پاس چلو اس سے مشورہ لیں خدا کی قسم وہ ہم پر بہت مہربان ہے اگر اس کی مہربانی نہ ہوتی تو میں تمہارے رہا کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکتا۔ مجھے تو اب اس کے ولی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔"

عبدالرحمٰن اور عامر دونوں قبر مجبر کی طرف روانہ ہوئے۔ عامر نے قریب پہونچکر دیکھا کہ عابد مجبر کی قبر پر سو رہا ہے۔ لیکن جیسے ہی یہ لوگ قریب آئے کہ کتا بھونکنے لگا۔ عابد بھی شور و شغب سے اٹھ بیٹھا اور جب ان دونوں کو آتے ہوئے دیکھا کہ اپنے بالوں کو چہرہ پر پریشان کر لیا اس کے بعد پکار کر کہا "عبدالرحمٰن"

عبدالرحمٰن: حاضر ہوں در وکر، اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے سلمٰی کے متعلق کچھ نہیں پوچھا"

یہ سن کر عابد کھڑا ہو گیا۔ اور بآواز بلند کہنے لگا۔

عابد: کیا ہوا؟ نہیں نہیں وہ قتل نہیں کی گئی۔

عبدالرحمٰن: جناب عالی، آپ صحیح فرماتے ہیں وہ قتل نہیں کی گئی بلکہ اُسے زہر آلود شہد پلایا گیا"

عابد: تم سے یہ واقعہ کس نے بیان کیا؟"

عامر نے یہ سنکر تمام واقعات کو دہرایا۔

عابد: خدا ظالموں کی مدد نہیں کرتا"

عبدالرحمٰن: جناب عالی اب آپ ہماری رہنمائی فرمائیں۔ انتقام کے بغیر اب میں زندگی وبال ہے۔ انتقام، انتقام، انتقام"

یہ سن کر عابد نے تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی پھر کہا۔

عابد: اب تم اس ملک سے چلے جاؤ اب یہاں تمہارا کوئی کام نہیں"

عبدالرحمٰن: ہم یہاں سے کیونکر جائیں جب کہ سلمٰی کو اس سرزمین میں دفن کیا گیا؟

عابد: نہیں، اب تم مکہ معظمہ کو چلے جاؤ وہاں رسول اللہ کے نواسے موجود ہیں خلافت انکا

تمہارا حق ہے۔ اُن کے پاس جلد جاؤ۔ اور اُن کی خدمت بجا لاؤ۔ اگر اُن کو کامیابی ہوئی تو تمہاری خواہش انتقام پوری ہو جائے گی۔ اب یہاں ٹھہرنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا معاملات تمہارے وہم و گمان سے کہیں بالاتر ہیں۔

عامر: جناب عالی یہ کیونکر؟

عابد: دیکھو، جب معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید لوگوں سے اپنی بیعت لینے لگا تو امام حسینؓ مدینہ میں تھے دیگر اصحاب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ ان میں عبداللہ ابن زبیرؓ بھی تھے۔ اُس زمانہ میں یزید کی جانب سے ولید بن عقبہ عامل تھے۔ چنانچہ یزید نے انہیں اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب تم میرے نام پر امام حسینؓ اور عبداللہ ابن زبیرؓ سے بیعت لو جب ولید کو یہ خط ملا تو اُس وقت مروان بن الحکم اُس کے پاس موجود تھا۔ اُس نے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ مروان نے کہا کہ میری رائے میں ان دونوں کو اسی وقت بلا کر ان سے بیعت لو چنانچہ ولید نے ایک آدمی روانہ کیا اس وقت یہ دونوں صاحب مسجد میں موجود تھے جب اُس آدمی نے طلبی کا حال سنایا تو دونوں صاحبوں نے اس سے کہا اچھا تم جاؤ ہم آئیں گے۔ اس موقع پر ابن زبیرؓ نے جناب امامؑ سے کہا کہ تعجب ہے ولید نے ایسے وقت ہمارے پاس آدمی بھیجا جب کہ اُس کی نشست کا وقت نہیں ہے جناب امام نے جواب دیا کہ غالباً بیعت لینا چاہتا ہے اور اس کا منشا ہے کہ لوگوں کو خبر ہونے سے پہلے یہ کام انجام پا جائے۔ ابن زبیرؓ نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے اب آپ کی کیا رائے ہے۔ جناب امام نے فرمایا میری رائے میں تم اپنے جوانوں کو جمع کر کے جاؤ۔ ان لوگوں کو باہر ٹھہرانا اور تم مکان کے اندر داخل ہو جانا ابن زبیرؓ نے کہا کہ مجھے آپ کے متعلق اندیشہ ہے۔ جناب امامؑ نے فرمایا کہ میں جب اُس کے پاس جاؤنگا تو اسی طرح جاؤنگا کہ واپسی میرے اختیار میں رہے گی۔

اس کے بعد ابن زبیرؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے احباب و اعزہ کو جمع کرنے لگے اور اس کے بعد ولید کے دروازہ پر پہونچے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ یہاں ٹھہرو۔ جب میں تمہیں پکاروں اندر تم دیکھو کہ میری آواز بلند ہوئی تو سب ملکر اندر گھس آنا۔ اور جب تک میں تمہارے ساتھ باہر نہ نکل آؤں تم واپس نہ آنا۔ اس کے بعد جناب امامؑ اندر داخل ہوئے۔ ولید کے پاس مروان بھی موجود تھا جناب امام نے فرمایا کہ قطع تعلق سے یہ بہتر ہے کہ تعلقات باقی رکھے جائیں صلح ہر حالت میں اچھی چیز ہے۔ خدا ہم سب کو نفاق و نااتفاقی سے محفوظ رکھے۔

اس کے بعد ولید نے یزید کا خط پڑھکر سنایا جب امامؑ کو معاویہ کے انتقال کا حال

معلوم ہوا تو آپ نے انا للہ پڑھا اور دعائے مغفرت کی۔ پھر ولید نے بیعت یزید کے متعلق جناب امامؑ کو توجہ دلائی جس پر آپ نے فرمایا کہ ایک میری حیثیت کا انسان اس طرح مخفی طور پر بیعت نہیں کر سکتا تمہیں چاہیئے کہ جب لوگوں کو بیعت لینے کے لئے مجتمع کرو اس وقت مجھے بھی اطلاع دو۔

ولید: "بہتر ہے آپ تشریف لے جائیں۔"

مروان۔ (ولید سے) "اگر یہ چلے گئے اور موقع ہاتھ سے جاتا رہا تو بڑے جدال و قتال کے بغیر ان کی بیعت ناممکن ہو گی۔ اگر یہ بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دینا چاہیئے۔"

حضرت امام حسینؑ نے یہ الفاظ سنے تو آپ پلٹ پڑے اور مروان سے فرمایا۔

جناب امام: "او مردود، تو مجھے قتل کرے گا۔ خواہ میں مر ہی کیوں نہ جاؤں لیکن تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہو سکتا۔"

اس کے بعد جناب امام باہر نکلکر اپنے دولتخانہ پر تشریف لائے۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد ولید نے مروان سے کہا کہ میں دنیاوی مال و متاع کی اتنی طمع نہیں رکھتا کہ اگر امام حسینؓ بیعت سے انکار کریں تو اُن کے خون میں ہاتھ رنگوں میرا تو یہ ایمان ہے کہ اس جرم کا ارتکاب آسان نہیں اور اگر ایسا کیا گیا تو قیامت میں کوئی معمولی مواخذہ نہ ہو گا۔ مروان نے جواب میں کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو لیکن مروان اپنے دل میں اس رائے کو پسند نہیں کرتا تھا۔

اب ابن زبیرؓ کا حال سنو کہ اُن کے پاس بھی ولید کا قاصد پہونچا جس سے انہوں نے کہا کہ تم چلو میں آتا ہوں اس کے بعد ابن زبیرؓ مکان پر تشریف لے گئے اور رات بیٹھے رہے ولید کا قاصد پھر آیا لیکن ابن زبیرؓ نے مہلت طلب کی اس کے بعد ولید نے غلاموں کی ایک جماعت آپ کے پاس بھیجی۔ ان کمبختوں نے مکان پر آکر سخت سست کہا اور کہا کہ تم کو چلنا ہو تو امیر کے پاس چلو ورنہ قتل کر دئے جاؤ گے۔ اس پر ابن زبیرؓ نے پھر کہا کہ بار بار قاصد اور بلاوے بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ امیر سے جا کر کہو وہ عجلت نہ کریں میں معاملات کے تصفیہ کے لئے اپنا ایک آدمی امیر کے پاس بھیجتا ہوں۔ چنانچہ ابن زبیرؓ کو ولید کے پاس روانہ کیا۔ جعفر نے ولید کے پاس جا کر سلام و دعا کے بعد کہا کہ آپ نے میرے بھائی کو سخت رسوا کیا۔ اس قدر جلد جلد آدمی بھیجنے کی کیا ضرورت تھی اب وہ انشاء اللہ آپ کے پاس کل آئیں گے۔ آپ اپنے قاصدوں کو کہلا بھیجئے کہ وہ ہمارے مکان کا محاصرہ چھوڑ دیں۔ ولید نے جعفر ابن زبیرؓ کی گفتگو سن کر اپنے آدمیوں کو اُن کے مکان سے واپس بلا لیا۔ اس واقعہ کے بعد شب کو ابن زبیرؓ اپنے بھائی جعفر کو ہمراہ لیکر

تن تنہا مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ولید نے اُن کے تعاقب میں اپنے آدمی روانہ کئے لیکن وہ ناکام واپس آئے۔ ولید نے اسی رات کو جناب امام حسینؑ کے پاس اپنے آدمیوں کو بھیجا لیکن آپ نے فرمایا کہ صبح ہونے دو پھر ہم تم دیکھ لیں گے۔

اسی رات کو آپ بھی مع اہل و عیال و اعزہ و اقربا مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس موقع پر پہونچکر عابد نے چند لمحوں تک دم لیا اور پھر اُس کے بعد کہنا شروع کیا "ہاں تو جب جناب امامؑ اقربا مکہ معظمہ میں پہونچ گئے تو لوگ جوق در جوق بیعت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن بعض لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کوفہ تشریف لیجائیں اور وہاں جاکر لوگوں سے طلب اعانت کریں۔ لیکن دیگر اصحاب نے یہ رائے دی کہ نہیں آپ مکہ معظمہ ہی میں زیر سایہ حرم رونق افروز رہیں کیونکہ اہل کوفہ نے آپ کے پدر بزرگوار کی اعانت سے پہلو تہی کی تھی۔ پھر عابد نے کہا "میرا خیال ہے کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کیا ہے تاکہ اہل کوفہ کی رائے سے آگاہی حاصل کرکے آپ کو مطلع کریں۔ اگر معاملات حسب دلخواہ ہوئے تو آپ کوفہ تشریف لے جائینگے اور اس طرح جب عراق و حجاز کے لوگ آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ کی خلافت مسلمہ ہو جائے گی اور یزید کو پامال کر ڈالا جائیگا اور تمہارے جوش انتقام کے فرو ہونے کے لئے اس قدر کافی ہے۔ اب تم دونوں کو چاہیئے کہ مکہ معظمہ روانہ ہو جاؤ اور وہاں پہونچکر جناب امام کی خدمت و اعانت کرو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ عامر و عبدالرحمان نے عابد کے اس مشورہ کو پسند کیا اور روانگی کے لئے تیار ہوئے۔ ان کی رخصت کے وقت عابد کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپکنے لگے اُس نے اُس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور آخر میں اُن کو شام سے نکلجانے کی ہدایت کی۔

(۶۹)
سلمیٰ کیلئے زہر کا پیالہ

اب ان دونوں کو تو ہم راہ میں چھوڑتے ہیں اور دمشق کی طرف واپس جاتے ہیں تاکہ سلمیٰ کا حال معلوم کریں کہ اس پر کیا گذری اور شربت مسموم کے پینے کا انجام کیا ہوا۔ یزید جب ابن زیاد سے جدا ہوا تو اُس نے ضعیفہ کو حکم دیا کہ سلمیٰ کو دوسرے کمرہ میں لیجائے اور اُس کی حفاظت رکھے۔ اس کے بعد وہ اپنی خوابگاہ میں جاکر سو رہا۔

سلمیٰ کے پاس سے جب ابن زیاد چلا گیا تو اُسے اپنی بربادی و ہلاکت کا یقین آگیا اور اُسے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ میں جال میں پھنس گئی۔ لیکن اس کے باوجود وہ ذرا بھی خائف نہ تھی اور

اسے اپنی جان کی مطلق پروا نہ تھی کیونکہ وہ عبدالرحمٰن کے قتل ہونے کی خبر سُن چکی تھی۔ ہاں اُس کے دل میں یہ جذبہ ضرور تھا کہ کاش میں مرنے سے پہلے انتقام لینے میں کامیاب ہوجاتی۔ اُس کے دل میں یہ خیال گزر رہا تھا کہ اگر میں یزید کا کہنا مان لیتی اور حضرت علیؓ پر تبرا کہنے کے لئے تیار ہوجاتی تو بالکل ممکن تھا کہ مجھے آئندہ انتقام لینے کا کوئی نہ کوئی موقع مل جاتا لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ باتیں اُس کی طاقت سے بالاتر اور اُس کے امکان سے باہر تھیں۔ بہرکیف جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا تھا اس پر اُسے ذرا بھی ندامت نہ تھی۔

جس وقت سلمٰی کے دل میں یہ خیالات پیدا ہو رہے تھے اس کے پاس ضعیفہ آئی اور اُس سے کہا کہ میرے ساتھ دوسرے کمرہ میں چلو۔ سلمٰی اُس کے ساتھ بے تکلف روانہ ہوگئی کیونکہ اب اسے موت وحیات کا قطعاً احساس نہ تھا۔ ضعیفہ نے سلمٰی کو اُسی کمرہ میں پہونچا دیا جس میں وہ پہلے یزید کے ساتھ موجود تھی اور آپ دروازہ پر کھڑی ہوگئی۔ سلمٰی نے اس کمرہ کو دیکھ کر ایک سرد آہ بھری کیونکہ اُسے وہ سب باتیں یاد آگئیں جو تھوڑی دیر پہلے وقوع میں آرہی تھیں اور اگر خواجہ سرا آکر درمیان میں روک نہ دیتا تو اُس کی کامیابی میں کچھ زیادہ توقف نہ تھا۔ پھر عبدالرحمٰن کی طرف اُس کا ذہن منتقل ہوا اور جب اُس کا مقتول ہونا اُسے یاد آیا تو اُس کا بدن کانپنے لگا۔ اور ایک دریائے غم میں ڈوب گئی جس کے بعد اُسے ہوش نہ رہا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ وہ انہی خیالات میں تھی کہ یکایک اُسے پیروں کی چاپ محسوس ہوئی۔ دل دھڑکنے لگا۔ اور وہ تیار ہو بیٹھی کہ جو کچھ ہونے والا ہے اُس کا مقابلہ کرے۔ آخر چند لمحوں کے بعد ایک شخص کمرہ میں داخل ہوا۔ عبا اور عمامہ سے مزین اور ہاتھ میں ایک پیالہ لئے ہوئے تھا۔ سلمٰی نے گہری خاموشی کے ساتھ اُس پر نظر ڈالی اُس نے سلمٰی سے کہا "لو یہ پیالہ خلیفہ کے حکم کے مطابق تم پی لو"۔

سلمٰی سمجھ گئی کہ یہ زہر کا پیالہ ہے۔ سلمٰی نے پیالہ لے لیا لیکن اُس کا ہاتھ کانپ رہا تھا اس کے بعد اس نے کہا۔

سلمٰی: بہتر ہے میں اس کو پیوں گی، حالانکہ میں جانتی ہوں کہ یہ زہرِ قاتل ہے مجھے اطمینان دلانے کی کوشش نہ کرو بلکہ مجھ سے صاف صاف کہو کہ یہ زہر کا پیالہ پی جاؤ۔

شخص: تم نے کیونکر سمجھا کہ یہ زہر ہے حالانکہ میں نے تم سے کہا تھا کہ یہ شہد ہے۔

سلمٰی: میں جانتی ہوں کہ یہ زہر ہے۔ کیونکہ اسی کی مجھکو توقع ہی ہے۔ خیر میں اس کے لئے خوشی سے تیار ہوں کیونکہ یہ مجھے اس زندگی سے نجات دیگا جس کو ہزار درجہ موت سے بدتر سمجھتی

ہوں اور اسی لئے میں کہتی ہوں کہ تم کہو یہ زہر ہے تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور میں سمجھ لوں کہ اب اپنے عاشق سے بہت جلد جا ملنے والی ہوں "

سلمیٰ یہ الفاظ کہتے کہتے بے اختیار رونے لگی حکیم اُس کی گفتگو سے نہایت متاثر ہوا لیکن اُس نے اپنے جذبات کو چھپا کر یہ کہا۔

حکیم۔ خبر جو کچھ بھی ہو۔ خلیفہ کا یہی حکم ہے اور تم اسے پی جاؤ "

سلمیٰ "میں اس زہر کے پیالہ کو خدا کا نام لے کر پیتی ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ یہ مجھے امام علیؑ اور میرے والد مجبر اور میرے چچا زاد بھائی عبدالرحمن کے پہنچا دے " (پیالہ کی طرف دیکھ کر) خدا تجھ کو برکت دے اے زہر قاتل جو حقیقت میں قاتل نہیں بلکہ زندگی بخش ہے۔ خدایا! میں تو اسے پیتی ہوں لیکن میرے عزیزوں کا انتقام لینے والا تو ہی ہے "

یہ کہہ کر سلمیٰ نے پیالہ کو اپنے لبوں سے قریب کیا مگر پھر ہٹا لیا اور کہا خدا کے لئے مجھے عبدالرحمن کو تو دکھا دے اس کی نعش ہی سہی۔ ہاں میں مرنے سے پہلے اُس کی یاد میں دو آنسو تو بہا لوں۔ افسوس عبدالرحمن تم کو ظالموں نے قتل کر دیا خدا جانے تمہیں تلوار سے قتل کیا گیا یا شہد زہر آلود سے۔ آؤ خدا کے لئے آؤ اور اپنی منسوبہ کو دیکھو وہ صرف اس خیال سے کہ تم سے جلد آملے گی کس شوق کے ساتھ زہر کا پیالہ پی رہی ہے۔ آہ تمہیں اپنی موت سے پہلے کاہے کو خبر ہو گی کہ میں تم سے اس قدر جلد جا ملوں گی کاش وہ تم سے میرا حال کہدیتے " وہ دیوانہ وار یہ باتیں کر رہی تھی اور حکیم اُس کے سامنے ساکت اور صامت کھڑا ہوا تھا سلمیٰ پیالہ کو ایک دفعہ اور لبوں تک لے گئی اور پھر حکیم سے مخاطب ہو کر بولی "

سلمیٰ "میں ڈرتی ہوں کہ اس پیالہ میں زہر کی مقدار کم نہ ہو اور وہ میری ہلاکت کے لئے ناکافی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تڑپ تڑپ کر میرا دم نکلے گا۔ اگر واقعی زہر کی مقدار کم ہو تو اس میں اور اضافہ کر دو "

حکیم "اچھا اب تم صاحبزادی اس پیالہ کو پی جاؤ اور گفتگو کو طول نہ دو کیونکہ خلیفہ نے جو وقفہ اس کام کے لئے مقرر کیا تھا وہ گذر گیا ہے "

سلمیٰ "دوانت پیس کر) اُف تم اس ظالم سے تو اتنا ڈرتے ہو اور خدا سے ذرا بھی نہیں ڈرتے ہو تم اچھے لوگوں کی ہلاکت کے لئے جڑی بوٹیوں سے زہر تیار کرتے ہو اور پھر تم کو یزید کی ناراضی کا بھی اندیشہ ہے۔ اُف اُف تمہارے ظلم کی تو اب کچھ انتہا نہیں ہے۔ خدا تم کو قیامت میں رسوا کرے "

حکیم:۔ میں کہتا ہوں کہ گفتگو کو طول نہ دو اور اس پیالہ کو جلدی سے پی جاؤ۔"
سلمیٰ:۔ ہاں ہاں میں اُسے پیتی ہوں اور مجھے ذرا بھی خوف نہیں ہے کیونکہ وہ میری مصیبتوں کے لئے تریاق کا حکم رکھتا ہے۔

اس کے بعد سلمیٰ دیر تک عبدالرحمن کی یاد میں دردناک الفاظ کہتی رہی اور اُس کے بعد چند گھونٹ پی گئی جس کے ساتھ ہی اُس کا سر چکرانے لگا اور فرش پر لیٹ گئی اس وقت اُس کی زبان پر بار بار عبدالرحمن کا نام آرہا تھا۔

(۷۰)

سلمیٰ ابن زیاد کے قبضے میں

تھوڑی دیر کے بعد سلمیٰ بالکل بے ہوش ہوگئی مگر ہنوز اُس کے لب جنبش میں تھے گویا عالم ارواح اس کا مخاطب تھا۔ اس کا رنگ متغیر ہوگیا تھا اور اُس کے ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے تھے۔ اس کے بعد حکیم کمرہ میں سے نکلکر ابن زیاد کے پاس گیا جو اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

ابن زیاد:۔ کہو حکیم صاحب، کیا کر آئے؟"
حکیم:۔ میں نے اُسے شہد پلا دیا؟"
ابن زیاد:۔ تم نے ویسا ہی کیا نا جیسا مجھ سے وعدہ تھا؟"
حکیم:۔ (ہنسکر)، کیا وعدہ تھا؟"
ابن زیاد:۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ زہر کے بجائے داروئے بے ہوشی پلا دینا چنانچہ میں نے تمہیں اس کا معاوضہ دینے کا بھی وعدہ کیا تھا؟"
حکیم:۔ (ابن زیاد کے شانہ پر ہاتھ رکھکر) ہاں ہاں میں نے وعدہ کیا تھا اور ایسا ہی میں نے کیا وہ مری نہیں ہے بلکہ سو رہی ہے۔"

اتنا کہکر حکیم نے اپنی جیب سے ایک شیشی نکالکر ابن زیاد کو دی اور کہا کہ جب تم یہ دوا اُسے پلاؤ گے تو اُسے ہوش آئیگا۔ لیکن خدا کے لئے ایسا غضب نہ کرنا کہ یہیں یہ دوا پلاؤ اور خلیفہ آگاہ ہو کر مجھے قتل کردیں کسی دوسری محفوظ جگہ لے جاکر پلانا۔"

ابن زیاد:۔ اوہو، اس کا ذرا اندیشہ نہ کرو میں اب خلیفہ کو اُس کی موت کی اطلاع دیتا ہوں اور اُس کی مصنوعی قبر کھودنے کا حکم دیتا ہوں اور جب اُسے افاقہ ہوگا تو میں اُسے دمشق سے باہر لے جاچکونگا۔ اس راز سے میرے سوا کسی کو آگاہ نہ ہوگا میں اس کی زندگی صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ شاید میں

اس طرح اُسے اس کے ارادہ سے باز رکھ سکوں اور اُس کے خیالات کو پھیر سکوں اگر ایسا ہُوا تو خلیفہ نہایت خوش ہوں گے۔ اور اس بات کا شکریہ ادا کرینگے۔ وہ اس پر ہزار جان سے فریفتہ ہیں اور اگر بے انتہا غضبناک نہ ہوتے تو اُس کے قتل کا ہرگز حکم نہ دیتے۔ میرا خیال بالکل صحیح ہے کہ جب وہ صبح بیدار ہوں گے تو اپنے اس حکم پر نہایت نادم ہونگے اچھا اب تم ان باتوں کو پوشیدہ رکھنا میں نے تم سے جو کچھ وعدہ کیا ہے اُس سے کچھ زیادہ ہی دونگا۔

حکیم نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اپنے مکان کو رخصت ہوا۔ صورت حال یہ تھی کہ جب یزید نے سلمیٰ کے قتل کا حکم دیا ابن زیاد نے حکیم سے تنہا ملکر اور ایک بڑی رقم کا وعدہ کرکے اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ شہد میں کوئی مسموم اور بیہوشی آور دوا ملا کر پلادے اس سے ابن زیاد کا منشا تھا کہ وہ سلمیٰ کو قصر خلافت سے لے جا کر ہوشیار کریگا اور پھر اُسے اپنی بیوی بننے کے لئے آمادہ کریگا اُسے کامل امید تھی کہ جب سلمیٰ کو یہ معلوم ہوگا کہ میں نے اس کی جان بچائی ہے تو اس احسانمندی کی تلافی میں وہ میری ہو جائیگی اور اس طرح میں مخفی طور پر اُس کے ساتھ عیش و نشاط کی زندگی بسر کرونگا۔ چنانچہ حکیم کے جانے کے بعد ابن زیاد نے یزید کو سلمیٰ کی موت سے آگاہ کیا اور اس کی اجازت حاصل کرکے وہ اُسے اپنے مکان کو اٹھائے گیا اور اُسی وقت ظاہری طور پر تجہیز و تکفین کا سامان کرنے لگا۔ اس کے بعد گورکنوں کو عامر و عبدالرحمن کے نکلنے سے جو واقعات پیش آئے اُس سے ناظرین واقف ہو چکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ سب ماجرا ابن زیاد سے بیان کیا اور اُس نے انہیں کچھ رقم دیکر رخصت کیا اور کہدیا کہ خلیفہ سے اس کیفیت کو نہ بیان کیا جائے بلکہ کہدیا جائے کہ سلمیٰ کو دفن کر دیا گیا۔

(۷۱)
کوفے میں انقلاب کی تحریک

دوسرے دن صبح کو یزید بہت دیر کرکے دربار میں آیا کیونکہ گذشتہ رات کا رات کا اکثر حصہ واقعات ماسبق کی وجہ سے اُس نے بیداری اور بے چینی کی حالت میں بسر کیا تھا۔ چنانچہ وہ دوپہر تک اپنے بستر سے نہیں اٹھا جب یزید دربار میں پہونچا تو ابن زیاد غائب تھا یزید کی طبیعت بھی نہایت بدمزہ تھی وہ مسند خلافت

پر بالکل خاموش بیٹھا تھا کہ دربان نے اطلاع دی کہ کوفہ سے ایک قاصد حاضر ہوا ہے اور وہ حضور میں آنا چاہتا ہے۔ یہ سنکر یزید نے قاصد کے اندر آنے کا حکم دیا اور چند لمحوں کے بعد ایک شخص اندر داخل ہوا جس کے چہرہ سے ہنوز علامات سفر نمایاں تھیں اور اُس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ یزید نے قاصد کے ہاتھ سے خط لے لیا یہ خط عبداللہ بن مسلم کا تھا جو بنی امیہ کا ایک بڑا ہوا خواہ تھا۔ اور بسم اللہ کے بعد اُس میں لکھا تھا۔

بخدمت امیر المومنین یزید ابن معاویہ منجانب عبداللہ بن مسلم۔

امیر المومنین، آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ نعمان بن بشیر جن کو آپ نے کوفہ میں گورنر مقرر کیا ہے نہایت کمزور شخص ہیں انہوں نے گورنری کو نہایت کمزور کر رکھا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ کوفہ اور بصرہ کے تمام مسلمان بددل اور مذبذب ہو رہے ہیں اُنپر آپ کی خلافت کا دباؤ باقی نہیں ہے اور اگر یہی حالت رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے دشمن اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے اور ان مقامات سے آپ کے اثرات باطل ہو جائیں گے۔ اگر آپ کوفہ وغیرہ کو اپنے زیر نگیں رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں تو فوراً موجودہ گورنر کو معزول فرمایئے اور ایک زبردست پالیسی کا گورنر کوفہ کو بھیجیے جو ان شورشوں کو دبائے اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر اور کافی سزائیں دیکر باغیانہ خیالات سے باز رکھے۔

یہاں جب امیر معاویہ کے انتقال کی خبر پہنچی اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسینؑ اور عبداللہ ابن زبیرؓ نے بیعت سے انکار کر دیا ہے تو بڑی شورش برپا ہوئی اور شیعیان علیؑ کی پوری جماعت کا ایک شیعی کے مکان میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا' اور ان لوگوں نے امام ممدوح کی طلبی کے متعلق حسب ذیل مضمون کا ایک خط ارسال کیا ہے۔

"بعد سلام عرض ہے کہ بفضلہ تعالیٰ آپکا دشمن پامال ہو گیا اب آپ براہ مہربانی اس طرف کا عزم فرمایئے کیا عجب ہے کہ خدا حق کو غالب کرے۔ یہاں اِن دنوں نعمان ابن بشیر گورنر ہے مگر ہم نے اُس کو بالکل چھوڑ رکھا ہے چنانچہ جمعہ اور عید کے دن بھی ہم اُس سے کہیں نہیں ملتے۔ اب جبوقت آپ یہاں رونق افروز ہو جائیں گے تو ہم اُسے کوفہ سے نکال باہر کریں گے اور شام کی طرف رخصت کر دینگے"

یہ مذکورہ بالا خط اور اُسی طرح کے بہت سے خطوط حضرت امام حسینؑ کے پاس مکہ بھیجے جا چکے ہیں۔ اِن کل خطوط کی تعداد ڈیڑھ سو سے کچھ اوپر ہوگی۔ اِن کے جواب میں حضرت امامؑ کی جانب سے ایک خط موصول ہوا ہے جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"آپ لوگوں نے مجھے جو کچھ تحریر کیا اُس سے آگاہی ہوئی۔ اب میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کرتا ہوں۔ میں نے ان کو ہدایت کی ہے کہ یہ آپ لوگوں کے صحیح حالات اور خیالات سے مجکو اطلاع دیں

اگر ان کی تحریروں سے مجھکو اطمینان ہو گیا تو جلد ہی میں انشاء اللہ آپ لوگوں کی طرف روانہ ہو جاؤں گا
میرے نزدیک تو امام وہی شخص ہے جو قرآن پاک پر عمل کرتا ہو۔ خدا کے فرائض کو ادا کرتا ہو اور عدل
و انصاف پر قائم ہو۔ والسلام"

تقریباً بصرہ کا یہی حال ہے۔ بہرکیف حضرت امام حسین نے اپنے چچازاد بھائی کو کوفہ روانہ کیا
ہے اور ان کو ہدایت کی ہے کہ جب لوگ میری بیعت پر اتفاق کریں تو مجھے فوراً اطلاع دو۔
مسلم ابن عقیل نے ایک شیعی کے مکان میں اقامت اختیار کی ہے۔ مختلف لوگ ان کے پاس
آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ لوگوں کو حضرت امامؑ کے خطوط سناتے ہیں اور انہیں جنگ کرکے فتح حاصل
کرنے کے لئے ابھارتے ہیں۔ جب ان حالات سے نعمان بن بشیر کو اطلاع دی گئی تو انہوں نے منبر پر
ایک تقریر کی جس کے اہم الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"لوگو فتنہ و فساد برپا نہ کرو کیونکہ اس میں مسلمانوں کی خونریزی اور بربادی کا احتمال ہے میں
اس شخص پر حملہ نہیں کرنا چاہتا جو مجھ پر حملہ آور نہ ہو۔ میرا یہ کام نہیں کہ میں کسی مسلمان پر تہمت لگاؤں
یا کسی کی طرف سے بدگمانی پیدا کروں۔ لیکن مجھکو معلوم ہوا ہے کہ لوگ فسخ بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں اور اپنے
امام وقت سے باغی ہونا چاہتے۔ سچ کہتا ہوں اگر یہ خبر صحیح ثابت ہوئی تو ایسے لوگوں کو میں اپنی تلوار سے قتل
کروں گا مجھے امید ہے کہ تم لوگ حق و باطل میں امتیاز کروگے اور ان باتوں کو بالکل ترک کردوگے جن سے فتنہ
و فساد کی آگ بھڑکنے کا اندیشہ ہو" نعمان کی تقریر سن کر جب ہم لوگوں نے یہ خیال کیا کہ یہ ایک نہایت ہی
کمزور اور بیکار تقریر ہے اور اس سے موجودہ صورت حالات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو ہم ہوا
خواہوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے باواز بلند کہا "یہ ایک نہایت کمزور پالیسی ہے اور اس
کمزوری سے کام نہیں چلسکتا" اس کے جواب میں گورنر فرمایا "جو کچھ بھی ہو۔ میں کمزور ہی سہی لیکن میں
خدا کی اطاعت و رضامندی کے ساتھ اپنی کمزوری کو اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ خدا کے گناہ و معصیت
میں رہ کر مجھکو زور حاصل ہو" نعمان ابن بشیر کے ان الفاظ نے ہمارے دل ہلا دیئے اور ہم کو طرح طرح
کے اندیشے پیدا ہوئے جنہوں نے اس عریضہ کے لکھنے پر مجبور کیا۔ اب صرف اس قدر گذارش ہے کہ موجودہ
صورت حالات کی بے چینی کو دیکھتے ہوئے نعمان ابن بشیر سے یہاں کا کام نہیں چل سکتا۔ آپ براہ
مہربانی ایک زبردست عامل کو فوراً کوفہ میں مامور فرمائیں جو بالکل آپ کی پالیسی پر عمل درآمد
کرتا ہو اور کسی قسم کی کمزوری نہ رکھتا ہو۔

(۶۲)

ابن زیاد کوفہ میں

یزید نے جب یہ خط پڑھا تو اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ کل کے واقعات اس کے سامنے آگئے، اور وہ اُن سے شگون لینے لگا اور اس کے دل میں بڑی پشیمانی کے ساتھ سلمیٰ کی یاد آئی کہ شاید یہ اسی نوجوان حسینہ کی خونریزی کا خمیازہ ہے اس وقت اس کا دماغ ہجوم افکار سے ایسا مختل ہو رہا تھا کہ دربار میں بیٹھنا اس کی طبیعت پر بار تھا۔ چنانچہ اس نے "خدا برکت دے" کا پرمعنی جملہ کہکر اہل دربار کو رخصت کر دیا اس کے بعد اس نے سرجون نامی ایک رومی کو بلا بھیجا یہ شخص بڑا پالٹیشین اور عیار و مکار تھا اس پر بنی امیہ کو بڑا اعتماد تھا اور معاویہ اس سے اپنے بڑے بڑے معاملات میں مشورہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک زمانہ میں اس کو اپنا میر منشی بھی بنا لیا تھا جب معاویہ نے وفات پائی تو یزید بھی اس کو بڑے اعتماد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ سرجون کے حاضر ہوتے ہی یزید نے اسے خلوت میں طلب کیا اور کوفہ کے خط کا تذکرہ کیا یہ سُنکر سرجون نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکال کر دیا۔ یزید نے جب اس کاغذ کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ عبید اللہ ابن زیاد کے کوفہ میں گورنر مقرر کئے جانے کا ایک معاہدہ ہے۔

یزید: "یہ کیا ہے؟"

سرجون: "یہ معاویہ کی رائے ہے انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنی رائے کو قلمبند کرا یا تھا۔"

یزید نے اس رائے کو پسند کیا اور ابن زیاد کے کوفہ کا گورنر مقرر کئے جانے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا چنانچہ اسی وقت دربان کو حکم دیا کہ ابن زیاد کو حاضر کیا جائے۔ دربان نے تمام قصر میں ڈھونڈا لیکن ابن زیاد کا پتہ نہ تھا۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد جب ابن زیاد دربار کے کمرہ میں داخل ہوا تو یزید نے عبد اللہ بن مسلم کا خط اس کے ہاتھ میں دیدیا لیکن اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا۔ ابن زیاد نے تمام خط بڑی بے چینی کے ساتھ پڑھا اور پھر یزید کو واپس دیدیا لیکن وہ بالکل خاموش تھا اس کے بعد یزید نے وہ کاغذ بھی ابن زیاد کو دیا جو ابھی سرجون سے اسے ملا تھا۔ ابن زیاد نے اس کاغذ کو دیکھ کر بوسہ دیا اپنے سر پر رکھا اور پھر کہا:-

ابن زیاد: "اللہ اللہ یہ امیر المومنین کی زبردست رائے اور پیشگوئی۔"

یزید :- اچھا اب تم فوراً کوفہ روانہ ہو جاؤ اور تمام خرابیوں کی اصلاح کرو۔ مجھے اُمید ہے کہ تم میرے لئے اُسی طرح مفید ثابت ہو گے جس طرح تمہارے والد میرے والد کے لئے کارآمد اور قابلِ اعتماد تھے ۔"

ابن زیاد :- "بسر و چشم ۔"

ابن زیاد کو اپنی روانگی نہایت پسند آئی کیونکہ وہ اس طرح دمشق سے باہر نکلکر سلمیٰ کیساتھ تخلیہ کا اچھا موقع حاصل کر سکتا تھا ۔

ابن زیاد نے سلمیٰ کو صبح ہوتے ہی ایک تنہا مکان میں بھجوا دیا تھا اور پھر اُس کے پاس پہونچکر وہ بوٹیوں کا عرق پلایا جو حکیم نے ہوش میں لانے کے لئے دیا تھا ۔ اس کارروائی کے بعد وہ ایک دوسرے کمرے میں چلا گیا ۔ سلمیٰ جب ہوشیار ہوئی اور اُس نے جب سورج کی پھیلی ہوئی روشنی میں ایک نئے مکان میں دیکھا تو چند لمحوں تک سخت سراسیمہ مبہوت رہی یکایک اُس کے دل میں خیال آیا کہ شاید میں اب دوسرے عالم میں ہوں اس خیال کا آنا تھا کہ یکایک چلا اُٹھی کہ عبدالرحمن کہاں ہے ؟ خدا کے لئے مجھے اس کو دکھاؤ کیا میں فردوس میں ہوں ؟ عبدالرحمن ، عبدالرحمن ۔"

سلمیٰ کی دیوانہ وار چیخ پکار سن کر ابن زیاد بے اختیار ہنس پڑا سلمیٰ ہنسی کی آواز کی طرف متوجہ ہوئی ۔ اس وقت وہ اپنی آنکھوں کو مل رہی تھی اور جیسے ہی اُس کی نگاہ ابن زیاد پر پڑی کہ وہ بے اختیار چیخ اٹھی " اے کمبخت اور بدمعاش تو یہاں ہے ۔ آہ میں جنت میں نہیں ہوں بلکہ جہنم میں ہوں بس تو میری آنکھوں سے دُور ہو جا ۔

ابن زیاد سلمیٰ کے پاس گیا اور اُس کا ہاتھ تھام کر کہنے لگا :-

ابن زیاد :- "پیاری ، تم اسی دنیا میں ہو اور زندہ و سلامت ہو ۔ میں نے تم پر ترس کھا کر موت سے بچا لیا ہے ۔"

سلمیٰ :- (اپنا ہاتھ چھڑا کر) او ملعون میں اپنی زندگی کی اُسی وقت آرزومند ہوں جبکہ عبدالرحمن دنیا میں موجود ہو ۔ بس اب تو مجھے قتل کر دے اگر ذرا بھی تجھے مجھ پر ترس آتا ہو تو قتل کر دے ۔"

ابن زیاد :- میں تیرے ساتھ وہ برتاؤ کرنا نہیں چاہتا جسکی تو مستحق ہے کیونکہ تو نہایت بے وقوف ہے ۔ میں تجھے موقع دیتا ہوں ، شاید تیرے حواس درست ہو جائیں ۔ تجھکو

اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ تو میرے ہاتھوں میں اسیر ہے اور رضامند و اقرار کئے بغیر کچھ چارہ نہیں۔ اچھا اب اس مکان میں تو اس وقت تک ٹھہر کہ تجھے ہوش آ جائے یا موت آ جائے ابن زیاد نے یہ کہا اور سلمیٰ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ جب دمشق واپس پہنچا کیونکہ یہ مکان شہر سے باہر تھا اور یزید کے دربار میں حاضر ہو کر کوفہ اور بصرہ کی گورنری پر فائز ہوا جس کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے تو اس کا دل حصول مقاصد کی مبارکباد دینے لگا اور اس کو آس بندھی کہ میں سلمیٰ کو اثنائے سفر میں ضرور رضامند کر لوں گا۔

(۷۳)

حالات سفر

یزید سے روانگی کا حکم پاکر ابن زیاد اپنے خدم و حشم کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوا سلمیٰ کا ہودج بھی ہمراہ تھا اور دو آدمی اس کی خبر گیری کے لئے مامور تھے سلمیٰ دو روز تک بے آب و دانہ رہی کیونکہ وہ موت کو اس زندگی پر ترجیح دیتی مگر جب اس نے دیکھا کہ اس طرح موت کا آنا دشوار ہے اور عرصۂ دراز تک تکلیف اٹھائے بغیر جان نہیں نکل سکتی تو آخر کار اس کی طبیعت نے فطرت بشری کی طرف غور کیا اور انسانیت نے اسے انتقام کا جذبہ یاد دلا کر بقائے حیات کی طرف توجہ دلائی اور وہ کسی قدر کھانے پینے لگی لیکن اس کا رنگ رخ بالکل متغیر ہو گیا اس کے اعضا میں انتہا درجہ کا اضمحلال تھا اور وہ ایسی کمزور ہو گئی تھی کہ پہچانی نہیں جاتی تھی۔ لوگوں کی گفتگو سنکر اسے معلوم ہوا کہ یہ کارواں کوفہ کی طرف بڑھ رہا ہے اور حضرت امام حسینؑ بھی کوفہ میں رونق افروز ہونے والے ہیں۔

ابن زیاد اثنائے سفر میں اکثر سلمیٰ کے پاس آتا تھا کبھی دھمکاتا کبھی تحریص و ترغیب کی باتیں کرتا تھا لیکن سلمیٰ کے دل پر اسے کسی طرح فتح نہیں حاصل ہوتی تھی اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ سختی سے اس نوجوان حسینہ پر قابو پانا دشوار ہے جس کے نزدیک مرگ و حیات ایک ہے اور اس لئے وہ نرمی اور خوشامد کی باتیں کرتا تھا کہ شاید اس طرح اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکے۔

سلمیٰ اکثر عالم تنہائی میں ہودج پر بیٹھی ہوئی ادھر ادھر دیکھا کرتی تھی اور چار و دل طرف سرخ ریت اور سنسان صحرا کے سوا اسے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اسی حالت میں جب پانچ دن

گذر گئے تو اُسے دُور سے ایک تعمیر نظر پڑی جس کا سلسلہ کئی میل تک چلا گیا جا بجا شاندار عمارتوں کے آثار تھے بعض ستون اتنے آسمان سے باتیں کرتے تھے اور سور و دیوار ایسے شاندار تھے کہ اُن سے زمانہ قدیم کی عظمت و سطوت کا اندازہ ہوتا تھا یہ تدمر کے کھنڈر تھے یہ وہ مقام تھا جسے قبطی قوم کے بعد سن مسیحی کی پہلی صدی میں عیسائیوں نے آباد کیا تھا ان مقامات کو دیکھ کر ایک انسانی دل کو نہایت عبرت ہونی چاہئیے تھی کیونکہ وہ انسان کی ہستی فانی اور بربادی و آبادی کا ایک افسوسناک مرقع تھے مگر افسوس ابن زیاد جس پر نفسانی خواہشوں کا غلبہ تھا اور جو اپنے ناپاک جذبات کے نشہ میں مخمور تھا عبرت حاصل کرنے کی بجائے ان خرابات سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں تھا چنانچہ اُس نے کارواں کو یہاں قیام کرنے کا حکم دیا اور سلمیٰ کے اونٹ کو اپنے خدام سے ذرا فاصلہ پر ٹھہرایا سلمیٰ اداس اور ملول اپنے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھی اُس کے دل میں طرح طرح کے یاس انگیز اور دردناک خیالات موجزن تھے۔ وہ بالکل بے خبر تھی کہ ابن زیاد کے دل میں اُس وقت کن ناپاک ولولوں کا جوش ہے۔ کارواں کے قیام کرنے کے بعد ابن زیاد سلمیٰ کے خیمہ کے پاس پہنچا محافظوں سے کہا کہ دور چلے جائیں اس کے بعد خیمہ کے اندر داخل ہوا۔ اس وقت سلمیٰ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی رنج و غم اور تکان سفر نے اُسے بے حد مضمحل اور اداس بنا رکھا تھا اس کا رنگ اُڑ چکا تھا گالوں میں وہ پہلی سی شادابی باقی نہ تھی لبوں پر تبسم کی جگہ خوفناک خشکی تھی اور آنکھوں میں آبداری کی بجائے تیرگی نظر آتی تھی۔

(۴۷)

سلمیٰ کی مضطربانہ دعا

جب ابن زیاد خیمہ کے اندر داخل ہوا اور سلمیٰ نے اُس کے چہرہ کو دیکھا تو وہ آسانی کے ساتھ سمجھ گئی کہ اس وقت کیسے ناپاک ارادے اُس کے دل میں پائے جاتے ہیں۔ دل میں ایک خیال کا آنا تھا کہ وہ کانپ اٹھی اور خدا سے پناہ مانگنے لگی ابن زیاد بھی سلمیٰ کے انداز سے اُس کے دلی جذبات کو پاگیا اور بہت نرمی کے ساتھ اسکی مزاج پرسی کرنے لگا۔ لیکن سلمیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ابن زیاد نے کہا "سلمیٰ اب اس خیمہ کو چھوڑ دو" اُٹھو اور اُس پرانے قصر میں چلکر دیکھو کہ اگلے زمانہ کے

صناعوں نے اسے کس خوبی کیسا تھ تعمیر کیا ہے۔

سلمیٰ نے یہ سوچکر کہ انکار سے کوئی فائدہ نہیں ابن زیاد کے ساتھ ہولی لیکن جب ویران شدہ عمارت میں قدم رکھا اور اُس نے اس سنسان عالم میں ابن زیاد کے سوا کسی تیسرے شخص کو اپنے ہمراہ نہ پایا تو اس کا دل لرزنے لگا وہ اپنی بے بسی سے اچھی طرح واقف تھی اور جانتی تھی کہ اگر ابن زیاد اپنے ناپاک ارادوں کو پورا کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے تو خدا کے سوا اس کے بچانے کے لئے کوئی انسانی ہستی یہاں موجود نہیں ہے اس وقت اس کے حواس منتشر تھے اور اُس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے لیکن وہ اپنی اس حالت کو چھپانے کی بڑی کوشش کر رہی تھی تاکہ ابن زیاد اُس کی کمزوریوں سے واقف ہو کر اپنے مقاصد کی تکمیل میں عجلت نہ کرے۔ لیکن ابن زیاد نے اُس کی یہ حالت دیکھکر نرمی اور خوشامد سے کام لیا کیونکہ وہ سلمیٰ کی ضدی اور بہادرانہ طبیعت سے خوب واقف ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ جبر و تعدی سے اُس پر فتح پانا ناممکن ہے۔

ابن زیاد۔" کہو سلمیٰ تم کو معلوم ہے کہ تم اس مکان میں بالکل تنہا ہو اور تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں ہے میں جو کچھ چاہوں کر سکتا ہوں اور اس وقت حصول مقاصد میں کوئی شے میری مانع نہیں ہے۔ اگر تمہاری چیخیں آسمان تک بھی پہونچیں تو کوئی شخص تمہاری امداد کو نہیں آسکتا۔ افسوس میں کب سے تم کو سمجھا رہا ہوں لیکن تم اپنی ضد پر قائم ہو میں تمہارے ساتھ ہمیشہ نرمی اور ملائمت کا برتاؤ کرتا ہوں اور تم اس کا جواب سخت و سست الفاظ میں دیتی ہو۔ دیکھو سلمیٰ اب پیالہ لبریز ہو چکا ہے اب تم کو سوچ سمجھ کر کام کرنا چاہیئے۔ آخر اسمیں کیا نقصان ہے کہ تم اپنی جہالت سے باز آؤ اور میری نصیحت کو کان دھر کر سنو اور میری پیاری بیوی بن جاؤ تم کو معلوم ہے کہ میں امیر المومنین کا قوتِ بازو ہوں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں میرے زور پر کرتے ہیں اب اس وقت میں کوفہ اور بصرہ کا گورنر ہوں۔ افسوس اگر تم مجھ کو پہچانتیں تو ضرور میری اطاعت کرتیں اور میرا کہنا مانتیں۔ دیکھو تم ہزار ہا عمدتوں کی مالکہ اور مخدومہ بنکر رہو گی۔ اگر ابو تراب پر تبرا کہنا تمہیں ناگوار ہے تو اس کو بھی جانے دو میں مجبور نہیں کرتا اب اس وقت میں یہ چاہتا ہوں کہ تم صاف طور پر اپنا خیال ظاہر کر دو کہ آیا تم مجکو قبول کرتی ہو یا نہیں۔ دیکھو کس چین سے تمہاری زندگی بسر ہو گی۔ اس زندگی کی نہ معلوم کتنی حسین عورتوں کو تمنا ہو گی۔

سلمیٰ بالکل خاموش تھی۔

ابن زیاد:۔ "میں دیکھتا ہوں کہ تم بالکل خاموش ہو گیا یہ کل ہی کی طرح خاموشی ہے جو قصر خلافت میں تم نے اختیار کی تھی یا اس سے میں یہ مطلب سمجھوں کہ تم راہ راست پر آ گئیں؟ اور یہ سمجھنے کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ تم اپنا ہاتھ مجھے دیدو"

یہ کہہ کر ابن زیاد نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ سلمیٰ کو اس وقت اپنی بے بسی کا پورا احساس تھا تاہم کمزور زبان اُس کی طرف کو نہیں بدل سکتی تھی۔ اُس نے بآواز بلند نہایت تلخ لہجہ میں کہا۔

سلمیٰ:۔ "کیوں ابن زیاد تم میری بے بسی سے فائدہ اٹھا کر مجھ پر ظلم کرنا چاہتے ہو؟ تمہارا خیال ہے کہ ہم اس وقت تنہا ہیں اور ہمیں دیکھنے والی کوئی آنکھ نہیں؟ کیا تم کو معلوم نہیں کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے اور وہ تمھاری پامالی پر بھی اسی طرح قادر ہے جس طرح اُس نے ان عالیشان عمارت کے بانیوں کو خاک میں ملا دیا اور اُن کا نام ونشان دنیا سے مٹا دیا۔ ابن زیاد، خدا سے ڈرو اور میری بے بسی پر ترس کھاؤ"

ابن زیاد:۔ "میں نے سلمیٰ تمہارے ساتھ جس قدر نرمی اور کشادہ دلی کا برتاؤ کیا اُسکی انتہا ہو چکی۔ اب مجھ میں صبر کی تاب باقی نہیں ہے سمجھ لو کہ اس وقت تم زندگی اور موت کے درمیان کھڑی ہو۔ اگر تم اپنی ناواقفی و حماقت سے باز آؤ گی تو خوشگوار زندگی بسر کرو گی اور اگر اپنی بیجا ضد اور بے وقوفی پر قائم رہو گی تو ایک تلخ موت کا تم کو سامنا ہے تم اپنی حالت پر اچھی طرح غور کر لو اور ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت تمکو پسند ہو اُس کو اختیار کرو"

یہ کہکر ابن زیاد نے اپنا خنجر کھینچ لیا اور معلوم ہوا کہ گویا فضا میں ایک بجلی چمک گئی اس وقت سلمیٰ کی حالت نہایت خطرناک تھی۔ موت کی تصویر اُس کے پیش نظر تھی اور حسرت و یاس اس کے دل پر چھائی ہوئی تھی اس کا سر بے اختیارانہ آسمان کیطرف اٹھ گیا اور وہ بآواز بلند اس طرح مناجات کرنے لگی۔

سلمیٰ:۔ "پروردگار، اے مظلوموں اور بے بسوں کے مددگار، اس ظالم سے مجھے بچا۔ تو غیب سے اس پر کسی ایسے شخص کو مسلط کر جو اس کو میرے ستانے سے باز رکھے خدایا ایک جوان عورت پر رحم کر جو بالکل بے گناہ ہے اور جو اس کے سوا کوئی جرم نہیں

رکھتی کہ تیرے نبی کے اہلبیت سے محبت رکھتی ہے۔"

(۷۵)

"عابد" کا کتّا

سلمیٰ یہ باتیں عالم بے بسی میں کہہ رہی تھی اور اس کی دردناک آواز فضائے ہوا میں گونج رہی تھی اس حالت پر چند لمحے گذرے تھے کہ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور ایک سیاہ خوفناک کتّا سامنے آتا ہوا نظر آیا سلمیٰ اُسے دیکھتے ہی پہچان گئی کہ یہ شبہوب یعنی اُس سن رسیدہ عابد کا کتا ہے تاہم وہ اس کے یہاں موجود ہونے پر نہایت متعجب ہوئی۔ ابن زیاد بھی حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اُدھر کتا زور زور سے بھونک کر ابن زیاد پر جھپٹا۔ مگر اس نے فوراً خنجر سے حملہ کیا جس سے کتے کی نصف کمر کٹ گئی اور وہ انتہائی تکلیف میں بہت زور سے چیخکر باہر چلا گیا اس کے بعد ابن زیاد سلمیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔

ابن زیاد:"میرا خیال ہے کہ تم نے اس کتّے کو دیکھکر سمجھا ہوگا کہ خدا نے تمہاری مدد کی اور اسے تمہاری نجات کیلئے بھیجا ہے۔ مگر تم نے دیکھا کہ میں نے اسے قتل کر ڈالا۔ اب خوب سمجھ لو کہ اگر تم اپنی ضد پر قائم رہیں تو یہی حشر تمہارا ابھی ہونے والا ہے اور اسی طرح تمہیں بھی کتّے کی موت کرنا ہے۔"

سلمیٰ:" بہت بہتر ہے اپنا خنجر میرے سینہ میں چبھو دو اور مجھے اپنے ناپاک چہرہ کے دیکھنے سے نجات دو۔"

ابن زیاد:" یہی ہونے والا ہے لیکن میں تمھیں تھوڑی دیر کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تم اپنے معاملات کو پھر سوچ سمجھ لو۔"

اس کے بعد ابن زیاد نے اپنا عمامہ اتارا اور ایک ستون میں سلمیٰ کو مضبوط باندھکر کہا۔

ابن زیاد:" اگر اب بھی تم اپنی ضد پر قائم رہو گی تو میں واپس آکر اس خنجر کو تمہارے سینہ میں پیرا دونگا۔ اور اس ویرانے میں تمہارا استخواں و پوست زاغ و زغن کی خوراک بن جائیگا۔ اور اگر تم اپنی سرکشی سے باز آئیں تو بڑی عزت و احترام کے ساتھ اپنے

ہمراہ کوفہ میں لیجاؤں گا۔"

یہ کہہ کر ابن زیاد سلمیٰ کے پاس سے چلا گیا۔ اس وقت سلمیٰ کے دل پر جو کچھ گذر رہی تھی اُس کا اندازہ دشوار نہیں۔ اُس کو اچھی طرح نظر آرہا تھا کہ جب تک وہ اپنی جان کی قربانی نہیں کرے گی اُس کی عصمت کا بچنا دشوار ہے اپنی مصیبت کے ساتھ ہی اُسے شیبوب کے اس طرح زخمی ہونے پر نہایت افسوس تھا لیکن وہ حیران تھی کہ اسے تو میں نے دیر خالد میں چھوڑا تھا یہ اس جگہ کیونکر آگیا۔

(۶۶)

عابد اور سلمیٰ

سلمیٰ انہیں سمندروں میں غرق تھی کہ اُس کے کان میں شیبوب کے کراہنے کی آواز آئی اور اُس نے دیکھا کہ وہ گرتا پڑتا اُس کی طرف بڑھا ہوا چلا آرہا ہے غریب جانور کا منہ کھلا ہوا تھا زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور اس کے کراہنے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت انتہا کی کرب و تکلیف میں مبتلا ہے جب شیبوب قریب آیا تو سلمیٰ نے اُسے پکارا اور وہ اس کے پیروں کے پاس آکر گر پڑا سلمیٰ اسکی حالت پر افسوس کر رہی تھی کہ یکایک اُس نے سن رسیدہ عابد کو دیکھا جس نے ایک نوجوان آدمی کی پھرتی کی اور تیزی کے ساتھ اس کے پاس آکر عمامہ کے بند کھولے لیکن زبان سے ایک لفظ بھی نہیں کہا بلکہ اشارہ سے سلمیٰ کو بھی سمجھایا کہ خاموش رہے جب بند کھل چکے اور سلمیٰ قید بلا سے آزاد ہو چکی تو عابد نے خون آلود کتے کو اپنی گود میں اٹھالیا اور سلمیٰ کو اپنے پیچھے چلنے کا اشارہ کیا۔ سلمیٰ نہایت خاموشی کے ساتھ اُس کے ساتھ ہولی لیکن اس وقت دریائے تحیّر میں غرق تھی اور یہ جو کچھ ہو رہا تھا اُسے ایک معجزہ اور کرامات سمجھ رہی تھی سن رسیدہ عابد اُن خون کے قطرات پر جو زمین پر گر رہے تھے خاک ڈالتا جاتا تھا تاکہ کسی شخص کو اس کا سراغ لگانے میں سہولت نہو اس ویرانہ میں نصف گھنٹہ چلنے کے بعد یہ دونوں ایک حجرہ میں پہونچے جو بالکل تنگ و تاریک تھا یہاں پہونچکر عابد نے گریہ وزاری شروع کی اُس نے اپنے کتے کو سامنے رکھ لیا اور اُس کے اوصاف بیان کر کر کے رونے لگا سلمیٰ خاموشی کے ساتھ اس منظر کو

کو دیکھ رہی تھی اور اس کا دل بھی ان واقعات سے رنجیدہ تھا جب اس نے دیکھا کہ سن رسیدہ عابد کے آنسو ہی نہیں تھمتے تو اسکے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب یہ اپنے کتے کے لئے اس کی وفاداری اور محبت پر اس قدر رو رہا ہے تو میں اپنے وفادار عاشق کی یاد میں کیوں گریہ و زاری نہ کروں اس خیال کا دل میں آنا تھا کہ اس کی آنکھوں سے ایک دریا جاری ہو گیا۔

(۷۷)

کتے کے قتل پر اظہار غم

سن رسیدہ عابد رو رہا تھا اور اسکے آنسو داڑھی پر گر گر کر کتے کے خون آلود جسم پر ٹپک رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد اس نے سر اٹھا کر اور سلمیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا

عابد: سلمیٰ تم میری گریہ و زاری سے متعجب نہو، میں ضرور ایک بے زبان اور لایعقل حیوان پر رو رہا ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں اسے صدہا انسانوں سے بہتر سمجھتا ہوں کیا تم کو یاد نہیں کہ اس نے صرف تمہیں نجات دینے کے لئے اپنی جان قربان کر دی حالانکہ تم کو اس نے دیر غالد میں صرف ایک ہی دو دن دیکھا تھا، میرے پاس پڑا ہوا سو رہا تھا جب اس نے تمہاری آواز سنی تو شیر کی طرح غصہ میں بھر کر روانہ ہوا۔ اور زخمی ہو کر میرے پاس واپس آیا، اور اپنی حالت مجھے دکھا کر پھر تمہاری طرف جانے لگا میں اس کا مطلب سمجھ گیا کہ وہ مجھکو تم تک پہنچانا چاہتا ہے میں اس حجرہ سے نکل کر تمہاری طرف جا رہا تھا کہ میں نے اس ملعون انسان کو تمہارے پاس سے جاتے ہوئے دیکھا اسکے ہاتھ میں خون آلود خنجر تھا اور عمامہ اس کے سر نہ تھا۔ چنانچہ تمام باتیں میرے ذہن میں آگئیں اور میں نے تم کو اس بند غم سے نجات دی لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ سب اسی حیوان کی وفاداری و محبت کی بدولت تھا۔ اب غور کرو کہ کون سا آدمی دوسرے کی نجات دہی کے لئے اپنے آپ کو اس خطرہ میں پھنسائیگا۔

یہ تقریر سنکر سلمیٰ کا دل بھر آیا اور وہ انسان و حیوان کا باہم موازنہ کرنے لگی آخر کار چند لمحوں کی سنجیدہ خاموشی کے بعد اس نے کہا:۔

سلمیٰ:۔ ہاں خبابھائی' آپ صحیح فرماتے ہیں۔ اس کتے کی صحبت ایک انسان کی صحبت ایک انسان کی صحبت سے کہیں بہتر ہے اور اب یہ بات اچھی طرح میری سمجھ میں آگئی ہے کہ آپنے انسانوں کی صحبت چھوڑ کر اس جانور کی ہمراہی کو کیوں اختیار کیا۔"

اس کے بعد غریب حیوان کا جو دیر سے سسک رہا تھا دم نکل گیا اور سلمیٰ و عابد دونوں عالم فانی کے آخری مرقع کو دیکھکر سکتہ کے عالم میں رہ گئے۔ تھوڑی دیر میں کسی قدر سکون حاصل ہوا تو عابد نے سلمیٰ سے کہا کہ "اچھا اب آؤ اس یار وفادار کو دفن کر دیں۔ آہ ہم اس پر خوب رو چکے ہیں ابھی اور روئیں گے اور جب کبھی معتمدوں کا سامنا ہوگا اس کی یاد میں بے اختیار ہمارے آنسو نکلا کریں گے۔" اتنا کہکر عابد نے کتے کو دفن کر دیا سلمیٰ کو یہ امید تھی کہ وہ عابد سے کوئی نئی خبر سنیگی کیونکہ وہ دیر خالد میں اس کی کرامتوں کا معائنہ کر چکی تھی۔ جب عابد واپس آیا تو اس نے سوال کا ارادہ کیا لیکن اس کے دل پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ زبان نہ کھل سکی آخر عابد نے خود ہی گفتگو شروع کی۔

عابد: "سلمیٰ اس جگہ تمہارا آنا کیونکر ہوا؟ میں نے تو سنا تھا کہ تم کو ظالموں نے قتل کر ڈالا"

سلمیٰ عابد کی زبان سے یہ الفاظ سنکر سخت متعجب ہوئی کیونکہ اس کے قتل کی کارروائی نہایت مخفی طور پر انجام دی گئی تھی مگر اس نے جواب میں کہا۔

سلمیٰ: "ہاں جناب یہ صحیح ہے کہ مجھے قتل کیا گیا تھا لیکن ہلاک کرنے کے بعد انہوں نے مجھے پھر زندہ کر لیا کاش وہ مجھے مردہ ہی رکھتے تاکہ میں عبدالرحمن سے دوسرے عالم میں مل سکتی تھی۔"

اتنا کہہ کر سلمیٰ کی آواز بند ہو گئی کیونکہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا رواں ہو گیا تھا لیکن عابد اس کی گفتگو سے سمجھ گیا کہ وہ ابتک عبدالرحمن کو مردہ خیال کرتی ہے حالانکہ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ زندہ ہے لہذا اس نے کہا۔

عابد: "تو کیا عبدالرحمن کو انہوں نے قتل کر ڈالا"

سلمیٰ: "آپ مجھ سے اس کے قتل کے متعلق پوچھتے ہیں حالانکہ آپ کو مجھ سے زیادہ واقفیت ہے کیونکہ خدا نے آپ کو صاحب کرامت کیا ہے۔"

(۴۸)

انتقام کی آرزو

عابد نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور بالکل خاموشی اختیار کی مگر اس کو یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ سلمیٰ عبدالرحمن کو مردہ سمجھتی ہے پہلے تو اس کے دل میں خیال گذرا کہ سلمیٰ کو عبدالرحمن کا زندہ ہونا بتا دے مگر اس نے یہی مناسب سمجھا کہ خاموش رہے کیونکہ اس نے سلمیٰ کی آئندہ زندگی

کے لئے جو کچھ سوچ رکھا تھا اور وہ اس سے جو کام لینا چاہتا تھا اُس کے لحاظ سے بھی یہی مناسب تھا کہ سلمیٰ عبدالرحمٰن کے زندہ ہونے سے ناواقف رہے کچھ دیر کے بعد سلمیٰ نے اپنے آنسو پونچھ کر عابد سے کہا۔

سلمیٰ :۔ اور خدا جانے عامر پر کیا گزری اور نہ معلوم وہ عبدالرحمٰن کے قتل سے آگاہ ہے یا نہیں اور اب کہاں ہے ؟"

عابد:۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ عبدالرحمٰن کے قتل سے آگاہ ہے بلکہ وہ تمہارے ہلاک کئے جانے سے بھی واقف ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اب وہ کہاں ہے وہ مدینہ میں ہوگا یا کوفہ میں اور یہ بھی عجب نہیں کہ اس نے یاس وناامیدی کے عالم میں خودکشی کرلی ہو"

سلمیٰ یہ سُنکر اپنے گالوں پر طمانچہ لگانے لگی ۔

سلمیٰ :۔ افسوس ہزار افسوس ہے تم پر لے چچا آہ میں تمکو اس مایوسانہ خودکشی پر ملامت کروں"۔

اب عابد نے سلمیٰ کی گریہ وزاری دیکھکر ارادہ کیا کہ اس کا خیال کسی اور طرف منتقل کرے لہٰذا اس نے پوچھا کہ تمہارے ہلاک کئے جانے کے واقعات کیا ہیں اس سوال پر سلمیٰ نے اپنا تمام ماجرا عابد سے بیان کیا اور اس کے بعد کہا۔

سلمیٰ :۔ افسوس میں نے موت سے نجات پائی حالانکہ میں اس کی بہت آرزومند ہوں ہاں اس آرزو سے چندے باز آسکتی ہوں اگر مجھ سے مسلمانوں کی کوئی خدمت بن پڑے۔ اب یا تو آپ مجھے قتل کرکے اسی ویرانہ میں دفن کردیجئے یا انتقام کی راہ بتلایئے۔

عابد:۔ کیا انتقام کا ارادہ ہے ؟"

سلمیٰ :۔ کیونکر ارادہ نہو میں اگر زندگی چاہتی ہوں تو اسی لئے چاہتی ہوں ورنہ اپنے عاشق سے جاملنا پسند کرتی ہوں"۔

عابد:۔ اگر انتقام کی تمنا ہے تو یہ کوفہ میں ممکن ہے"۔

سلمیٰ :۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں وہ کہیں بھی ہو اور کسی طرح بھی ہو میں اُسی کے لئے زندہ ہوں اگر میں نے یزید ابن زیاد کو قتل کرلیا یا ان کو مقتول دیکھ لیا اور اس کے بعد مجھے موت آئی تو یہ موت نہوگی بلکہ میرے لئے زندگی ہوگی"۔

عابد:۔ اچھا سلمیٰ سنو! حضرت امام حسینؑ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا ہے تاکہ وہ ان کی طرف سے اہل کوفہ سے بیعت لیں چنانچہ اس وقت تک ۱۸ ہزار مسلمان

بیعت کر چکے ہیں۔ جب حضرت امام کوفہ پہنچ جائیں گے تو بیعت کا معاملہ پختہ ہو جائیگا اور لوگ ابن زیاد کو قتل کر ڈالیں گے اس کے بعد شام پر چڑھائی کر لیں گے اور یزید کو قتل کر دینگے۔"

ابھی عابد کی گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ سلمیٰ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور اس نے کہا

سلمیٰ:" خدا کرے ایسا ہو کاش میں اس طرح کا کوئی خواب ہی دیکھتی۔ کیا میں یزید کو قتل کروں یا ابن زیاد کو میری تمنا تو یہ ہے کہ میں دونوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں لیکن آپ مہربانی سے مجھے بتائیے کہ آپ نے جو کچھ مجھ سے فرمایا ہے اس پر آپ کو یقین ہے۔"

عابد:" میں نے تم سے ایسی صحیح بات کہی ہے جس میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے ابھی تم چند روز یہاں میرے ساتھ قیام کرو یہ لوگ کوفہ پہنچ لیں پھر ہم روانہ ہوں گے۔ اور جب میں کوفہ پہنچوں گا تو تم سے باتیں کرونگا۔"

اب ابن زیاد کا حال سنئے کہ جب وہ تھوڑی دیر کے بعد اس جگہ واپس آیا جہاں اس نے سلمیٰ کو باندھ رکھا تھا اور سلمیٰ کو نہ پاکر سخت متحیر و متفکر ہوا اس نے چپہ چپہ ڈھونڈھ ڈالا اور پتھر دل کو اٹھا اٹھا کر دیکھا لیکن کہیں کچھ سراغ نہیں ملا اس کے لئے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ اس جگہ زیادہ قیام نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اسے بہت جلد کوفہ پہنچنا تھا ورنہ لوگ یزید کے برخلاف سخت ہنگامہ برپا کر دیتے اس لئے اس نے عالم یاس میں اپنے کارواں کو کوچ کا حکم دیا اور سلمیٰ کو کھو کر نہایت اداس اور رنجیدہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔

ادھر ابن زیاد کے پہنچنے سے پہلے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تھی اور بنی امیہ کے طرفداروں کی حالت بہت متذبذب تھی ابن زیاد پہلے بصرہ میں اترا اور وہاں کے لوگوں کو مطیع کیا اسکے بعد کوفہ آیا لیکن یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ ایک بڑی تعداد حضرت امام حسینؓ کی طرفدار ہو چکی ہے اور آپکی تشریف آوری کی منتظر ہے تاکہ براہ راست آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے اور آپ کو اپنا باضابطہ خلیفہ تسلیم کریں مگر جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یزید نے ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا ہے ان کو اس امر کی بڑی خواہش ہوئی کہ کاش حضرت امامؑ اس کے آنے سے پہلے رونق افروز ہو جاتے ابن زیاد نے یہ چالاکی کی کہ کوفہ میں تنہا داخل ہوا اور چونکہ لوگ حضرت امام کی آمد کے منتظر تھے اس لئے اسپر حضرت امام ہونے کا دھوکا کھایا چنانچہ وہ جس طرف سے نکل جاتا تھا اور جس جماعت پر گذرتا تھا لوگ اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور خوش آمدید و مرحبا کے نعرے بلند کرتے تھے لیکن ابن زیاد کسی سے بات چیت نہیں کرتا تھا ابن زیاد کو

اس واقعہ سے بہت صدمہ گذرا کیونکہ وہ آسانی کے ساتھ حضرت امامؑ کی قدر و منزلت اور ہر دلعزیزی کا اندازہ کر سکا تھا آخر کار وہ دار الامارت میں پہونچا وہاں نعمان بن بشیر امیر سابق موجود تھا۔ اتفاق سے نعمان کو بھی دھوکا ہوا اور اسے حضرت امامؑ سمجھا لہٰذا اس نے فوراً دروازہ بند کر لیا اور کہا کہ آپ کو میرے پاس نہیں آنا چاہیئے تھا۔ میں اپنی امانت آپ کے سپرد نہیں کر سکتا اور نہ آپ سے جنگ کرنی چاہتا ہوں ابن زیاد نے قریب سے جا کر کہا دروازہ کھولدو ورنہ میں بجبر کھلوالونگا۔ یہ الفاظ سنکر نعمان نے ابن زیاد کی آواز پہچانی اور دروازہ کھول دیا ابن زیاد ممبر پر چڑھ گیا اور لوگوں کو مخاطب کر کے اس طرح تقریر کی " امیر المومنین نے مجھے آپکے شہر کا گورنر مقرر کیا ہے۔ مظلوموں کی دادرسی کی ہدایت کی ہے اور وہ تمام فرائض و آداب مجھے تعلیم کئے ہیں جو گورنر کیلئے ضروری ہیں۔ میں تمکو تمہاری اطاعت و وفاداری کی حالت میں اپنے برادرانہ حسن سلوک سے خوش کر دونگا۔ مگر اس کے ساتھ ہی تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی تو میرا کوڑا اور میری تلوار اس کے لئے موجود ہے اور اسے اپنی موت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اس کے بعد ابن زیاد اپنی فطری مکاریوں اور عیاریوں کے ساتھ اہل کوفہ کی تخویف اور ان کو یزید کی اطاعت کی طرف دوبارہ لانے کی کوشش شروع کر دی۔ قدرتاً اہل کوفہ نہایت متلون المزاج اور سریع الانقلاب واقع ہوئے ہیں اس لئے ابن زیاد جیسے چالاک شخص کو ان کی تالیف قلوب میں جس قدر کامیابی ہوتی کم تھی۔

(۷۹)

سلمیٰ کوفے میں

سلمیٰ اور عابد کا ماجرا سنیئے کہ وہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ابن زیاد کا کارواں روانہ ہو گیا ہے دوسرے راستے سے کوفہ کو روانہ ہوئے چونکہ یہ راستہ نہایت دشوار گذار تھا اس لئے ان کو سخت مشکلات و مصائب کا سامنا ہوا۔ جب وہ چند روز کے بعد کوفہ کے قریب پہونچے تو ایک ٹیلہ پر ٹھہر کر ایک دن آرام لیا لیکن سلمیٰ نیچے اترنے اور کوفہ میں جانے کے لئے بےچین تھی اس کا یہ اضطراب دیکھکر عابد نے کہا۔

عابد۔ سلمیٰ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ میں نہ شہروں میں ٹھہرونگا اور نہ عمارتوں میں

قیام کرونگا لہذا تم تنہا شہر کے اندر جاؤ۔"
سلمیٰ "(حیران رہکر) لیکن جناب عالی، میں تنہا وہاں جاکر کیا کرونگی اور کس کے پاس قیام کرونگی؟"
عابد (ایک مکان کی طرف اشارہ کرکے) دیکھو یہ گھر آبادی کے کنارہ واقع ہے اس گھر میں تم جاکر ٹھہرو۔ کہو تم کو نظر آرہا ہے نا؟"
سلمیٰ "جی ہاں۔"
عابد "یہ ایک کندی قوم کی عورت کا گھر ہے اس کا نام طوعہ ہے۔
یہ اشوث کی کنیز ہے مگر بعد میں آزاد ہوکر اس کے نکاح میں آگئی تھی اس کے بعد اس نے ایک دوسرے شخص سے نکاح کیا۔ دوسرے نکاح سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ اس کے بڑے بیٹے کا نام بلال ہے کیا تم اسے پہچانتی ہو؟"
سلمیٰ "ہاں میرا تو خیال ہے کہ میں اسے پہچانتی ہوں۔ جب میں کوفہ میں مقیم تھی تو میری اسکی ملاقات ہوئی تھی اور شاید وہ بھی مجھے پہچانتی ہوگی۔
عابد "بس بس، اب تم اس کے پاس چلی جاؤ اور وہیں قیام کرو میں بھی تمہارے پاس کسی وقت آؤنگا اور تمہاری خبر رکھونگا۔"
سلمیٰ "اور آپ کہاں ٹھہرینگے۔"
عابد۔ میں کوفہ کے پیچھے جنگل میں چلا جاؤں گا میں جہاں جاکر ٹھہرونگا وہ جگہ فرات کے قریب ہے اور اس کا نام کربلا ہے اگر تم کو میری ضرورت پیش آئے تو وہیں چلی آنا میں تم کو وہیں ملونگا۔"
سلمیٰ۔ "بہتر ہے مگر مجھے اپنی دعاؤں سے نہ بھلائیے گا میں کوفہ میں جاتو رہی ہوں لیکن میرا دل مضطرب ہے خدا کرے کہ حق کی فتح ہو اور ہماری بے چینیوں کو پروردگار اپنی مہربانی سے دور کرے۔"
عابد "اللہ کی ذات سے یہی امید ہے۔"
اس کے بعد عابد نے سلمیٰ کو رخصت کیا اس موقع پر بھی اس کے دل میں آیا کہ اسے عبدالرحمٰن کے حال سے مطلع کردے مگر پھر اس نے اس واقعہ کو کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر میں اس سے عبدالرحمٰن کا حال کہدونگا تو وہ کوفہ کے بجائے مکہ روانہ ہوجائیگی حالانکہ مکہ کی بہ نسبت کوفہ میں ٹھہرنا اس کے لئے زیادہ مناسب ہے اور

بعض جگہ اُس کے جذبۂ انتقام کے پورا ہونیکی کامل توقع ہے۔"

سلمٰی روانہ ہوئی اور تھوڑی دیر میں کوفہ کے اندر پہنچ گئی اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوفہ کی ایک نوجوان لڑکی ہے جو کسی ضرورت سے شہر کے باہر گئی تھی اور اب واپس آرہی ہے سلمٰی جب شہر میں داخل ہوئی تو اُس نے بعض لوگوں کو سنا کہ وہ ابن زیاد پر لعنت کر رہے تھے۔ سلمٰی یہ معلوم کر کے خوش ہوئی لیکن اُس نے زیادہ واقعات کی جستجو نہیں کی اور اپنے دل میں طے کیا کہ طوعہ کے پاس پہونچکر کل حالات دریافت کرلوں گی آخر کار وہ تھوڑی دیر کے بعد طوعہ کے مکان میں پہنچی اس نے دیکھا کہ ایک عورت دروازہ میں تنہا بیٹھی ہوئی ہے سلمٰی نے اُسے سلام کیا اور جب اُس نے پہچانا تو سلام کا جواب دیا اور عبدالرحمٰن وعامر کی خیریت پوچھی۔ سلمٰی نے اس کا مبہم جواب دیا اس کے بعد طوعہ سلمٰی کو مکان کے اندر لے گئی سلمٰی نے طوعہ کے اصرار پر کچھ کھانا کھایا اور آرام کے لئے لیٹ گئی کیونکہ نہایت تکان زدہ ہو رہی تھی لیکن اُس کا دل دریافت حال کے لئے بے چین تھا اس لئے اُس نے طوعہ سے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

سلمٰی:" یہ کوفہ میں کیا ہنگامہ برپا ہے"۔

طوعہ نے اشارہ کیا کہ آہستہ بولو اس کے بعد کہا:۔

طوعہ:" معلوم ہوتا ہے کہ تم کوفہ میں نہیں تھیں؟"

سلمٰی:" ہاں میں بصرہ میں تھی اور آج ہی دوپہر کو واپس آئی ہوں"۔

طوعہ:" مگر اہل بصرہ بھی ان واقعات سے باخبر ہیں کیونکہ وہ ہمارے شریک حال ہیں"!

سلمٰی:" میں نے صرف اس قدر سنا ہے کہ لوگ خلیفۂ جدید سے منحرف ہو رہے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں میں نے لوگوں کو سنا ہے کہ وہ ابن زیاد پر لعنت کر رہے تھے کیونکہ وہ بیعت نہ کرنے والوں سے جنگ کرنی چاہتا ہے لیکن اس کچھ بھی نہیں۔

(۸۰)

ہانیؓ بن عروہ کا مکان"

طوعہ:" سنو بہن، جب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو مختار بن ابی عبید کے گھر میں اُترے۔ اس زمانہ میں نعمان بن بشیر گورنر تھا تم کو معلوم ہو گا کہ ایک کمزور شخص ہے بہر کیف مسلم لوگوں

کو امام حسینؑ کی بیعت کے لئے دعوت دینے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی اس بات سے امویوں کو بڑا خوف پیدا ہوا اور اُن کو اندیشہ ہوا کہ شاید حکومت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے اور تم یقین کرو کہ اگر حضرت امام حسینؑ کوفہ میں آجاتے تو کوئی بھی ایسا نہ ہوتا جو اُن کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتا امویوں نے یہ حال دیکھا تو یزید کو دمشق میں ان سب حالات کی اطلاع دی اور اب اُس نے ابن زیاد کو گورنر بنا کر یہاں بھیجا ہے یہ ایک بڑا چالاک اور عیار آدمی ہے جیسا کہ اُس کا باپ تھا۔"

سلمیٰ:- "میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں یہی تو وہ کمبخت ہے جس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا۔"

طوعہ:- "خیر، تو جب ابن زیاد کوفہ پہنچا تو وہ تن تنہا شہر میں داخل ہوا اور لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ امام حسینؑ ہے اور وہ دارالامارت پہنچا اور وہاں پہونچکر لوگوں کے روبرو ممبر پر تقریر کی اور شیعیان حسینؓ سے جنگ کرنے پر سب کو آمادہ کیا۔ پھر عمائد شہر کو طلب کر کے خواہش ظاہر کی کہ جس قدر شیعی ہوں اُن کے نام قلمبند کر کے دیئے جائیں تاکہ اُن کے قتل اور پھانسی کا انتظام کیا جائے۔ مسلم بن عقیل کو جب یہ حال معلوم ہوا تو وہ مختار کے گھر سے نکلکر ہانی بن عروہ کے مکان میں چلے آئے یہ ایک صاحب وجاہت شخص تھا۔"

سلمیٰ:- (بات کاٹکر) "میں اُسے جانتی ہوں"

طوعہ:- "مگر جب مسلم اُس کے مکان پر آئے تو وہ اُن کو پناہ دینے سے بہت خائف تھا کیونکہ ابن زیاد کی تہدید و تخویف اُسے معلوم ہو چکی تھی حضرت مسلم نے کہا کہ تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم مجھے پناہ دو اور اپنا مہمان بناؤ۔ ہانی آپ کو واپس نہ کر سکا اور طوعاً وکرہاً آپ کو ٹھرایا اس کے بعد تمام شیعیان حسین ہانی کے مکان میں مجتمع ہونے لگے یہ خبر جب ابن زیاد کو بھی پہونچیں اور اُس نے ارادہ کیا کہ خود ہانی کے مکان میں پہونچکر ان واقعات کی ذاتی طور پر تحقیق کرے۔ اسی اثنار میں ہانی بیمار ہو گیا لہذا ابن زیاد نے اُسے کہلا بھیجا کہ میں تمہاری عیادت کو آنا چاہتا ہوں اس موقع پر اہل تشیع نے کہا بس بس اب کام بنگیا یہ ملعون جیسے ہی یہاں آئے کہ اُسے قتل کردو اور مسلمانوں کو اُس کے شر سے نجات دو۔"

یہ سُنکر سلمیٰ دیوانی سی ہو گئی کیونکہ اُس کو توقع تھی کہ لوگوں نے اس موقع کو نہایت مغتنم سمجھکر اُسے قتل کر ڈالا ہو گا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا اور اس چھوٹی سی غلطی کی

پاداش میں بڑے بڑے نقصانات اٹھانا پڑے۔

طوعہ: "جب ابن زیاد کے قتل پر لوگوں نے ہانی کو توجہ دلائی تو اس نے کہا کہ میں امیر کوفہ کو اپنے گھر میں قتل نہیں کرونگا۔ الغرض ابن زیاد آیا اور صحیح سلامت اُس کے گھر سے واپس نکل گیا۔"

سلمیٰ: "(بے اختیارانہ) ہائے ہائے کیسی بزدلی کی گئی!"

طوعہ: "خیر انہوں نے کمزوری ضرور دکھائی۔ مگر حکم خدا یوں ہی تھا۔"

اس کے بعد ابن زیاد نے ہانی کو بلا بھیجا لیکن اس نے بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی بیماری کا بہانہ کیا۔ مگر ابن زیاد نے ایک چلتے ہوئے مکار آدمی کو پھر اس کے پاس بھیجا جو اسے ابن زیاد کے پاس لے ہی آیا جب ہانی ابن زیاد کے سامنے کھڑا ہوا تو اس نے کہا۔

ابن زیاد: "کیوں ہانی یہ کیا ماجرا ہے کہ تم نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں ٹھہرایا اور ان کے لئے آدمی اور اسلحہ بہم پہونچائے افسوس تم خلافت یزید کے ایسے مخالف و دشمن ہو؟"

یہ سُن کر ہانی خاموش رہ گیا اُس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا جواب دے تاہم اس نے بڑے زور شور سے انکار کیا لیکن ابن زیاد نے کہا کہ مجھ سے یہ سب واقعات ایک عینی شاہد بیان کر چکا ہے اور یہ کہہ کر اس عینی شاہد کو ابن زیاد نے پیش کر دیا۔ اب ہانی کو یقین آگیا کہ اس کا راز فاش ہو چکا ہے اور اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے لہٰذا اُس نے اس طرح کہنا شروع کیا۔

ہانی: "خیر ہوا جو کچھ ہوا اب آپ میری بات سُنیں اور خدا کی قسم میں آپ سے کوئی غلط بات نہیں کہونگا۔ میں نے مسلم بن عقیل کو خود دعوت نہیں دی۔ اور مجھے اس کے سوا اُن کے متعلق کچھ معلوم نہیں کہ میں نے اُن کو اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا دیکھا اور جب میں باہر نکلا تو انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اُن کو اپنے مکان میں ٹھہرالوں۔ اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے مجھے سخت شرم محسوس ہوئی۔ بہر کیف میں نے انکو اپنے گھر میں ٹھہرایا اور اُن کی مہمانداری کرنے لگا۔ اس کے بعد آپ کو اُن کے قیام کی خبر پہونچی۔ واقعہ صرف اسی قدر ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کے اطمینان کے لئے ہر طرح کی ضمانت اور معاہدہ کے لئے تیار ہوں۔"

اس موقع پر ابن زیاد اسی پر رضامند نہیں ہوا کہ ہانی مسلم بن عقیل کو اپنے گھر سے رخصت کر دے بلکہ اُس نے زور دیا کہ اُن کو اپنے ساتھ میرے پاس لے آؤ۔ اس کے جواب میں ہانی نے کہا۔

ہانی: "نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے مہمان کو تمہارے پاس قتل ہونے کے لئے لے آؤں وہ میرے مہمان رہ چکے ہیں میں اُن کی سلامتی کا ذمہ دار ہوں۔ اور اُن کے حقوق مجھ پر قائم ہیں۔ ابھی میرے بازو میں طاقت ہے۔ میرے مددگاروں کی ایک کافی تعداد موجود ہے میں کسی طرح اپنے مہمانوں کو تمہارے

پاس نہیں لاسکتا۔ خدا کی قسم اگر میں تن تنہا ہوتا اور میرا کوئی مددگار نہ ہوتا تو بھی جب تک دم میں دم رہتا میں ایسا نہ کرتا۔"

سلمیٰ: "آفرین ہے اے ہانی ہزار آفرین۔ بے شک مہمان کا یہی حق ہوتا ہے۔"

طوعہ: "ابن زیاد نے جب یہ بات سنی تو کہا اچھا اور میرے قریب آؤ۔ جب ہانی قریب آیا تو سخت ترین الفاظ سے اسکو ڈرانے لگا۔ مگر جب ہانی نے کسی طرح ابن زیاد کی بات نہ مانی تو اس نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے ہانی کی زلفیں پکڑ لیں اور ابن زیاد اپنے ڈنڈے سے اسکو مارنے لگا۔ زیادہ تر اس کے رخساروں ناک اور پیشانی پر مارتا تھا۔ ہانی کی ناک پھوٹ گئی اور خون کا ایک دریا جاری ہوگیا۔ رخساروں اور پیشانی کا پوست اڑ اڑ کر ڈاڑھی پر آگرا۔ آخر کار لکڑی ٹوٹ گئی ہانی نے بھی اسکا جواب دینا چاہا مگر جیسے ہی اس نے اپنی تلوار پر ہاتھ ڈالا کہ لوگوں نے اسے پکڑ کر ایک حجرہ میں بند کر دیا۔"

سلمیٰ نے یہ سن کر اپنے منہ پر طمانچے مارے اور پھر کہا۔

سلمیٰ: "ہائے۔ اور ہانی کے خاندان والوں نے کچھ نہیں کہا۔"

طوعہ: "ہانی کے خاندان والوں کو یہ خبر پہونچی کہ ابن زیاد نے ہانی کو قتل کروا ڈالا لہذا ان سب نے آکر قصر امارت کو گھیر لیا ابن زیاد اس سے نہایت خائف ہوا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کیا تم نے ہانی کو قتل کروا ڈالا۔ مگر اس نے جواب دیا کہ نہیں ہانی زندہ موجود ہے۔ اور شریح نامی قاضی نے جسکا لوگوں پر بہت اثر تھا اپنے کلام کی شہادت دی۔ اس بات سے لوگوں کو اطمینان ہوگیا اور وہ واپس ہوگئے۔

سلمیٰ: "ہائے افسوس لوگوں کو کیسی غلط فہمی ہوئی۔"

طوعہ: "بہن خاموشی سے سنے جاؤ۔ خیر جب مسلم بن عقیل کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے آدمیوں کو طلب کیا چنانچہ آپ کے پاس ۱۲ ہزار آدمی جن میں مختلف قبائل کے لوگ تھے جمع ہوگئے ان سب لوگوں نے قصر کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت ابن زیاد کے پاس صرف تین آدمی تھے اور مسلمانوں کی فتح و نصرت میں ذرا بھی شبہ کی گنجائش باقی نہ تھی۔

یہ سن کر سلمیٰ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور اس نے کہا۔

سلمیٰ: "خدائے پاک و برتر اپنی قوم کی مدد کر۔"

یہ کہہ کر سلمیٰ باہر جانے لگی کیونکہ وہ جوش مسرت سے بالکل دیوانہ ہو رہی تھی لیکن طوعہ نے اسکو روکا اور کہا

طوعہ: "کہاں جاتی ہو؟"

سلمیٰ: "ہاں ہاں۔ مجھے جانے دو۔ میں ذرا جا کر دیکھوں کہ کیا ہو رہا ہے۔"

طوعہ: "ٹھہرو تم ابھی لڑکی ہو۔ تمہارا اس طرح ایسے ہنگامہ کی حالت میں باہر جانا قرین عقل نہیں ہے۔"

(۸۱)
حضرت مسلم کی مصیبت

جسوقت سلمیٰ باہر نکلنے کی کوشش کر رہی تہی دروازہ پر پیروں کی چاپ محسوس ہوئی طوعہ کا رنگ رخ یہ دیکھکر متغیر ہو گیا۔ اُس نے سلمیٰ کو چھپ رہنے کا اشارہ کیا اور خود دروازہ کی طرف بڑہی۔ اُس نے ایک آدمی کو دروازہ پر بیٹھا ہوا پایا۔ جس کے چہرہ سے مصیبت و پریشانی ٹپک رہی تہی۔ طوعہ نے پوچھا کہ تمہارا کیا مطلب ہے اُس نے جواب میں کہا مجھے پانی پلاؤ۔ طوعہ یہ سن کر گھر میں آئی اور پانی کا ایک پیالہ اجنبی کو دیا۔ جس کو پیکر وہ پھر بدستور بیٹھا رہا۔

طوعہ: "کہو بہائی۔ پانی تم نے پی لیا نا؟"

اجنبی: "ہاں پی لیا"

طوعہ: "اچھا تو پھر اپنا کام دیکھو"

اجنبی نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ طوعہ نے تین بار اُسے جانے کے لئے کہا لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آخر طوعہ نے پھر کہا۔

طوعہ: "میں تم کو اپنے دروازہ پر نہیں بیٹھنے دونگی۔"

اجنبی: "میں ایک مسافر ہوں۔ اس شہر میں نہ میرا گھر ہے نہ قبیلہ ہے تم خدا کے لئے مجھے بیٹھا رہنے دو۔ اللہ کو منظور ہے تو میں کل اس کا بدلہ دے سکونگا"

طوعہ: "اس سے کیا مطلب آپ کون ہیں؟"

اجنبی: "میں مسلم بن عقیل ہوں۔ افسوس ان لوگوں نے مجھکو دھوکا دیا"

سلمیٰ ایک طرف کھڑی ہوئی یہ باتیں سن رہی تہی اور اسکا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا جب اُس نے مسلم کا نام سنا تو سامنے آکر دیکھا اور فوراً پہچان گئی کیونکہ وہ اُن کو اس سے پہلے دیکھ چکی تہی۔ اس نے ارادہ کیا طوعہ کو اُن کے اندر بلانے کے لئے مجبور کرے لیکن طوعہ نے خود ہی اُن سے کہا کہ آپ اندر تشریف لے آئے۔ مسلم بن عقیل اسوقت ایک عبا پہنے ہوئے تھے اور ایک تلوار اس عبا کے اندر کمر سے آویزاں تہی جب حضرت مسلم اندر تشریف لائے تو طوعہ نے شام کا کہانا پیش کیا۔

اسوقت سلمیٰ نے نقاب چہرہ پر ڈال لیا تھا اُس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اُس نے حضرت مسلم کے پاس جاکر دریافت کیا۔

سلمیٰ: "حضرت آپ کی قوم پر کیا گذری؟"

مسلم: "بہن! مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ قوم کا نام نہ لو کیونکہ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں نہ کوئی قوم رکھتا ہوں اور نہ کوئی قبیلہ رکھتا ہوں"

طوعہ: "مگر میں نے آج صبح کو سنا ہے کہ آپ کے پاس ۱۲ ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے قصر امارت کو گھیر لیا آخر کار پھر کیا ایسا واقعہ پیش آیا کہ وہ لوگ آپ سے منحرف ہو گئے؟"

مسلم: "ہاں وہ مجھکو چھوڑ کر چلے گئے"

سلمیٰ: "کس طرح چھوڑ کر چلے گئے اور انہوں نے کیوں ایسا کیا جب کہ ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی"

مسلم: "جب حکم خدا وقوع میں آجائے تو پھر اس کے متعلق یہ سوال کہ ایسا کیوں ہوا بیکار ہے۔ کوفہ کے لوگ اعتماد کے قابل نہیں ہیں۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں نے ان پر اعتماد کیا۔ آج صبح ان کی یہ حالت تھی کہ ابن زیاد کو ابن مرجانہ کہہ کہہ کر گالیاں دیرہے تھے اور پھر تھوڑی دیر میں انکا رنگ بدل گیا اور وہ اسکے مطیع و منقاد ہوگئے اور وہ مجھکو چھوڑ کر چل دیئے۔ شام ہوتے ہوتے میرے پاس صرف تیس آدمی باقی رہ گئے تھے اور آخر کار میں بالکل یکہ و تنہا رہ گیا اور مسجد میں چلا گیا لیکن مسجد کے قیام سے مجھے خطرہ محسوس ہوا لیکن میں حیران تھا کہ کہاں جاؤں اور کس کے مکان میں پناہ لوں کیونکہ میں کسی سے واقف نہ تھا۔ بہر کیف میں ایک طرف کو نکل کھڑا ہوا اور آخر کار اس مکان کے دروازہ پر آ پہونچا۔ اب مجھے پروا نہیں خواہ مرجاؤں یا زندہ رہوں مگر ہاں مجھے اپنے چچا زاد بھائی حضرت امام حسینؑ کا خیال ہے کیونکہ میں نے اُن کو یہاں تشریف لانے کے لئے خط لکھ دیا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ ضرور آرہے ہوں گے ان کا خیال ہے کہ تمام اہل کوفہ اُن کے طرفدار ہیں اور اُن کے نام پر بیعت کر چکے ہیں افسوس اُن کو ان لوگوں کی کمزوریوں کی کیا خبر ہے جسکا میں شکار ہو چکا ہوں (آہستہ سے) خدا کی قسم عبداللہ بن مطیع نے ہم کو نصیحت کی کہ ہم کوفہ نہ جائیں اور جب حضرت امام حسینؑ مدینہ سے نکلے تو انہوں نے کہا "میں آپ پر قربان آپ کہاں جاتے ہیں؟" حضرت نے جواب دیا "اس وقت تو مکہ کا ارادہ ہے اور اس کے بعد جہاں خدا لے جائے" انہوں نے کہا "خدا آپ کا بھلا کرے جب آپ مکہ پہونچ جائیں تو یہ خیال رکھیئے گا کہ آپ کوفہ ہرگز نہ جائیں وہ ایک نہایت بُرا شہر ہے۔ وہاں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے آپکے بھائی کے ساتھ بے وفائی کی گئی حرم میں رہئے آپ سردار عرب ہیں اہل حجاز آپکی عدول حکمی نہ کرینگے اور ہر طرف سے لوگ آپ کی خدمت میں کھنچ آئیں گے۔ خدا کے لئے آپ حرم سے باہر کہیں نہ جائیں۔ اگر خدانخواستہ آپکے دشمنوں کو کچھ ہوا تو ہم لوگ پراگندہ و منتشر ہو جائیں گے افسوس ہم نے ان کی نصیحت کی پرواہ نہ کی اور جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوگیا"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نوجوان گھر میں داخل ہوا۔ سلمیٰ اُس سے ناواقف تھی لیکن طوعہ اُس

سے تپاک کے ساتھ پیش آئی یہ اسکا بیٹا بلال تھا۔ طوعہ نے ارادہ کیا کہ حضرت مسلم کا ماجرا اس سے مخفی رکھے لیکن بلال کے بار بار پوچھنے سے اُسکا سارا حال کہنا پڑا مگر اس کے ساتھ ہی بلال کو تاکید کر دی کہ وہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرے مگر وہ ایک بدباطن شخص تھا اور اس نے افشائے راز کا اسیوقت اپنے دل میں ارادہ کر لیا

بہرکیف یہ رات اسی طرح بسر ہوئی اور حضرت مسلم نے طوعہ کے گھر میں آرام کیا سلمیٰ کو نہایت تکلیف وہ یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح کوفہ سے مکہ کی طرف روانہ ہو جاؤں اور حضرت امام حسین کو ان تمام واقعات سے آگاہ کر کے مکہ کی طرف واپس جانے کی درخواست کروں۔

(۸۲)
مدافعانہ حملہ

جب صبح ہوئی اور طوعہ بیدار ہوئی تو اس نے بلال کو گھر میں نہ پایا۔ اُس کے دل میں خیال گذرا کہ شاید وہ اپنی نوکری پہ چلا گیا۔ جب حضرت مسلم بیدار ہوئے تو سلمیٰ نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ میں خود کوفہ سے روانہ ہوئی ہوں۔ اور حضرت امام کو ان تمام واقعات سے آگاہ کر کے واپس ہو جانے کی درخواست کرتی ہوں۔

حضرت مسلمؑ سلمیٰ کی اس حمیت اور شجاعت سے نہایت مسرور و متعجب ہوئے اور کہا۔

مسلم۔ خدا کی قسم اگر ہمارے مردوں میں تمہاری سی غیرت و حمیت کا دسواں حصہ بھی ہوتا تو میں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتا۔ خدا تم کو برکت دے۔ سلمیٰ اگر اس کی ضرورت پیش آئی تو ہم تم کو روانہ کرینگے لیکن مجھے اپنے یہاں ٹھہرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اس لئے میرا ارادہ ہے کہ میں خود چلا جاؤں"

یہ لوگ اسی طرح بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے تھے کہ یکایک گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی اور ساتھ ہی لوگوں کے ایک بڑے مجمع کا شور سنائی دیا حضرت مسلم یہ دیکھ کر سراسیمہ ہو گئے۔ سلمیٰ دروازہ پر دوڑی ہوئی گئی کہ اصل واقعہ معلوم کرے اُس نے دیکھا کہ یزید کے پیادے اور سوار جن کی تعداد ستر سے کم نہ ہوگی مکان کو گھیرے ہوئے ہیں سلمیٰ کو دیکھ کر ان میں سے ایک شخص نے باواز بلند کہا: "مسلم کہاں ہیں اُن سے کہو کہ فوراً ہمارے سامنے آئیں"

سلمیٰ: "تمہارا اُن سے کیا مطلب ہے؟"

سوار: "تجھے ان لڑکپن کی باتوں سے کیا حاصل؟ مسلم بن عقیل کہاں ہیں؟"

حضرت مسلم نے جب اپنا نام ایک سوار کو لیتے ہوئے سنا تو تلوار کھینچ لی اور بہادرانہ انداز میں باہر نکل کر کہا۔

مسلم: "کہو کیا کہتے ہو؟"

سوار: "ادھر آؤ امیر کی خدمت میں چلو"

مسلم: "تم اور تمہارا امیر برباد ہو"

یہ کہکر حضرت مسلم تلوار کھینچ کر لوگوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں گھر سے باہر نکالدیا۔ اور ایک شخص کو قتل بھی کرڈالا سلمی جو اب تک خاموشی کے ساتھ اس خونی منظر کو دیکھ رہی تھی فوراً مقتول کی طرف جھپٹی اور اسکی تلوار اٹھا کر حضرت مسلم کے دوش بدوش تیغ آزمائی کرنے لگی۔ حضرت مسلم سلمیٰ کی اس غیر معمولی بہادری سے سخت متحیر تھے اور بار بار فرماتے تھے کہ سلمیٰ تم گھر میں جا کر بیٹھو تم کو ان خطرات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے لیکن سلمیٰ نے ان باتوں پر توجہ نہ کی اور برابر شمشیر زنی کرتی رہی۔ یکایک اس نے حضرت مسلم کی چیخ میں یہ الفاظ سنے "خدا ان کو ہلاک کرے، انہوں نے مجھے ہلاک کرڈالا" سلمیٰ نے آپ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک تلوار آپ کے چہرہ پر لگی تھی جس سے اوپر کا لب کٹ گیا۔ لیکن آپ شہید نہیں ہوئے تھے۔ ایک لمحہ کے بعد حضرت مسلم نے اس شخص کا جس نے تلوار ماری تھی سر اڑا دیا اور پھر دوسرے شخص پر ٹوٹ پڑے اور سلمیٰ بھی آپ کے ہمراہ داد شجاعت دے رہی تھی اسی اثناء میں کچھ لوگ مکان کی چھت پر چڑھکر اوپر سے آپ پر پتھروں کا مینھ برسانے لگے جسکی وجہ سے آپ سخت زخمی ہوئے۔ قویٰ پر شدید اضمحلال طاری ہوا اور آپ مکان کی ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے یہ حالت دیکھ کر محمد بن اشعث جو ان حملہ آوروں کا سرگروہ تھا آپ کے پاس آیا اور جان کا اطمینان دلا کر آپکو ایک خچر پر سوار کر کے قصر امارت کی طرف لے گیا۔

(۸۴)
شہادت مسلم

یہ لوگ جب قصر کے دروازہ پر پہنچے تو حضرت مسلمؑ کو ٹھہرا دیا۔ حضرت مسلم نے دروازہ پر ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا رکھا ہوا دیکھکر کہا۔

مسلم: "مجھے اس گھڑے میں سے تھوڑا پانی پلاؤ"

ایک شخص: "دیکھتے ہو، یہ کیسا ٹھنڈا پانی ہے اگر تم کو اس میں سے ایک قطرہ بھی اسوقت تک نہ ملے گا جبتک تم جہنم کا آب گرم نہ پیو"

مسلم: "تم کون ہو؟"

شخص: "میں کون ہوں، سنو میں وہ ہوں کہ تم نے حق چھوڑ دیا مگر میں نے اختیار کیا، تم نے امام وامیر کی نافرمانی کی مگر میں نے اُن کی اطاعت کی میرا نام مسلم بن عمرو ہے"

مسلم: "خدا تجھ کو تباہ کرے۔ تو دوزخ کے گرم پانی کا مجھ سے زیادہ مستحق ہے"

اس کے بعد ایک شخص نے پانی کا ایک پیالہ بھر کر حضرت مسلم کو دیا آپنے چند گھونٹ پئے مگر پیالہ کو دیکھا تو وہ خون سے لبریز ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت مسلمؓ کو اندر لایا جائے۔ چنانچہ ہوا۔ آپ کو بالائی منزل پر لے گئے اور وہاں آپکو شہید کیا گیا۔ آپ کی شہادت کے بعد ہانی بن عروہ کو حجرہ میں سے نکالا گیا اور انہیں بھی شہید کیا گیا اور ابن زیاد نے اپنے قول و قرار کا ذرا بھی پاس نہیں کیا۔

اس عبرتناک و دردانگیز موقع پر یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہانی بن عروہ میں کمزوری نہ ہوتی، اور جسوقت ابن زیاد اس کی عیادت کو آیا تھا تو وہ اسے قتل کروا دیتا تو اسی دن معاملات کی صورت بدل جاتی اور خلافت بنی امیہ سے نکل کر بنو ہاشم میں آجاتی۔ لیکن مشیت ایزدی میں مجال گفتگو نہیں ہے۔

اب سلمیٰ کا حال سنئے کہ جب یزید کے آدمی حضرت مسلم کو لیکر واپس گئے تو طوعہ سلمیٰ کی طرف دوڑی کیونکہ اُس کے بالوں میں آگ لگ گئی تھی مگر سلمیٰ کو ہوش ہی نہ تھا کہ یزید کے آدمی جو آگ پھینک رہے تھے اُسکا ایک شعلہ اس کے بالوں میں آلگا تھا طوعہ نے عین وقت پر اُس کے بالوں کی آگ فرو کی اس اثنا میں سلمیٰ بیہوش ہوگئی تھی جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے دریافت کیا۔

سلمیٰ: "مسلم حضرت امامؑ کے چچازاد بھائی کہاں ہیں؟"

طوعہ: "انھیں لوگ قصر کی طرف لے گئے ہیں"۔

سلمیٰ: "دیکھیئے اب انکے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تو وہ انہیں شہید کردینگے۔ خدا ان سنگدلوں کو تباہ کرے"۔

طوعہ سلمیٰ کی دلجوئی کرنے لگی۔ ابھی شام نہ ہوئی تھی کہ سلمیٰ کو مسلم کی شہادت کا حال معلوم ہوا یہ سنکر اُس کی آنکھوں میں دنیا تیرہ و تار نظر آنے لگی اور اُس کی تمام توقعات باطل ہوگئیں۔ جب اس کے حواس کسی قدر بجا ہوئے تو اس نے عابد کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔

(۴۸)
عابد و سلمیٰ کی ملاقات

جب دوسری صبح ہوئی تو سلمیٰ طوعہ کے گھر سے نکل کر کربلا کی طرف روانہ ہوئی مگر اس نے آبادی کو چھوڑ کر شہر کے باہر چلنا شروع کیا کیونکہ وہ امویوں کو جوش مسرت و کامیابی کی حالت میں کسی طرح نہیں دیکھ سکتی تھی آخرکار وہ ایک ایسے میدان میں پہنچی جہاں نہ درخت تھے نہ سبزہ اور نہ پانی تھا اور وہ پہچان گئی کہ یہی کربلا ہے بہت فاصلہ پر اُسے ایک درخت نظر آیا۔ جب اُس کے پاس گئی تو دیکھا کہ عابد اس کے نیچے سو رہا ہے۔ ابھی سلمیٰ بالکل عابد کے قریب نہیں پہنچی تھی کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سلمیٰ نے جب عابد کو دیکھا تو اپنے آنسوؤں کو ضبط نہ کرسکی اور زار زار رونے لگی کیونکہ اُس کو حضرت مسلمؓ کی تمام مصیبتیں یکایک یاد آگئی تھیں یہ دیکھ کر عابد چلایا اور کہا۔

عابد: "تجھے روتا ہوا دیکھ کر میرے دل کو وہم گذرا ہے کہ شاید ان کمبختوں نے مسلم بن عقیل کیساتھ کوئی بدسلوکی کی ہے"۔

سلمیٰ :- (بڑی مشکل سے) ہاں جناب عالی۔ انہوں نے حضرت مسلم کو شہید کر دیا۔ ان کو شہید ہی نہیں کیا بلکہ انکا مثلہ بھی بنایا۔ افسوس وہ جو چاہتے تھے کر گزرے اور ہماری سب کوششیں خاک میں مل گئیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے بدبختی ہمارے حصہ ہی میں لکھدی ہے۔"

عابد :- افسوس حسین ؓ کے چچازاد بھائی کو قتل کر دیا۔ ان سنگدلوں نے ذرا بھی خدا کا خوف نہیں کیا۔ خدا تیری پناہ"

سلمیٰ :- ہاں جناب اُن کو طرح طرح کے عذاب دیکر ان سنگدلوں نے قتل کیا۔ میں تو سمجھتی تھی کہ فرشتے اُن کی جانب سے مدافعت کرتے ہیں کیونکہ وہ امر حق کی طرف سے مدافعت کر رہے تھے۔ کیا خدا کے نزدیک مددگاران حق کا یہی صلہ ہے؟"

عابد :- سلمیٰ کفر کی باتیں نہ کرو اور خدا کے احکام پر نکتہ چینی نہ کرو ہم اُس کی مشیت کے راز کیا جانیں، ہم کیا ہیں، ہمیں اُس نے مٹی سے بنا دیا ہے اُسے اختیار ہے جس طرح چاہے ہمارے ساتھ برتاؤ کرے ہم اُس کی حکمت کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اچھا اب مجھے بتاؤ کہ انہوں نے کس طرح حضرت مسلم کو شہید کیا؟"

سلمیٰ ایک پتھر پر بیٹھ گئی جو قریب ہی پڑا ہوا تھا اور تمام واقعات بیان کرنے لگی اور جب اسکی داستان قریب اختتام پہنچی تو زار زار رونے لگی اور کہا۔

سلمیٰ :- میں خدا کے احکام پر نکتہ چینی نہیں کرتی ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا حکمت مخفی ہے۔ حضرت امام حسین ؓ نے لوگوں کو دعوت دی اپنے چچازاد بھائی کو اس مقصد سے روانہ کیا افسوس کہ وہ شہید کر دیئے گئے اور رسول اللہ کے نواسہ کو ناکامی ہوئی۔ اور جو شخص اُن کی خدمت کیلئے کمربستہ ہوا اس پر ظلم کیا گیا۔ افسوس کیا انہوں نے عبدالرحمن کو جو میرے والد کے خون کا بدلہ لینے کیلئے آمادہ ہوا تھا قتل نہیں کیا"

عبدالرحمن کا نام آتے ہی سلمیٰ پھر بڑی حسرت کیساتھ روئی اور چند لمحہ کے بعد جب فرا جوش بکا میں کمی ہوئی تو کہنے لگی :

سلمیٰ :- خدایا تو اُن لوگوں کی کس طرح مدد کرتا ہے جو تیرے رسول ؐ کے نواسے سے جنگ کرتے ہیں اور اس کے مددگاروں کو جور و ستم کیساتھ قتل کرتے ہیں حالانکہ انکا امیر شراب پیتا ہے، رقص و سرود کو روا رکھتا ہے اور عورتوں کی پہلو نشینی کو پسند کرتا ہے۔ افسوس یہ تو ایک عجیب بات ہے"

عابد نے جب یہ سنا کہ سلمیٰ عبدالرحمن کی یاد میں بے چین ہے اور اُسے ابتک یہی معلوم ہے کہ عبدالرحمن مر گئے، لہذا سلمیٰ کی اس حالت پر عابد کو ترس آیا اور اُسنے ارادہ کیا کہ اصل واقعات سے وہ اسے آگاہ کرے چنانچہ اُسنے سلسلہ گفتگو کو اسطرح آغاز کیا۔

عابد :- اچھا اب تمہارا کیا ارادہ ہے"

سلمیٰ :- میرا جو کچھ ارادہ ہے وہ آپ پر روشن ہے۔ پھر آپ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں۔ اہلبیت رسول ؐ کیلئے میرے پاس جو کچھ تھا وہ سب صرف کر چکی اب صرف میری جان باقی ہے اور اسے بھی نثار کر دینا چاہتی ہوں میرا ارادہ ہے کہ میں حضرت امام سے اس سے پہلے کہ وہ کوفہ تک جا پہنچیں ملاقات کروں اور واقعات سے ان کو اطلاع دوں اور ان

سے عرض کروں کہ آپ آگے تشریف نہ لے جائیں۔ اور اگر اُن کی حمیت اُسکو گوارا نہ کرے تو میں اُن کی خدمت میں موجود رہوں اور اُن کی جانب سے جنگ کروں حتیٰ کہ ان کے قدموں میں میرا دم نکلجائے اور اس طرح میں اپنے والد اور اپنے محبوب عبدالرحمٰن سے جا ملوں یہ سب مجھکو بہشت میں ملیں گے۔

(۸۵)

"عبدالرحمٰن زندہ ہے"

یہ سنکر عابد ہنسا اور دیر تک ہنستا رہا سلمیٰ کو اس بات سے سخت حیرت ہوئی کیونکہ اُس نے جن واقعات سے عابد کو اطلاع دی تھی وہ نہایت دردناک تھے تاہم وہ خاموش بیٹھی رہی اور اس کے دل میں یہ خیال گزرا کہ عابد کو جنون ہو گیا ہے۔ مگر چونکہ وہ اُس کی کرامت کی معتقد تھی اس لئے اُس نے اس ہنسی کو مخفی راز پر محمول سمجھا۔ بہرکیف جب عابد ہنس چکا تو سلمیٰ نے اُس کے چہرہ پر پھر وہی انقباض اور رنج و اندوہ کے آثار دیکھے اب سلمیٰ کو نہایت اضطراب تھا۔ آخر اُس نے جرات کرکے عابد سے کہا۔

سلمیٰ: "جناب عالی کیا آپ مجھے ایک سوال کی اجازت دیتے ہیں؟"

عابد: "تم میری ہنسی کا سبب پوچھو گی جس چیز نے مجھے ہنسایا ہے وہ تم کو بھی ہنسا دیگی"

سلمیٰ: "مجھے کوئی چیز دنیا میں نہیں ہنسا سکتی دو ہی باتیں ہیں جن پر میں ہنس سکتی ہوں، یا موت، یا فتحیابی"

عابد: "اور اگر میں تمہیں ابھی ہنسا دوں"

سلمیٰ: "آپ جو چاہیں کہیں، اور جس بات پر چاہیں ہنسیں لیکن میرے ہونٹوں پر تو مسکراہٹ بھی نہ آئیگی۔ آہ۔ میں کیونکر ہنس سکتی ہوں جبکہ ان ظالموں نے میرے والد کو قتل کرکے مجھے یتیم کردیا اور میرے چچا زاد بھائی کو قتل کرکے میری تمام مسرتوں کو مجھ سے چھین لیا"

عابد: "اگر میں تمہیں ایک اچھی خبر سناؤں"

سلمیٰ: "ہاں کوئی غیب کی بات آپ کہیں گے تو میں اس پر یقین کرونگی۔ کیونکہ میں کرامات اولیاء کی قائل ہوں۔ لیکن صرف دو باتیں مجھ کو خوش کرسکتی ہیں یا میں اپنی آنکھ سے کوئی خوشی کی بات دیکھوں یا اپنے کانوں سے آئندہ کے متعلق کوئی یقینی خوشخبری سنوں لیکن جو واقعات ابتک پیش آچکے ہیں اُن کے بعد اب مجھے کسی اچھی خبر کی ذرا بھی امید باقی نہیں ہے"

عابد: "اور اگر میں تمہیں عبدالرحمٰن کے متعلق کچھ سناؤں"

سلمیٰ نے جب اپنے عاشق کا نام سنا تو اسکا دل زور سے دھڑکنے لگا اور ایک بار اسکا سارا بدن کانپ گیا پھر اُس نے کہا:

سلمیٰ: "جناب عالی، اس کی کیا خبر ہے... اس تذکرہ کو جانے دیجیئے۔"

عابد: "آخر تم نے اُس کے متعلق کیا سنا؟"

سلمیٰ: "کیا میں آپ کے سامنے اُس پر نوحہ گر نہیں ہو چکی ہوں۔ خدا کے لیئے آپ اس تذکرہ کو موقوف کیجیئے اور میرے زخموں کو از سر نو ہرا نہ کیجیئے۔ بہتر ہے کہ غم کے بجائے میرے دل میں انتقام کا جذبہ واشتعال پیدا ہوا اچھا اب مجھے حضرت امام کی طرف جانے دیجیئے تاکہ میں اُن سے اور اُن کے اہلبیت سے ملاقات کر کے اُن خطرات سے آگاہ کروں جنکا سامنا ہونے والا ہے۔"

عابد: بہتر ہے بہت بہتر ہے تم جاؤ۔ لیکن مجھے امید ہے کہ تم وہاں عبدالرحمن کو بھی دیکھو گی۔"

سلمیٰ: "عبدالرحمن کو دیکھوں گی؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ میں قید حیات میں ہوں۔ ہاں اگر خدا اس کو دنیا میں دوبارہ بھیجدے تو ایسا ہو سکتا ہے لیکن قیامت سے پہلے کسی کے دوبارہ اٹھائے جانے کا حال تو میں نے سنا نہیں ہے۔ جناب عالی، مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے ہنسی کر رہے ہیں یا آپ کو میری موت کے قریب ہو جانے کا حال معلوم ہو۔ کاش ایسا ہو۔"

جس کو محبت ہوتی ہے اسکا دل ذرا سا سہارا پاکر خیالات کو وسعت دے لیتا ہے۔ سلمیٰ عابد کی زبان سے یہ سن کر اپنے دل میں کہنے لگی کہ خدا کو سب قدرت ہے کیا عجب ہے کہ وہ عبدالرحمن کو دوبارہ زندہ کر دے۔ عابد فضول بات کیوں کہنے لگا۔ سلمیٰ کا دل اِن خیالات میں تھا لیکن اس کی عقل برابر اُن کی تردید کر رہی تھی اور ان کو محال بتا رہی تھی۔ عابد نے جب سلمیٰ کو اس قدر مضطرب دیکھا تو نہایت تیز نگاہیں اسکے چہرہ پر ڈالکر کہا۔

عابد: "سلمیٰ میں لغویات نہیں کہتا۔ عبدالرحمن ابتک صحیح سالم ہے۔ خدا نے اِن ملعونوں کی تلوار سے اسکو محفوظ رکھا۔"

سلمیٰ یہ سنکر دیوانہ وار کھڑی ہو گئی اسوقت معلوم ہوتا تھا کہ اُسکا دماغ بالکل بیکار ہو گیا اور وہ اپنا سر درخت کے تنہ پر دے ماریگی لیکن عابد نے اُسکو پکڑ کر بٹھا دیا۔ چند لمحوں کے بعد سلمیٰ نے کہا۔

سلمیٰ: "جناب عالی آپ کو خدا کا واسطہ، سچ سچ بتائیے کہ آپ سچ فرماتے ہیں یا میرے ساتھ ہنسی کرتے ہیں۔ اگر آپ اطمینان نہ دلائیں گے تو یقین فرمائیے کہ میں خودکشی کر لوں گی۔ کیا واقعی عبدالرحمن زندہ ہے؟ ہاں وہ زندہ ہے! بالکل میری طرح زندہ ہے؟"

اسوقت سلمیٰ کی عجیب حالت تھی۔ وہ ہنس رہی تھی لیکن ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری جاری تھے اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ ہنس رہی ہے یا رو رہی ہے۔

عابد: "ہاں سلمیٰ، الفضلہ عبدالرحمن زندہ ہے۔"

سلمیٰ: "براہ مہربانی ذرا تفصیل سے بتائیے۔ کیونکر زندہ ہے، میں تو اُس کے قتل کی خبر سن چکی ہوں، خدایا

میں عالم خواب میں ہوں یا عالم بیداری میں؟ کیا واقعی عبدالرحمن زندہ ہے۔ چلتا پھرتا ہے، بولتا چالتا ہے۔ میں اُس سے گفتگو کر سکوں گی؟ یہ کہتے کہتے سلمیٰ یکایک اٹھ کھڑی ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا دماغ مختل ہو گیا ہے پھر اُس نے عابد کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلا کر کہا۔

سلمیٰ: "خدا کے لئے سچ سچ فرمائیے میرے ساتھ ہنسی نہ کیجئے ورنہ میں خودکشی کر لوں گی کہئے کیا واقعی عبدالرحمن زندہ ہے؟ بالکل میری طرح زندہ ہے؟"

عابد: "سلمیٰ یہ دیوانگی چھوڑو۔ خدا کا شکر کرو۔ عبدالرحمن اور عامر دونوں زندہ ہیں اور دونوں حضرت امام علیہ السلام کی خدمت میں ہیں میرے خیال میں وہ اُن کے ہمراہ اسی طرف آرہے ہونگے۔"

سلمیٰ یہ سن کر حیران رہ گئی اُس کے دل کا اب کچھ اور عالم تھا اس کے چہرہ پر سرخی دوڑ گئی تھی جب اُس کے حواس بجا ہوئے تو وہ مسکرائی۔

عابد: "جلدی سے میں دیکھتا ہوں کہ تم ہنس رہی ہو حالانکہ ابھی تم نے کہا تھا کہ تم کسی طرح نہیں ہنس سکتی ہو۔"

سلمیٰ: "میں خواب میں بھی ایسی خبر سننے کی متوقع نہ تھی۔ عبدالرحمن زندہ ہو اور میں نہ ہنسوں دلچسپ تفکر، مگر کیا فائدہ وہ کہاں ہے۔ میں کہاں ہوں اب تو میں ایسی مایوس ہو گئی ہوں۔ کہ جب تک کوئی چیز واقع نہ ہو جائے اسوقت تک مجھکو اسکا یقین نہیں آتا۔"

عابد: "خدا کے فضل و کرم سے مایوس نہ ہو۔ حضرت امام علیہ السلام کا لشکر تم کو عبدالرحمن سے ملا دیگا۔ اتفاق سے وہ بھی تم کو مردہ سمجھ رہا ہے جس طرح تم اُسکو مردہ سمجھ رہی تھیں۔"

اس کے بعد عابد نے اول سے آخر تک کل واقعات بیان کئے جن کو سنکر سلمیٰ کا دل مطمئن ہوا۔

(۸۶)

ابن زبیر کا مشورہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ سے مکہ تشریف لے آئے تو آپ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم کو کوفہ روانہ کیا جس کے تفصیلی حالات ناظرین کو معلوم ہو چکے ہیں۔ حضرت مسلم کے بہت سے خطوط اس مضمون کے حضرت امام کو موصول ہوئے کہ کوفہ کا بیشتر حصہ آپ کی بیعت کیلئے آمادہ ہے یہ خطوط آنے کے بعد آپ نے کوفہ کا ارادہ کیا اور آپ کو امید تھی کہ آپ کے وہاں پہونچ جانے پر سب معاملات درست ہو جائیں گے۔ آپ نے جب اپنے احباب سے مشورہ کیا تو بعض نے آپ کو جانے سے روکا اور بعض نے ترغیب دی۔ جن لوگوں نے ترغیب دی جن لوگوں نے ترغیب دی اُن میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے ان کے ترغیب دینے کی وجہ یہ تھی کہ یہ خود بھی خلافت کے آرزومند تھے اور ان کے والد زبیر رضی اللہ عنہ بن عوام کو بھی مانع

خلافت حضرت علیؓ میں یہی آرزو تھی۔ اور واقعہ جمل میں اُن کے ساتھ جنگ بھی کر چکے تھے۔ لیکن اسی جنگ میں وہ مارے گئے۔ جب حضرت علیؓ شہید ہوئے اور خلافت معاویہ کے قبضہ میں آئی ابن زبیرؓ اُن کے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکے جب معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید کو خلافت ملی تو حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ مدینہ میں تھے اور ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان دونوں صاحبوں نے بیعت سے انکار کیا اور مکہ چلے آئے۔ مکہ آنے کے بعد ابن زبیرؓ نے محسوس کیا کہ حضرت امام حسینؓ کی موجودگی میں وہ اپنا اثر قائم نہیں رکھ سکتے کیونکہ لوگ اُن کو مجھ سے افضل سمجھتے ہیں لہٰذا انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو یہ ترغیب دینی شروع کی کہ آپ اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لئے تشریف لے جائیے۔ حضرت امام حسینؓ اپنے باپ کی طرح نہایت صاف دل، مخلص سلیم النیت اور دوسرے کی بات کو شائبہ مکر و دغا سے پاک سمجھنے والے تھے اس لئے ابن زبیرؓ کی اس ترغیب کو کسی ذاتی مقصد پر مبنی خیال نہ فرمایا۔

ابن زبیرؓ نے اپنا اصلی ارادہ تو حضرت امام حسینؓ پر ظاہر نہیں ہونے دیا لیکن اُن کی دلی تمنا یہی تھی کہ جناب امام مکہ سے چلے جائیں۔ اس موقع پر دونوں صاحبوں نے اس موضوع پر حسب ذیل گفتگو کی۔

ابن زبیر: "فرمائیے اب آپ کا کیا ارادہ ہے؟"

امام: "میرا تو جی چاہتا ہے کہ میں کوفہ چلا جاؤں۔ میں نے وہاں کے معززین کو خط لکھا ہے اب جو کچھ خدا کو منظور ہو۔"

ابن زبیر: خدا کی قسم اگر آپ کی طرح کوفہ میں میرے اتنے معتقد ہوتے تو میں کبھی کوفہ سے علیحدہ نہ ہوتا۔ لیکن اگر آپ یہاں رہ کر بھی کوئی کوشش کریں تو ہم میں سے کوئی شخص مخالفت نہ کریگا۔ بلکہ ہم خود بیعت کرینگے اور جہاں تک ہمارے امکان میں ہے امداد کرینگے اور دوسروں کو بیعت کے لئے آمادہ کرینگے اس کے بعد جب ابن زبیر چلے گئے تو حضرت امام نے فرمایا "اس شخص کو انتہائی تمنا یہ ہے کہ میں حجاز سے چلا جاؤں۔ میری موجودگی میں تو لوگ اُسکو افضل نہیں سمجھتے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ میں چلا جاؤں اور اس طرح اس کے لئے میدان خالی ہو جائے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امامؓ ابن زبیرؓ کے مخفی ارادوں سے ناواقف نہ تھے اور آپ کو خود بھی کوفہ جانے کا خیال تھا۔ جن لوگوں نے آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا اُن میں ایک عبداللہ بن عباس بھی تھے جنہوں نے کہا بھائی میں صبر کرتا ہوں لیکن مجھے صبر نہیں آتا آپ کوفہ نہ جائیں۔ میں اہلِ عراق سے بہت ڈرتا ہوں۔ ہاں اگر وہ اپنے امیر کو قتل کر دیں اور بنی اُمیہ کے مقبوضات کو چھین لیں اور ان دشمنوں کو فنا کر ڈالیں تو شوق سے تشریف لے جائیے۔ اگر وہ اس حالت میں آپ کو بلا رہے ہیں کہ ایک گورنر اُن پر حکمرانی کر رہا ہے اور اس کے کار پرداز ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں تو یقین فرمائیے کہ وہ آپ کو بیعت کے لئے نہیں بلکہ جنگ کے لئے بلا رہے ہیں۔ آپ اُن کو لکھئے کہ پہلے اپنے گورنر کو معزول کر لو پھر میں چلا آؤنگا۔ اگر آپ مکہ سے جاتے ہی کے شائق ہیں تو یمن کو تشریف

لے جائیے کیونکہ وہاں محفوظ گھاٹیاں ہیں قلعے ہیں اور وہ ایک وسیع سرزمین ہے۔ وہاں آپ کے والد کے ماننے والے کثرت سے ہیں اور وہاں رہ کر آپ لوگوں کی زد سے محفوظ رہیں گے۔"

امام: "بھائی۔ خدا کی قسم، میں جانتا ہوں کہ تم میرے دردمند اور دلسوز ناصح ہو لیکن میں تو اب کوفہ کا عزم کر چکا ہوں"

ابن عباس: "اچھا اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو اپنے بچوں اور عورتوں کو نہ لے جائیے کیونکہ مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ حضرت عثمانؓ کی طرح آپ شہید نہ کر دیئے جائیں۔ اور آپ کے عیال و اطفال اس دردناک منظر کو دیکھتے رہ جائیں۔ آپ نے یہاں سے تشریف لے جا کر گویا ابن زبیرؓ کو پوری قوت عطا کر دی۔ افسوس!"
یہ کہکر ابن عباس چلے گئے۔

(۸۷)
امام حسین کی کوفہ کو روانگی

الغرض حضرت امام مکہ سے روانہ ہو گئے۔ عورتیں بچے اور آپ کے چچازاد بھائی ہمراہ تھے اثناء راہ میں بعض لوگ ساتھ ہو لیتے تھے جب آپ مقام ثعلبیہ میں پہونچے تو آپ کو حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی اور وہ تمام واقعات معلوم ہوئے جو کوفہ میں پیش آئے تھے۔ خبر دینے والوں نے آپ کو آگے بڑھنے سے روکا لیکن حضرت مسلم کی شہادت پر اُن کے تمام بھائی برافروختہ ہو گئے اور انہوں نے بگڑ کر حضرت امام سے کہا "ہم تو اس وقت تک پیچھے نہ ہٹیں گے جب تک ہمارا بھی وہی انجام نہ ہو لے جو مسلمؓ کا ہوا ہے۔" اس کے جواب میں جناب امامؓ نے فرمایا "تم سچ کہتے ہو۔ ان لوگوں کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد زندگی میں کیا لطف رہا!"

چنانچہ یہ کارواں آگے بڑھا اور کوفہ کے قریب پہنچا۔ لوگ راستہ میں برابر ملتے رہے اور برابر آگے بڑھنے سے اندیشہ دلاتے رہے۔ کوفہ کے قریب پہنچکر جناب امامؓ نے فرمایا کہ "ہمارے شیعوں نے ہم کو دھوکا دیا لہذا اب جس کا جی چاہے وہ ہم سے جدا ہو جائے اور واپس چلا جائے ہمکو اس کی علیحدگی اور واپسی پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" یہ سن کر لوگ متفرق ہونے لگے چنانچہ آپ کے ساتھ صرف وہی لوگ رہ گئے جو آپ کے ساتھ مکہ سے آئے تھے ان میں عبدالرحمٰن و عامر بھی تھے یہ دونوں بھی اُن ہی لوگوں کے ہمزبان تھے۔ جو انتقام کی تحریک کر رہے تھے اور چونکہ عبدالرحمٰن کو سلمیٰ کی موت کا یقین تھا اسلئے زندگی اسکی نظر میں کوئی قیمت نہیں رکھتی تھی۔

اب سلمیٰ کا حال سنئے کہ وہ اس خیال سے کہ جناب امامؓ کو کوفہ میں پیش آنے والے واقعات سے مطلع کرے مکہ کی طرف روانہ ہوئی۔ پہلی رات تو اس نے اُسی درخت کے نیچے بسر کی جہاں عابد سے وہ ملی تھی اور دوسرے دن صبح کو عابد سے رخصت ہو کر آگے بڑھی وہ کچھ دور ہی چلی ہوگی کہ آگے سے کوفہ کی جانب سے ایک غبار اٹھتا ہوا نظر آیا اور اس کے بعد ایک فوج کی آمد کے آثار محسوس ہوئے۔ سلمیٰ نے خیال کیا کہ غالباً ابن زیاد کی

ایک فوج جناب امام کے مقابلہ کے لئے روانہ کی ہوگی۔ چنانچہ سلمٰی نے ایک شخص سے بہانہ کے ساتھ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کی سرکردگی میں کئی ہزار آدمیوں کی ایک فوج روانہ کی ہے جس نے قادسیہ پہنچکر اپنا نظام درست کیا اور پھر وہاں سے قطقطانہ ہوتا ہوا کوہ معلع کے دامن میں پہنچا۔ یہ حالت دیکھ کر سلمٰی کا دل دھڑکنے لگا اور اُسے جناب امام اور آپ کے ہمراہیوں کے متعلق بڑا اندیشہ پیدا ہوا۔ لیکن وہ تیز تیز بڑھی ہوئی چلی گئی۔ جب وہ کوہ ذوحسم کے پاس پہنچی تو کچھ بلندی پر اس امید میں چڑھ گئی کہ شاید یہاں سے وہ حضرت امامؑ کی فوج کا کچھ سراغ لگا سکے اور اپنے عاشق عبد الرحمٰن یا عامر کو دیکھ سکے۔ یکایک تیس سواروں اور چالیس پیدلوں کی آمد سے ایک غبار پیدا ہوا عورتیں اور بچے اِن کے علاوہ تھے۔ سلمٰی یہ دیکھکر جناب امام کے ہمراہیوں کی قلت تعداد پر سخت متعجب اور متاسف ہوئی۔ مگر ساتھ ہی اُس کے دل میں خیال گزرا کہ شاید یہ مقدمۃ الجیش ہو اور باقی فوج پیچھے آرہی ہو۔ آخر دل بیتاب اور چشم پُر آب کے ساتھ وہ نیچے اتری اور ایک کنارہ ٹھہر کر آنے والوں کو دیکھنے لگی۔ مگر نہ اُس نے اس مجمع میں عامر کو دیکھا اور نہ عبد الرحمٰن کو اس لحاظ سے اُسکا یہ خیال اور بھی قوی ہوا کہ شاید یہ پوری فوج نہیں ہے۔ جب دل کو چین نہ آیا تو اُس نے ایک شخص سے دریافت حال کیا لیکن اُسے یہی معلوم ہوا کہ یہی جناب امامؑ کے کل ہمراہی ہیں یہ سن کر سلمٰی کو سخت تشویش و قلق پیدا ہوا۔ کیونکہ وہ امویوں کی کثرت تعداد قادسیہ میں دیکھ چکی تھی۔ اس کے بعد اُس نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے دامن کوہ میں ایک بڑا خیمہ نصب کیا۔ اس کے بعد ایک سوار آیا جو لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھا۔ چہرہ سے جاہ وجلال اور حسن وجمال کے آثار نمایاں اور لوگ ہر طرف سے حلقہ کئے ہوئے تھے۔ سلمٰی نے قیافہ سے سمجھا کہ حضرت امام علیہ السلام ہیں اسوقت آپ کی عمر ۵۰ سال کے قریب تھی۔ حضرت امام خیمہ میں داخل ہوئے اسوقت آپ بالکل خاموش تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی خاص معاملہ کے متعلق غور وخوض فرمارہے ہیں۔ آپ نے اپنے ہمراہیوں کو اقامت کا حکم دیا۔ اب سلمٰی بھی خیمۂ امام کے پاس پہنچ گئی تھی لیکن اُس کو بڑی مایوسی ہوئی جب اُس نے عبد الرحمٰن وعامر دونوں میں سے ایک کو بھی جناب امام کے ہمراہیوں میں نہ دیکھا۔ اسی اثناء میں سلمٰی نے دیکھا کہ صحرا کی طرف سے ایک سوار آرہا ہے جو امیرانہ لباس پہنے ہوئے ہے۔ لوگوں نے اس سوار کو آگے بڑھنے کے لئے راستہ دیدیا اور وہ خیمہ کے پاس پہنچکر اترا اور جناب امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلمٰی اس شخص کو نہ پہچان سکی۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ لوگ اس آنیوالے کے متعلق آپسمیں گفتگو کر رہے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد اسے معلوم ہوا کہ یہ حر بن یزید تمیمی ہے جو ایک ہزار آدمیوں کی جماعت کے ساتھ اس غرض سے آیا ہے کہ جناب امامؑ کو کوفہ میں جانے سے روکدے۔ سلمٰی نے پہاڑی پر جاکر نظر کی تو دیکھا کہ ایک وسیع میدان سواروں سے بھرا ہوا ہے۔ المختصر حر نے جناب امام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔

حر: "آپ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟"
امام: "میں خود نہیں آیا بلکہ تم لوگوں کے خطوط مجھکو پہونچے جن میں مجھکو بلایا گیا تھا۔"
حر: "خدا گواہ ہے کہ ہم ان خطوط سے بالکل واقف نہیں۔"
امام: "کیا خوب، ایک کام کرکے پھر اُس سے انکار؟"
حر: "ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے ہیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب ہم آپکو پا جائیں تو پھر ساتھ نہ چھوڑیں اور کوفہ میں ابن زیاد کے پاس حاضر کردیں۔"
امام: "یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔"
یہ کہکر حضرت امام نے اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہوکر بآواز بلند فرمایا "بسم اللہ کھڑے ہو، سوار ہو اور واپس چلو۔"
حر: "وہ نہیں جا سکتے۔"
امام: "تیری ماں ہلاک ہو، تو کیا چاہتا ہے؟"
حر: "اگر کوئی اور عرب جو آپ کی حیثیت میں ہوتا اور مجھ سے اس طرح خطاب کرتا تو اُسکو جواب دیتا مگر افسوس کہ میں آپ کی والدہ کا نام احترام و ادب کے بغیر نہیں لے سکتا۔"
امام: "اچھا تو تم کیا چاہتے ہو؟"
حر: "میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو امیر ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔"
امام: "خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا۔"

یہ سن کر حر نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا۔

حر: "مجھے آپ سے جدال و قتال کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے مجھے صرف اس قدر حکم ملا ہے کہ میں آپکا ساتھ اسوقت تک نہ چھوڑوں جب تک آپ کوفہ میں داخل ہوں۔ اگر آپ کو اس سے انکار ہے تو آپ ایک ایسا راستہ اختیار کیجئے جو کوفہ کو نہ جاتا ہو اور نہ مدینہ جاتا ہو۔ اس اثنا میں میں ابن زیاد سے خط و کتابت کرکے آپکے معاملہ میں مشورہ کرونگا۔

(۸۸)
"حضرت زینبؑ اور سلمیٰ"

جناب امامؑ اس بات پر رضامند ہوئے اور لوگوں کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ سلمیٰ کو جب واقعات کی تفصیل معلوم ہوئی تو اُس کو نہایت رنج پہونچا اور مستقبل کا خیال آتے ہی وہ کانپ اٹھی۔ جب سلمیٰ کے دل کو کسی قدر سکون ہوا تو اُسے عبدالرحمن و عامر کا حال دریافت کرنے کی فکر ہوئی۔ چنانچہ اس مقصد سے وہ عورتوں کے

خیمہ میں داخل ہوئی۔ خیمہ میں داخل ہو کر اُس کی نگاہ حضرت زینب رضؓ پر پڑی ایک نظر میں اُس نے آپ کو پہچان لیا۔ حضرت زینب اسوقت ایک بچہ کو بہلا رہی تھیں۔ اس بچہ کی عمر برس سوا برس کی ہوگی۔ اس معصوم کو کیا خبر تھی کہ اُس کے بزرگوں پر کیا گزر رہی ہے۔ سلمیٰ نے قیاس سے دریافت کیا کہ یہ علی اصغر بن امام حسینؑ ہیں۔ حضرت امام کے تین صاحبزادے تھے اور ہر ایک کا نام نامی علی تھا۔ اور وجہ امتیاز صرف یہ تھی کہ بڑے صاحبزادے علی اکبر منجھلے علی اوسط (زین العابدین) اور چھوٹے علی اصغر کہے جاتے تھے۔

حضرت زینب رضؓ نے جب سلمیٰ کو دیکھا تو پہچان لیا اور آپ کو اُس کے یہاں موجود ہونے پر سخت تعجب ہوا لیکن چونکہ اس موقع پر آپ نے طرح طرح کے عجیب واقعات مشاہدہ کئے تھے اس لئے اب کسی بعید از قیاس بات سے بھی کچھ زیادہ حیرت نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے سلمیٰ کو دیکھ کر باوجود اندوہ اخلاقاً تبسم فرمایا۔ لیکن چونکہ دل ٹھکانے نہ تھا اس لئے تفصیلی حالات کا پوچھنا کسی دوسرے وقت پر اٹھا رکھا۔ سلمیٰ دلی عقیدت کے جوش میں اپنی خدمات کے لئے آمادگی ظاہر کرنے لگی۔ حضرت زینب رضؓ نے فرمایا۔ اس بچہ کو لے لو شاید تمہاری گود میں سو جائے جب حضرت زینب رضؓ کا ہاتھ خالی ہوا تو آپ ایک دوسرے بستر علالت کی طرف متوجہ ہوئیں۔ یہ حضرت علیؑ اوسط تھے۔ آپ کے رخسارے سرخ ہو رہے تھے۔ پیشانی کی رگیں تڑپ رہی تھیں آنکھیں سرخ تھیں اور آپ کو اسوقت شدید بخار تھا۔ آپ کے پاس آپ کی چھوٹی بہن حضرت سکینہ رضؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت سکینہ رضؓ کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔

سلمیٰ کھڑی ہوئی بچہ کے سلانے میں کوشاں تھیں لیکن اُس کی نگاہ حضرت زینب رضؓ کی طرف تھی اُسنے دیکھا کہ آپ عابد رضؓ بیمار کے بستر کے پاس پہنچیں۔ آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھکر دیکھا اور پھر حضرت سکینہ رضؓ سے فرمایا "پیاری گھبراؤ نہیں۔ اب بخار ٹوٹا ہی چاہتا ہے کیونکہ پسینہ آنا شروع ہو گیا ہے۔" حضرت سکینہ رضؓ نے کچھ جواب نہیں دیا لیکن آپ کی پر آب آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے پھر چند لمحوں کے بعد آپ نے فرمایا "یہی خطرے کیا کم تھے جن میں ہم گھرے ہوئے ہیں کہ ہمارا بھائی بیمار پڑ گیا۔ دیکھئے کیا ہونے والا ہے۔ صبر و شکر کے سوا کیا چارہ کار ہے۔" اتنا کہکر آپ بے اختیار رونے لگیں لیکن حضرت زینب رضؓ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا "نہیں نہیں مریض کے پاس بیٹھ کر اس طرح کی باتیں نہ کرو۔ شاید اس سے مرض میں زیادتی ہو جائے"۔ پھر حضرت سلمیٰ نے حضرت سکینہ رضؓ سے کہا "سکینہ اٹھو۔ روانگی کے لئے تیار ہو جاؤ، تمہارے باپ نے سوار ہونے کا حکم دیا ہے۔"

یہ سُن کر حضرت سکینہ اٹھیں اور یکایک آپ کی نگاہ سلمیٰ پر پڑی چونکہ آپ نہایت خوش مزاج اور منس مکھ تھیں اس لئے باوجود دلی صدمات کے سلمیٰ کو دیکھ کر آپ مسکرانے لگیں۔

(۸۹)

ہودج میں گفتگو

بچہ سلمیٰ کی گود میں سو رہا تھا۔ اور وہ اُسے کلیجہ سے یہ سوچ کر لگائے ہوئے تھی کہ یہ جناب امام کا صاحبزادہ ہے اور اس کی رگوں میں رسولِ مقبولؐ کا خون ہے۔ جب حضرت سوار ہونے لگیں تو آپ نے سلمیٰ سے کہا اچھا بچہ کو مجھے دیدو۔ لیکن سلمیٰ نے جواب دیا۔

سلمیٰ: "نہیں آپ اُسے میری گود میں رہنے دیجئے اسوقت آرام سے سو رہا ہے۔"

زینبؓ: "خدا تم کو برکت دے بیٹی، لیکن میں تو سوار ہو رہی ہوں۔ ہودج میں بیٹھکر اس کو کلیجہ سے لگاؤنگی۔"

سلمیٰ: "میں تو اُس کی خدمت میں رہوں گی خواہ وہ کہیں جائے آپ اسکو تو میرے پاس رہنے ہی دیجئے اور جو کچھ انتظام کرنا ہو اُس طرف توجہ فرمائیے۔"

یہ سُن کر حضرت زینبؓ عابد بیمار کی طرف گئیں اور دیگر مستورات اور کنیزوں کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ آخر کار حضرت زینب سوار ہوئیں اور سلمیٰ بھی بچہ کو لئے ہوئے اُسی ہودج میں بیٹھی۔ سلمیٰ کے دل میں بار بار خیال پیدا ہوتا تھا کہ عبدالرحمٰن کے متعلق دریافت حال کرے لیکن موقع کی نزاکت اور شرم مانع ہوتی تھی۔

جب سب سوار ہوئے تو یہ کاروان اس طرح روانہ ہوا کہ کوفہ داہنے ہاتھ چھوٹ جاتا تھا۔ حر اور اس کے آدمی بھی ساتھ ساتھ تھے تاکہ اگر یہ لوگ کوفہ کا ارادہ کریں تو روک دیں۔

حضرت زینبؓ بہت گھبرا رہی تھیں اور رہ رہ کر ہودج سے اپنے بھائی کو دیکھ لیتی تھیں۔ سلمیٰ نے محسوس کیا کہ اضطراب و قلق کی وجہ سے یہ حالت ہے لہٰذا اُس نے مناسب سمجھا کہ گفتگو کا سلسلہ چھیڑ کر آپ کو تسلی دے اور اگر موقع ملجائے تو عبدالرحمٰن کے متعلق بھی دریافت حال کرے۔ چنانچہ اُس نے کہا۔

سلمیٰ: "جناب عالی، آپ کیوں اس قدر بے چین ہیں؟"

زینبؓ: "تم مجھ سے میری بے چینی کا حال پوچھتی ہو حالانکہ دیکھ رہی ہو ہم لوگ جس مصیبت میں مبتلا ہیں کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم مقتل کی طرف جا رہے ہیں"

سلمیٰ: "آپ کیوں ایسا فرماتی ہیں۔ خدا آپ اپنے مدد کرنیوالوں کی مدد کرتا ہے اور اُن کا بول بالا کرتا ہے۔"

زینبؓ: "بیٹی تم سچ کہتی ہو لیکن اگر تم کو معلوم ہوتا کہ ہمارے لئے کن خطرات کا سامنا ہے اور ہماری تباہی و بربادی کے لئے کیسے کیسے سامان کئے گئے ہیں تو تم کو تعجب نہ ہوتا۔ بھائی کو ہر چند سب نے سمجھایا کہ آپ نہ جائیں مگر انہوں نے نہ مانا۔ افسوس ہم ایسی حالت میں جا رہے ہیں کہ بچے بھی ہمارے ساتھ ہیں، عورتیں بھی ہیں، مریض و کمزور بھی ہیں، شیرخوار بھی ہیں۔ مردوں میں ہمارے ساتھ صرف ہمارے بھائی ہیں اور وہ چھ ہیں یعنی عباس۔

جعفر، عبداللہ، عثمان، عبیداللہ، ابوبکر۔ میرے بھتیجوں میں ہیں علی اکبر کے سوا کوئی لڑنے کے قابل نہیں ہے علی اوسط بیمار پڑے ہیں۔ ہاں اور بھائی حسن کے صاحبزادوں میں دو ہیں اور دونوں کمسن ہیں یعنی ابوبکر اور قاسم چند میرے چچازاد بھائی ہیں یعنی حضرت عقیل کے صاحبزادے جن کے بھائی مسلم کو کوفہ میں شہید کر ڈالا گیا (تھوڑی دیر کے بعد) آہ کاش نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو کس طرح شہید کیا گیا۔"

سلمیٰ: "جناب عالی، حضرت مسلمؑ کی شہادت کے واقعات سے مجھ سے زیادہ کون واقف ہوگا۔"

زینب: "معلوم ہوتا ہے تم کوفہ کی رہنے والی ہو، اچھا تو کیا ابھی حال ہی میں کوفہ سے تمہارا آنا ہوا ہے۔"

سلمیٰ: "جی ہاں، میں کوفہ ہی میں تھی۔ میں نے اپنی آنکھ سے حضرت مسلمؓ کو شمشیر زنی کرتے ہوئے دیکھا ہے پھر لوگ آپ کو لے گئے۔ خون آپ کے لبوں سے بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد مجھکو معلوم ہوا کہ جب آپ کو ابن زیاد کے مکان پر لے گئے تو آپ کو ایسی بے رحمی کے ساتھ قتل کیا کہ اس سے پہلے ہم نے کبھی نہ سنا نہ دیکھا۔ آپ کو چھت پر لے گئے اور وہاں سر کاٹ کر دھڑ کو زمین پر پھینک دیا۔ یہ سنکر حضرت زینب بے اختیار چلا اٹھیں خدا ان کو غارت کرے یہ کیسے سنگدل ہیں۔ آہ ان مظالم کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔"

سلمیٰ: "آپ کو حضرت مسلم کی شہادت سے کس نے آگاہ کیا؟"

زینبؓ: "ہم کو تو اسکا حال کل معلوم ہوا، بات یہ ہوئی کہ بھائی نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو دریافت حال کے لئے روانہ کیا تھا۔ بھائی کے ہمراہیوں میں دو کندی ایسے غیور اور باحمیت ہیں کہ ان کی مثال مسلمانوں میں مشکل سے ملے گی۔ بھائی نے ان کے ایسے ایسے واقعات بیان کئے ہیں جن کو سنکر ہر مسلمان کا دل خوش ہوگا۔"

سلمیٰ نے جب کندیوں کا ذکر سنا تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور اسے خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ دونوں کندی عبدالرحمان و عامر ہوں تاہم اس نے ذرا صبر کر کے حضرت زینب سے پوچھا۔

سلمیٰ: "جناب عالی، یہ دونوں کون ہیں؟"

زینبؓ: "بیٹی، میں تو ان سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ لیکن میں نے بھائی سے سنا ہے کہ ایک حجر بن عدی کندی کا بھتیجا ہے۔ یہ حجر مشہور شخص ہیں اور ان کو معاویہ نے نامنصفانہ اور ظالمانہ طریقہ سے قتل کرا دیا تھا۔"

حضرت زینبؓ کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ سلمیٰ اچھل پڑی اور اچھلنے سے بچہ جو ابھی تک اسی کی گود میں تھا سہم گیا۔ سلمیٰ بچہ کو تھپکنے لگی لیکن اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور زار زار رو رہی تھی۔

(۹۰)
داستانِ مصیبت

زینب رضؓ سلمیٰ کی یہ حالت دیکھکر بہت متعجب ہوئیں اور گو سلمیٰ اور زینبؓ میں جان پہچان تھی. لیکن زینبؓ اس سے بالکل ناواقف تھیں کہ سلمیٰ کا عبدالرحمٰن کے ساتھ بھی کچھ واسطہ ہے"

زینب رضؓ :" (متعجب ہوکر) "لڑکی! یہ تیری کیا حالت ہوگئی؟

سلمیٰ :" (آنسوؤں کو ضبط کرکے) ہاں! کیا آپ نے اُس وفد کے بارے میں کچھ سنا؟

زینب رضؓ :" (ٹھنڈی سانس بھرکر) آہ! معلوم ہوا ہے کہ کمبخت ابن زیاد نے اُن کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جیسا بھائی مسلم کے ساتھ کیا تھا۔

سلمیٰ :" (چیخکر) کیا جناب اُن کو قتل کردیا! کیا سب کو قتل کردیا؟"

یہ کہکر سلمیٰ نے بچہ کو ایک طرف ہودہ ج میں لٹا دیا تاکہ اُس کی حرکت نیند میں خلل انداز نہ ہو اور وہ جاگ نہ اٹھے۔

زینب رضؓ :" (شبہ ہوکر) نہیں سب کو نہیں بلکہ کچھ لوگوں کو قتل کیا۔

سلمیٰ :" (منہ پیٹ کر) کیا عبدالرحمٰن...... آہ اسکو بھی قتل کردیا۔

حضرت زینب سلمیٰ کی گریہ وزاری سے اپنی مصیبت بھول گئیں۔ اور سلمیٰ کا ہاتھ پکڑکر کہنے لگیں۔

زینب رضؓ :" کون عبدالرحمٰن؟ کیا تم سے اُس سے کوئی رشتہ ہے؟

سلمیٰ :" وہ میرا چچازاد بھائی ہے. کیا اُسکو بھی قتل کردیا؟

زینب رضؓ :" (سلمیٰ کے چہرہ کو بغور دیکھکر) کیا تم حجر بن عدی کی بیٹی ہو؟

سلمیٰ :" جی ہاں جناب میں مظلوم حجر کی بیٹی ہوں جو رسول اللہ کے داماد اور محبوب کی امداد اور حق کی حمایت کے جرم میں شہید کیا گیا (چونک کر) ہاں بتائیے خدا کے لئے جلد بتائیے کہ کیا انہوں نے عبدالرحمٰن کو بھی قتل کردیا؟ آہ مجھے زیادہ الجھن میں نہ ڈالئے"

زینب رضؓ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوگئیں اُن کے تخیل نے باپ کی شہادت اور تمام مصائب وتکالیف کی تصویریں ایک ایک کرکے سامنے پیش کردیں۔ اُن کے دل کے زخم پھر ہرے ہوگئے، اس کے ساتھ ہی جب سلمیٰ کی گفتگو اور عبدالرحمٰن کے الفاظ کہ اس کی منگنی اس کی چچازاد بہن کے ساتھ ہوئی تھی جو حسرتناک طریقہ پر داغ مفارقت دی گئی" یاد آتے تھے تو حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا باقی نہیں رہتی۔

زینب رضؓ :" (حیرت کے ساتھ، کیا تم عبدالرحمٰن کی منگیتر ہو؟

سلمیٰ۔ (گردن جھکا کر) جی ہاں میں وہی مصیبت کی ماری بدبخت سلمیٰ ہوں جس کی تقدیر میں باپ اور بھائی کے مرنے کے بعد بھی زندہ رہنا اور مصائب کا تلخ گھونٹ پینا لکھا ہے، آہ اے خدا! کیا یہ مصیبتیں کبھی ختم نہ ہونگی اور میں ایڑیاں رگڑتی رہوں گی، لیکن.... ہاں کیا واقعہ عبدالرحمن جل بسا؟

زینبؓ (تسلی دیتے ہوئے) صبر کرو سلمیٰ! صبر کرو، بیٹی! صبر کرو، عجیب معمّی ہے عبدالرحمن نے ہم سے کہا تھا کہ اس کی منگیتر دمشق میں یزید کے محل میں گم ہوگئی اور وہ اپنی منگیتر، اپنے اور میرے والد (خدا ان کو غریق رحمت کرے) کا انتقام لینے کے لئے یہاں آیا ہے، بلکہ اسی خیال سے اس نے کوفہ کا قصد کیا یہ کیا بات ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم قتل کر دی گئیں حالانکہ تم زندہ ہو؟

سلمیٰ " جی ہاں انہوں نے مجھے مار کر جلایا جیسا کہ انہوں نے عبدالرحمن کو مارا اور خدا نے اُن کو جلایا کیونکہ جس وقت میں دمشق سے روانہ ہوئی اس وقت میرا خیال تھا کہ عبدالرحمن اس دنیا میں نہیں اور عبدالرحمن مجھے مردہ سمجھ رہا تھا لیکن کل مجھے اُس کی زندگی کی خبر ملی بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ آپ کے ساتھ ہے، اس خبر نے میرے بے حس اور مردہ جسم میں مسرت کی لہر دوڑا دی، اور میں اس امید سے آئی تھی کہ یہاں اس سے اور عامر سے مل سکوں گی، لیکن آہ جیسا آپ کہتی ہیں اگر یہ سچ ہے تو خدا جانے اب میرا کیا حال ہوگا آپ میری حالت پر رنج وافسوس نہ کیجئے بلکہ میرا ماتم کیجئے کہ میں بھی دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤں گی"

زینبؓ " (اس کے مرنے اور جینے کے راز کو نہ سمجھ کر) "خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک عبدالرحمن اور عامر کوفہ گئے ہیں لیکن اب تک مجھے اُن کی شہادت کی کوئی خبر نہیں ملی، حالانکہ اس کے ساتھیوں کی شہادت کا حال معلوم ہو چکا ہے خدا نے چاہا تو یہ دونوں زندہ ہونگے۔ ہاں یہ تو بتاؤ یزید کے یہاں عبدالرحمن اور تمہاری موت کیونکر واقع ہوئی؟"

اس کے جواب میں سلمیٰ نے اپنی سرگذشت بیان کرنی شروع کی حضرت زینبؓ سلمیٰ کے چہرہ کے اتار چڑھاؤ کو بغور دیکھ رہی تھیں، اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے مصائب کا خیال اُن کے دل سے بالکل جاتا رہا تھا۔

(۹۱)

حضرت امام حسینؓ کی نظر بندی

سلمیٰ کی سبق آموز سرگذشت سن کر حضرت زینبؓ بہت متاثر ہوئیں خصوصاً اُس کی غیرت اسلامی اور خاندانِ نبوت کے جوش حمایت نے اُن کے دل پر ایک گہرا اثر ڈالا۔

زینب رضؔ: تمہاری سرگذشت سے میں بہت متاثر ہوئی اور موت میرے نزدیک بالکل بے حقیقت ہوگئی، سچ ہے کہ جب حق کسی کے ساتھ ہے تو موت کا خوف کوئی چیز نہیں، ہماری حالت سے سبق حاصل کرنا چاہیئے (ہودج کا پردہ ہٹا کر) دیکھو یہ لوگ آلِ رسول کے بہترین افراد ہیں لیکن یہ گمراہی اور ذلت کی زندگی پر حق و عزت کی موت کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی لئے خوشی کے ساتھ موت کو منہ میں جارہے ہیں۔

سلمٰی: (اپنی مصیبت کو خاندانِ نبوت کی مصیبت کے سامنے ہیچ سمجھکر) جناب ہم لوگ جس خطرناک حالت میں ہیں، اس سے میں بے خبر نہیں ہوں، بلاشبہ نہ صرف میری اور عبدالرحمن کی جانیں بلکہ تمام مسلمان اگر اپنی جانیں آلِ رسولؐ کی حمایت میں نثار کردیں تو بھی بہت کم ہے، ہم اپنی موت کی بالکل پروا نہیں کرتے البتہ یہ خیال میرے دل کو تڑپا دیتا ہے کہ حق پر باطل کو فتح، اور شریفوں پر کمینوں کو غلبہ حاصل ہوجائیگا باقی خدا عالم الغیب ہے اور وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔"

دونوں میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ان کو کسی ناقہ سوار کے تیز آنے اور قریب پہونچکر یکایک رُک جانے کی آہٹ محسوس ہوئی ایک ذرا توقف کے بعد کسی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ سلمٰی نے ہودج کا پردہ ہٹا کر جھانکا تو اُس کی نظر ایک ناقہ سوار پر پڑی جو حرؔ اور اس کے سپاہیوں کے زمرہ میں حضرت امام حسینؑ اور آپ کے انصار کے مقابل کھڑا تھا، اسکا چہرہ غبار آلود ہو رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوفہ سے آرہا ہے، اتنے میں اُس نے اپنی کمان جھکائی اور پاپیادہ حُر کی طرف بڑھا، اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا جس کو اُس نے حُر کے حوالہ کیا۔

زینب رضؔ: (سلمٰی سے) نہ معلوم قاصد کیا پیام لایا ہے اور یہ خط کیسا ہے، یہ کہتی ہوئی زینبؓ و سلمٰی دونوں ہودج سے اُتر پڑیں اور تیز قدمی کے ساتھ حضرت امام حسینؑ کے قریب آکر ٹھہر گئیں۔ حُر نے ایک بار خط کا مطالعہ کیا اور پھر حضرت امام حسینؑ سے مخاطب ہوکر کہا۔

حر: یہ خط امیر ابن زیاد کا ہے۔ کیا میں آپ کو پڑھکر سنا سکتا ہوں۔

حضرت امام حسینؑ نے اجازت دی اور حر خط پڑھنے لگا جسکا مضمون یہ تھا۔

"معلوم کرو، کہ جیسے ہی میرا قاصد میرا خط پہنچائے ویسے ہی (حضرت امام) حسینؑ کو نظر بند کرلو، ان کے ٹھہرنے کے لئے ایسی زمین منتخب کرو جہاں سبزی اور پانی کا نام و نشان تک نہ ہو۔ دیکھو خبردار اس کے خلاف نہ ہونے پائے میں نے قاصد کو ہدایت کردی ہے کہ وہ تعمیل حکم تک تمہارے ساتھ رہے۔"

خط پڑھنے کے بعد حُر نے معذرت طلب نگاہوں سے حضرت امام حسینؑ کی طرف دیکھا۔

حر: (کربلا کی طرف اشارہ کرکے) جو اُس سے بالکل قریب تھا، مجھے بالکل اختیار نہیں کہ میں اس جگہ کو

سو آپکو کسی دوسری جگہ ٹھہرنے کی اجازت دوں!

حضرت امام حسینؑ نے درخواست کی کہ مجھکو کسی ایسی جگہہ قیام کرنے کی اجازت دیجائے جہاں پانی میسر آسکے۔ لیکن حر نے ایک نہ سنی اور سب کو کربلا کی طرف لیگیا جس کے پیچھے دریائے فرات موجیں مار رہا تھا، لیکن دشمن کا کیمپ دریائے فرات اور حضرت امام کے درمیان میں حائل تھا۔

سلمیٰ کا دل اس واقعہ سے اس قدر متاثر تھا کہ عبدالرحمن اور عامر کا خیال اس کے ذہن سے جاتا رہا وہ ہمیشہ حضرت امام حسینؑ اور ان کے وابستگان عقیدت کے انجام پر غور کرتی اور زینبؓ اور بچہ کی خدمت اپنا فرض خیال کرتی تھی، زینبؓ نے بچہ کو سلمیٰ کے سپرد کر دیا، اور خود علی اوسطؑ (جو ہنوز نو عمر تھے) کی تیمارداری میں مصروف ہوگئیں جنکا بخار پھر عود کر آیا تھا۔

صبح کو یہ سب لوگ کربلا پہونچے، سلمیٰ نے بہ وجہ سے منھ نکالا تو حد نظر تک دشمن کی فوج خیمہ زن نظر آئی سلمیٰ نے بار بار ادہر ادہر دیکھا کہ شاید عابد نظر آجائے جس سے عبدالرحمن کے حالات یا کوئی بات حضرت امام حسینؑ کے مفید مطلب معلوم ہوجائے۔ لیکن وہاں کوئی نظر نہ آیا۔

حضرت امام حسینؑ نے کربلا پہونچکر مردوں کے لئے آگے اور عورتوں کے لئے پیچھے خیمے نصب کئے جانے کا حکم دیا۔

حضرت زینبؓ سے اپنے بھائی (امام حسینؑ) کو تنہا چھوڑنا گوارا نہ ہوا وہ اپنے بھائی کے خیمہ کی طرف چلیں سلمیٰ جسکو زینبؓ سے کم صدمہ نہ تھا پیچھے پیچھے ہی تھی، خیمہ کے دروازہ پر پہونچکر حضرت امام حسینؑ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا لہذا تھوڑی دیر انتظار کیا بعد جب حضرت امامؑ نماز سے فارغ ہوئے تو کوفہ کی فوج سے ایک شخص آتا نظر آیا اس نے حضرت امام حسینؑ کے قریب آکر سلام کیا،

حضرت امام حسینؑ:- کون شخص؟،

اجنبی:- میں عمر بن سعدی سعد سپہ سالار لشکر کا پیغام لایا ہوں:

حضرت امام حسینؑ:- کیا پیغام ہے؟۔

پیغامبر:- ہمارے سپہ سالار نے دریافت کیا ہے کہ آپ کس لئے یہاں تشریف لائے اور کیا قصد ہے؟۔

حضرت امام حسینؑ:- اپنے سردار سے کہدو کہ تمہارے شہر والوں نے مجھے بلایا اس لئے میں آیا، اب اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں:

سلمیٰ کی آنکھوں سے حضرت امام حسینؑ کا جواب سن کر بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔

(۹۲)
"علی اصغرؓ سلمیٰ کی گود میں"

قاصد جب جواب لیکر واپس گیا تو حضرت امام حسینؑ اپنی بہن سے مخاطب ہوئے۔ حضرت امام حسینؑ "کیوں بہن کیا کام ہے؟"

زینبؓ: "آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کام ہے، اس سرزمین میں آپ کے بعد میرا کون ہے؟"

حضرت امام حسینؑ کی آنکھیں ان فقروں کو سن کر پُرآب ہو گئیں لیکن۔ آپ نے بہ تکلیف ضبط کیا۔ سلمیٰ کچھ شرم اور کچھ حضرت امام حسینؑ کی حالت سے مضطرب ہو کر زینبؓ کے خیمہ میں واپس آئی جہاں بچہ کو لیٹا ہوا چھوڑ آئی تھی۔ سلمیٰ جب خیمہ میں داخل ہوئی تو بچہ اس کی طرف رینگنے لگا۔ اس کے پاؤں کے گھنگرو بج رہے تھے۔ زلفیں گردن پر لٹک رہی تھیں کرتہ اوپر کی جانب پھٹا ہوا تھا، ایک قیمتی مالا گلے میں پڑا تھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ خوشی اور مسرت کے آثار چہرے سے ظاہر تھے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے کھیل رہا تھا۔ سلمیٰ بچہ کی حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگی۔

سلمیٰ: "(بچہ سے مخاطب ہو کر) بچہ! پیارے بچہ! تجھے کیا خبر کہ تیرا باپ کتنے بڑے خطرہ میں مبتلا ہے۔ میرے اچھے بھولے بھالے بچے تیرا دل پاک و صاف ہے، تو زندگی کے مصائب سے ناواقف ہے۔ تیرا دل انتقام اور کینہ سے بالکل ناآشنا ہے، تو دوست و دشمن میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی تجھکو زہر بھی لاکر دیدے تو شربت کی طرح نوشجان کر جائیگا۔ اگر کوئی تجھے ذرا پیار کرے تو تو اس کی گود میں کھیلنے لگا معصوم بچہ تو خوش رہ اور دنیا میں اہلبیت کی یادگار باقی رکھ۔"

سلمیٰ نے بچہ کو گود میں اٹھا لیا۔ بچہ کھیلنے لگا کبھی اپنی ننھی ننھی انگلیوں سے اس کے بال نوچتا تھا اور کبھی نقاب کھینچتا تھا۔ سلمیٰ ہنستی جاتی تھی لیکن آنے والے مصائب کے خیال سے اس کا دل بیٹھا جاتا تھا۔ سلمیٰ نے اس کو لیٹانے کا ارادہ کیا دفعتہً بچہ نے باپ کو پکار کر رونا شروع کیا۔ سلمیٰ نے بہلانے کی بہت کوشش کی بار بار سمجھاتی تھی کہ ابا جلد آتے ہیں، لیکن بچہ مچل گیا تھا۔ اس نے زار زار رونا شروع کیا، سلمیٰ کا دل تڑپ گیا اور وہ اسکو حضرت امام حسینؑ کے خیمہ میں لے گئی جو تنہا خیمہ کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ حضرت امام حسینؑ نے بچہ کو دیکھ کر بےصبر مسکرائے بچہ کو گود میں لے لیا حضرت امام حسینؑ اس کی پیشانی کو بوسہ دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے لیکن بچہ قہقہے لگا رہا تھا سلمیٰ اس منظر کو دیکھ رہی تھی اور ضبط کر رہی تھی۔ حضرت امام حسینؑ سلمیٰ سے بالکل ناواقف تھے وہ اسکو کسی بی بی کی خادمہ سمجھتے تھے، بچہ گود میں کھیل رہا تھا اور وہ کبھی اسکو دعائیں دیتے اور کبھی پیار کرنے لگتے آخر بہت

آنسو جاری تھے، ہچکیاں بندھ گئی تھیں، لیکن بچہ ہنس رہا تھا اور کبھی باپ کی ڈاڑھی پکڑتا کبھی منھ پر طمانچہ مارتا اور کبھی گردن جھٹکاتا۔ یہ ایک ایسا نظارہ تھا کہ پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا، حضرت امام حسینؑ کو تاب نہ تھی اس لئے سلمٰی کو اشارہ کیا اور وہ زبردستی بچہ کو اٹھالے گئی۔

(۹۳)

عابد اور امام حسینؑ کی ملاقات

سلمٰی اپنے خیمہ میں واپس آرہی تھی کہ دفعتہً اس کی نظر ایک متحرک سایہ پر پڑی جو تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پہلے تو کچھ دیر غور کرتی رہی لیکن بالآخر معلوم ہو گیا کہ یہ عابد تھا جو کوفہ سے جلد جلد قدم اٹھائے آرہا تھا وہ جلد خیمہ میں گئی اور بچہ کو حضرت زینبؑ کے سپرد کر کے الٹے پاؤں واپس آئی عابد قنات کے قریب منتظر تھا۔ سلمٰی امید وبیم کی حالت میں جب قریب آئی تو دیکھا کہ عابد نے اپنے سر کے بال اپنے چہرہ پر بکھیر دیئے ہیں، اس نے اشارہ سے حضرت امام حسینؑ کے قیامگاہ کا پتہ دریافت کیا، انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اہم خیال اس کے دل میں ہے جس کے متعلق گفتگو کرنا چاہتا ہے سلمٰی اس کو لے کر حضرت امام حسینؑ کے خیمہ تک گئی۔ حضرت امام حسینؑ اسکو دیکھکر پہلے تو متعجب ہوئے لیکن اس کے بعد انہوں نے نہایت تپاک کے ساتھ اسکا خیر مقدم کیا۔

عابد: جناب! آپ کی بہتری اسی میں ہے کہ آپ فوراً مدینہ واپس جائیے، کیونکہ یہاں لوگ آپ کو نقصان پہونچانا چاہتے ہیں اس لئے بہتر ہے کہ آپ واپس جائیں۔

امام حسینؑ: خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس غربت میں آپ کو مجھ پر مہربان کیا، آپ جو کچھ جانتے ہیں صاف صاف بیان کیجئے۔

عابد: "ذرو کرا جناب آپ اس لشکر کو ملاحظہ فرمائیے جس تعداد چار ہزار ہے اور عمر بن سعد کی سپہ سالاری میں آپ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اسکا مقابلہ آپ کے چند مجاہد کیونکر کرسکتے ہیں"

عابد کے اضطراب سے حضرت امام حسینؑ بہت متاثر ہوئے لیکن صبر وسکون کے ساتھ پوچھا

امام حسینؑ: "میرا بھی یہی خیال ہے، لیکن واپس جانا کیونکر ممکن ہے؟

عابد: "آپ عمر بن سعد سے واپس جانے کی درخواست کیجئے اگر اس نے منظور کر لیا تو خیر ورنہ....."

اب عابد میں تاب ضبط نہ رہی اس نے چلا چلا کر رونا شروع کیا، سلمٰی بھی جس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے رونے لگی۔ لیکن حضرت امام حسینؑ کے چہرہ پر استقلال کے آثار نمایاں ہوئے اور

نہایت ضبط وتحمل کے ساتھ فرمایا:

حضرت امام حسینؑ: مجھے اپنا انجام معلوم ہے آج رات کو میں نے اپنے نانا رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھے اپنے پاس بلا رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ نانا کے ساتھ رہنا اس دنیائے ناپائیدار کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔

عابد: (آنسو پونچھکر) بلاشبہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ کو آخرت کی بہت زیادہ رغبت ہے، ابن زیاد نے آپکی درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر یہ کمبخت، مفسد نہ ہوتا تو ابن زیاد ضرور جواب دیدیتا۔

امام حسینؑ: کون؟"

عابد: جب آپکا خط ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا تو اُس نے تعظیم کے ساتھ اسکو بوسہ دیا لیکن ایک فتنہ پرداز وہاں موجود تھا جسکا نام شمر بن ذی الجوشن ہے وہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا "کیا آپ ایک ایسے شخص کے خط کو بوسہ دیتے ہیں جو آپ ہی کے ملک میں آپ سے مقابلہ کے لئے آتا ہے۔ واللہ! اگر وہ یوں ہی صحیح وسالم آپ کے ملک سے نکل گیا، اور آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو لوگ اس کو زبردست وقوی اور آپ کو زیردست وضعیف تصور کرینگے، ایسے شخص کے ساتھ رعایت کرنا سخت کمزوری کی دلیل ہے اسکو اور اُس کے دوستوں کو آپ کے تعمیل حکم پر مجبور ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ معاف کردیں تو یہ آپ کی مہربانی۔ ابن زیاد نے شمر کی رائے پسند کی اور اُسی وقت ایک خط عمر بن سعد کو شمر کی معرفت حسب ذیل مضمون کا لکھا گیا ہے۔

از جانب ابن زیاد بنام عمر بن سعد

"معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے تم کو (امام) حسینؑ کے مقابلہ میں اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم اُن سے چشم پوشی کرو، یا بے جا طوالت سے ان کے بقاء اور سلامتی کا موقع بہم پہونچاؤ۔ یا مجھ سے اُن کی سفارش کرو، دیکھو، اگر حسینؑ اور اُن کے دوستوں نے میرے احکام تسلیم کرلئے تو سب کو میرے پاس بحفاظت روانہ کرو، اور اگر انکار کیا، تو اُن پر حملہ کردو، اور اُن میں سے ایک فرد بشر بھی زندہ نہ بچے۔ کیونکہ یہ لوگ اسی قابل ہیں اگر (امام) حسینؑ قتل ہوگئے تو تم اُن کی نعش کو خوب گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندو۔۔۔

دیکھو! اگر تم نے میرے احکام کی تعمیل کی تو تم کو معقول انعام دیا جائیگا، ورنہ تم اپنے کو معزول سمجھو، اور فوج کی سپہ سالاری شمر بن ذی الجوشن کے سپرد کردو جس کو ہم نے حکم دیدیا ہے والسلام"

ابن زیاد نے اس مضمون کا خط شمر کے حوالہ کیا اور اُس نے زبانی بھی کہہ دیا کہ "اگر عمر بن سعد میرے احکام کی تعمیل کرے تو تم ایک ماتحت کی حیثیت سے اُس کی اطاعت کرو ورنہ تم لشکر کی کمان

اپنے ہاتھ میں لے لو اور اس کا سر میرے پاس بھیجدو۔"

جب شمر نے اس مضمون کا خط عمر بن سعد کو دیا تو عمر نے نہایت برہم ہو کر اس سے کہا: "مجھے یقین ہے کہ ابن زیاد کو تمہاری شرارتوں نے منظوری درخواست سے باز رکھا، تمہاری فتنہ پردازی کے بدولت مصالحت کی تمام تدبیریں خاک میں مل گئیں" شمر نے عمر بن سعد کے ان الفاظ کو بے پروائی کے ساتھ سنا مگر اس سے عمر کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ یہ شخص اس کو قتل نہ کر دے اس کے بعد دونوں نے باہم مشورہ کئے اور پیادوں کی کمان شمر کے سپرد کر دی گئی چنانچہ میرا خیال ہے کہ وہ کل تک یہاں آ پہونچے گا۔"

(۹۴)
عالم غم

عابد نے یہ کلمات ختم کئے تھے کہ سلمیٰ خوب پھوٹ کر روئی اور شمر بن ذی الجوشن کا نام سنکر اس کے دل کو اور بھی صدمہ پہونچا کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ جب عامر عبدالرحمن کو چھڑانے کے لئے گیا تھا تو اس نے قید خانہ میں اس ملعون کا کام تمام کر دیا تھا۔ حضرت امام نے عابد کی گفتگو سن کر صبر و شکر کیا اور فرمایا "ہم صبر کرتے ہیں اور خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

اس کے بعد عابد حضرت امامؑ کے روبرو سے ہٹ گیا۔ سلمیٰ بھی اس کے پیچھے روانہ ہوئی کہ موقع ملے تو عبدالرحمن کے متعلق کچھ حال معلوم کرے۔ لیکن عابد پر اسوقت کچھ اور کیفیت طاری تھی اس نے سلمیٰ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی اور صحرا میں غائب ہو گیا۔ سلمیٰ حیران رہ گئی اور اسے عابد کی اس حرکت پر سخت تعجب ہوا۔ کئی بار اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں عابد کے ساتھ ہو لوں کیونکہ اس طرح میری جان قتل کے خطرہ سے بچ جائے گی۔ لیکن اس کے ضمیر نے کہا "کیا میں ان لوگوں سے بہتر ہوں۔ اگر خدانخواستہ یہ لوگ قتل ہو گئے تو پھر میرے باقی رہنے سے کیا فائدہ ہے۔ رہا عبدالرحمن تو اگر وہ اب تک زندہ بھی ہوگا تو اس مقابلہ کے بعد آیندہ باقی نہ رہے گا تاہم تھوڑی دیر کے لئے مجھے صحرا کی طرف جانا چاہیئے شاید اس نقل و حرکت میں عبدالرحمن سے ملاقات ہو جائے۔ اس کے بعد خیمہ میں واپس چلی جاؤں گی۔ مگر افسوس یہ بھی مناسب نہیں۔ میں عبدالرحمن کی جستجو بھی چاہتی ہوں اور یہاں میری موجودگی بھی نہایت ضروری ہے۔"

سلمیٰ کے دل میں دیر تک اسی طرح کے متضاد خیالات موجزن رہے پھر اس نے فیصلہ کیا کہ مجھے حضرت امامؑ ہی کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے۔ آپ ہی کے ساتھ چلنا چاہیئے اور آپ ہی

کے ساتھ مرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ حضرت زینبؓ کے خیمے میں پہنچی اور بچہ کے بہلانے میں مصروف ہو گئی۔ بچہ کو دیکھکر اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ اگر خدا نخواستہ مشیت ایزدی کچھ اور ہے تو نہ معلوم اس بچہ کا کیا حال ہوگا۔ بچہ یکایک رونے لگا سلمیٰ نے اُس کے بہلانے کی بہتیری کوشش کی مگر نہ بہلا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ پانی مانگ رہا ہے اور بہت پیاسا ہے مگر افسوس سارے کارواں کے پاس پانی کا ایک قطرہ نہیں ہے۔ سلمیٰ حضرت زینبؓ کی طرف متوجہ ہوئی تو دیکھا کہ آپ عابد بیمار پر جھکی ہوئی ہیں۔ انکا بخار بڑھ گیا تھا اور اسوقت ہذیان کی حالت تھی۔ یہ عالم دیکھ کر سلمیٰ کو جرات نہ ہو سکی۔ کہ حضرت زینبؓ کو بچہ کی طرف متوجہ کر سکے اور نہ کسی طرح وہ بچہ ہی کو بہلا سکی حضرت زینبؓ نے خود ہی جب بچہ کی گریہ وزاری سنی تو آپ متوجہ ہوئیں بچہ کو چمٹا لیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور بچہ کے رخسارے پر گر رہے تھے اور آپ فرما رہی تھیں "پیارے، یہ آنسو ہی پی لے، شاید ان سے تیری تشنگی فرو ہو جائے۔ ہاں یہی آنسو پی لے، کیونکہ ظالموں نے پانی کی بندش کر دی ہے حالانکہ کتے تک پانی پی رہے ہیں"۔

سلمیٰ: "کیا پانی کا ایک قطرہ نہیں اور یہ فرات تو سامنے ہے"۔

زینبؓ: "تمہیں خبر نہیں، ظالموں نے پانی کی بندش کر دی ہے۔ ابھی ابھی ایک شخص نے پکار کر کہا ہے کہ ان لوگوں کو یوں ہی پیاسا مر جانے دو اور ان کو پانی کا ایک قطرہ نہیں ملے گا۔

سلمیٰ: "خدا ان کو تباہ کرے کس قدر قسی القلب اور سنگدل ہیں۔ افسوس مریضوں اور بچوں سے بھی پانی کو دریغ رکھتے ہیں۔

یہ کہہ کر سلمیٰ نے ذرا سا کپڑا اپنے منہ میں تر کر کے بچہ کو دیا جس سے اس کو ذرا تسکین ہوئی اور اُس کی آنکھ جھپک گئی۔

آج یعنی پنجشنبہ ۹ محرم سنہ ۶۱ھ عصر کے وقت حضرت زینبؓ حضرت سکینہؓ اور سلمیٰ خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھیں اور پیش آنے والے واقعات پر گفتگو کر رہی تھیں کہ یکایک گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور اسلحہ کی جھنکار سنائی دی حضرت زینبؓ نے جھانک کر دیکھا اور واپس آکر فرمایا "خدا تباہ کرے ان کو۔ آ گئے"!

سلمیٰ نے جب یہ الفاظ سنے تو جوش غیرت میں کھڑی ہو گئی اور اُس نے اپنے دل میں کہا کہ بس اب راہ خدا میں شہید ہو جانیکا وقت آ پہنچا۔ جنت میں جانے کے لئے اس سے بہتر اور کیا راستہ ہو سکتا ہے اُس نے اپنی اوڑھنی سنبھالکر جسم سے باندھی خیمہ میں ایک کمان آویزاں تھی اسکو اٹھا لیا اور

تلوار ڈھونڈھنے لگی حضرت زینب رضؓ نے کہا۔

زینب رضؓ: "سلمیٰ یہ تم کیا کر رہی ہو؟"

سلمیٰ: "میں کچھ نہیں کر رہی ہوں' میں آج دیدار خدا کی طلبگار ہوں"

زینب رضؓ: "میں جانتی ہوں تم میدان جنگ میں جانا چاہتی ہو"

سلمیٰ: "ہاں"

زینب رضؓ: "مگر یہ ہمارے امکان میں کہاں' کاش ہم سب جا سکتے اور لڑ بھڑ کے شہید ہو جاتے بھائی نے ہم کو منع کر دیا اور قسم دیدی ہے کہ خیمہ سے باہر نہ نکلیں۔ تم نے خیال نہیں کیا میں ابھی خیمہ کے باہر نکلی تھی تو میں نے دیکھا کہ بھائی خیمہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور تلوار اُن کے ہاتھ میں ہے جب میں ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ بھائی خیمہ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور تلوار ان کے ہاتھ میں ہے جب میں ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ سو رہے ہیں اور سر گھٹنوں پر جھکا ہوا ہے۔ میں نے ان کو پکارا تو انہوں نے آنکھ کھول کر میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا کیا آپ نے شور نہیں سنا' دشمن آپہونچے" یہ سنکر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا: "میں نے ابھی رسول اللہ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے تم ہمارے پاس آرہے ہو" بہنے جب بھائی کی یہ بات سنی تو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور اپنے آپ کو کوسنے لگی۔ آپ نے فرمایا بہن صبر کرو خدا تم پر رحم کرے پھر فرمایا قسم کھاؤ کہ تم اپنی آواز نہ بلند کروگی" کس کی مجال ہے کہ امام کی بات کو رد کرے۔ تو کیا سلمیٰ تم اُن کو ناراض کرنا چاہتی ہو۔ تم ہمارے ساتھ رہو۔ تم اس بچے کو سنبھالو اور ہم بیمار کی دیکھ بھال اور صبر و شکر کے ساتھ مشیت ایزدی کا انتظار کریں"

سلمیٰ پر یہ بات بہت شاق گذری۔ اسکا دل یہ چاہتا تھا کہ میں معرکہ آرائی میں شرکت کرکے دشمنوں کو قتل کروں اور خود بھی قتل ہو جاؤں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر سلمیٰ کو اسکا موقع ملتا اور وہ شمر کو دیکھ پاتی تو اُس پر ضرور حملہ آور ہوتی اور اُسے تیر کا نشانہ بناتی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ان تمام مصائب کا سامنا صرف اسی ملعون کی وجہ سے ہو رہا ہے جب سے اس کو یہ معلوم ہوا تھا کہ شمر دمشق میں عامر کے وار سے مقتول نہیں ہوا بلکہ زندہ موجود ہے۔ اسوقت سے اس کا دل نہایت الم و غمگین تھا۔ لیکن ان جذبات کے باوجود وہ حضرت امام رضؓ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے نہایت سراسیمگی اور دیوانگی کی حالت میں اپنی جگہ خاموش رہ گئی۔ وہ حیران تھی کہ کیا کرے تاہم اس نے بظاہر حضرت زینب رضؓ کے حکم کی تعمیل کی۔ تھوڑی

دیر کے بعد وہ خیمہ سے باہر نکلی۔ اور حضرت امام کے خیمہ کے سامنے جاکر کھڑی ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت عباسؓ دشمن کے لشکر کی طرف سے حضرت امام کی خدمت میں جارہے ہیں۔ لہذا اُس نے آگے بڑھکر گفتگو سننے کی کوشش کی۔ حضرت عباسؓ نے حضرت امامؑ سے عرض کیا کہ میں نے لوگوں سے مہلت مانگی تھی۔ لہذا انہوں نے اس شرط پر مہلت دینے کی خواہش کی کہ ہم صلح کرلیں۔ اور ان کے ہمراہ اُن کے امیر ابن زیاد کے پاس چلے جائیں۔"

(۹۶)
رفقاء امام کی شجاعت

جب حضرت امام حسینؑ نے حضرت عباس سے یہ ماجرا سنا۔ تو آپ نے فرمایا "خدا اُن کو ناکام کرے" اس کے بعد آپ کھڑے ہوگئے اور باآواز بلند اپنے رفقاء کو پکارا۔ فوراً آپ کے سب بھائی اور ابناء عم و دیگر اشخاص جمع ہوگئے اور سر تسلیم خم کئے ہوئے منتظر تھے کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آپ سب کے درمیان میں ایک مقرر اور خطیب کی طرح کھڑے ہوگئے۔ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے ایک نہایت موثر اور دردانگیز تقریر کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو خوشی سے اجازت دیتا ہوں آپ لوگ واپس چلے جائیں، رات کی تاریکی پھیلی ہوئی ہے۔ اور آپ آسانی کے ساتھ واپس ہوسکتے ہیں لیکن سب یکزبان ہوکر چلا اٹھے کہ "ہم ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہتے، آپ کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کرینگے۔ خدا ہم کو ایسی گھڑی نہ دکھلائے یہ آواز سنکر سلمیٰ سے صبر نہ ہوسکا اور اُس نے بھی باآواز بلند ان الفاظ کا اعادہ کیا جب کہ اس آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا جاری تھا۔

جناب امامؑ نے اس کے بعد اپنے چچا زاد بھائیوں کو مخاطب کرکے فرمایا "بنی عقیل" تمہارے لئے حضرت مسلم کی شہادت کافی ہے۔ میں تم کو اجازت دیتا ہوں۔ تم واپس جاؤ۔"

بنی عقیل۔ سبحان اللہ لوگ کیا کہیں گے کہ ہم نے اپنے شیخ اپنے سردار اور اپنے چچا زاد بھائی کو چھوڑ دیا نہ ہم نے اس کے لئے تیر اندازی کی نہ نیزہ چلایا نہ تلوار کا وار کیا۔ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا ہماری جان و مال اور اہل و عیال سب کچھ آپ پر قربان ہے۔ ہم آپ کے ساتھ ساتھ لڑیں گے۔ اور جو آپ کا حال ہوگا وہی ہمارا حال ہوگا۔ خدا وہ دن ہمیں نہ دکھائے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں۔"

اُس موقع پر سلمیٰ بھی بے اختیارانہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن اس نے دیکھا کہ ایک شخص باآواز بلند کہہ رہا ہے "آہ اگر ہم لوگ آپ کو چھوڑ دیں تو خدا کو کیا جواب دینگے۔ خدا کی قسم جبتک میں دشمنوں کے سینے اپنے نیزہ سے نہ چھید لونگا۔ اور اپنی تلوار سے ان کی گردنیں نہ کاٹ دونگا میرے دل کو قرار نہ

آئیگا۔ اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں اُن پر پتھروں کی بارش کرونگا۔ خدا گواہ ہے اگر مجکو ستر بار بھی زندہ کر کے پھر قتل کیا جائے تو میں آپ سے جدائی نہ اختیار کروں۔ اور ایسا کیونکر کر سکتا ہوں مرنا تو ایک بار کا ہے اور اس کے بعد سعادت اُخروی دائمی اور لازوال ہے؛

سلمٰی نے اس کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسکا نام سلم بن عوسجہ ہے۔ اس کے بعد اور لوگوں نے بھی اسی طرح کے خیالات ظاہر کئے۔ سلمٰی کو حیرت ہی کہ لوگ کس طرح جان نثاری کے لئے تیار ہیں۔ حضرت امام نے ان سب لوگوں کی شجاعت و ثابت قدمی کی تعریف کی۔ اور پھر اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ دوسرے لوگ بھی خیموں میں چلے گئے۔ سلمٰی حضرت زینبؓ کے خیمہ میں چلی آئی۔ تاکہ بچہ کی دیکھہ بھال کرے۔

اب بالکل رات تھی۔ سلمٰی نے بچہ کو دیکھا تو وہ بےخبر سو رہا تھا حضرت زینبؓ عابد بیمار کے پاس بیٹھی تھیں۔ سلمٰی بھی انہی کے پاس جا بیٹھی۔ اور اُن باتوں پر غور کرنے لگی جو اُس نے آج شام کو دیکھی تھیں اب سب سو رہے تھے۔ صرف حضرت زینبؓ اور سلمٰی جاگ رہی تھیں۔ یکایک انہوں نے کسی کو چند دردناک اشعار پڑھتے ہوئے سُنا غور کیا تو معلوم ہوا کہ آواز حضرت امام کے خیمہ سے آرہی تھی۔ حضرت زینبؓ کو صبر نہ ہو سکا۔ اسی حالت میں خیمہ کی طرف روانہ ہوگئیں۔ سلمٰی بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھی جب دونوں خیمہ کے پاس پہنچیں تو دیکھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپکا خادم تلوار کو صیقل کر رہا ہے، یہ حالت دیکھہ کر حضرت زینبؓ کا دل بے قابو ہوگیا آپ بے اختیار پکار اٹھیں: آہ مجھے موت نہیں آتی، میری ماں فاطمہؓ چل بسیں، میرے باپ علیؓ راہی ملکِ بقا ہوئے، میرے بھائی حسن کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا۔ آہ۔ آہ۔

حضرت امام نے آپ کی طرف دیکھہ کر فرمایا "بہن ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے حواس بیکار کردے" اتنا کہکر حضرت امام کی آنکھیں پُر آب ہوگئیں اور حضرت زینبؓ جن کا دل بے قابو ہو رہا تھا غش کھا کر گر پڑیں۔ سلمٰی نے اُن کو بٹھایا۔ اس کے بعد حضرت امام کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے کمال درد کے ساتھ فرمایا: "بہن صبر کرو۔ اور خدا سے ڈرو، دیکھو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب فنا ہونے والا ہے۔ خدا کے سوا کسی کو دوام و بقا نہیں۔ میرے نانا مجھ سے بہتر تھے۔ میرے والد مجھ سے بہتر تھے۔ میری والدہ مجھ سے بہتر تھیں اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ لیکن میرے اور ہر مسلمان کے لئے آنحضرتؐ کے طریق عمل کی پیروی لازم ہے۔ بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ میری قسم پر قائم رہنا یعنی مجھ پر گریبان چاک نہ کرنا۔ منھ پر طمانچہ نہ مارنا اور نہ اپنے آپ کو کوسنا۔"

(۹۷)
سپہ سالار حُر امام کے قدموں میں

حضرت زینبؓ نے احکام امام کی تعمیل کی اور اپنے خیمہ کو واپس آئیں۔ سلمیٰ آپ کے ہمراہ تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسکا دل حضرت امام پر قربان ہو جانے کے لئے بے قرار ہو رہا تھا۔

حضرت امام نے یہ رات نماز و استغفار اور تفرع و مناجات میں بسر کی یہی حال آپ کے رفقار کا بھی تھا۔ سلمیٰ نے بھی تمام رات سب کے ساتھ بے چینی کی حالت نازک ہو رہی تھی خدا خدا کر کے اس خوفناک رات کی صبح ہوئی۔ آج محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ حضرت امام نے اپنی مختصر جماعت کی صف بندی کی۔ اور ان کو حکم دیا کہ دشمن کا اس طرح مقابلہ کریں کہ خیمے اُن کے پیچھے رہیں یہ صف آرائی کا بندوبست ہو ہی رہا تھا کہ سب نے دشمن کی فوج کو آتے ہوئے دیکھا۔ ان کے آگے آگے شمر بن ذی الجوشن تھا سلمیٰ خیمہ کے دروازہ پر کھڑی ہوئی تھی۔ اُس نے جب اس ملعون کو دیکھا تو سارا بدن کانپنے لگا۔ اور خدا سے التجائیں کرنے لگی۔ کہ وہ منتقم حقیقی اس سے انتقام لے اس کا دل بے اختیار چاہتا تھا کہ کمان اٹھا کر اس پر تیر اندازی کرے مگر چونکہ حضرت امام کی ممانعت تھی۔ اس لئے جرات نہ کر سکی اور خیمہ کے اندر جا کر بچہ کے بہلانے میں مشغول ہو گئی۔

حضرت امام سوار ہوئے اور پہلے آپ کوفیوں کے لشکر کے سامنے تشریف لے گئے اور آپ نے باآواز بلند فرمایا "اے اہل عراق" اور جب لوگ متوجہ ہو گئے تو آپ نے ایک نہایت موثر اور دل ہلا دینے والی تقریر کی، لوگوں کو ان کی اس نامزکت سے باز رہنے کے لئے غیرت دلائی۔ اور فرمایا کہ رسول اللہ کے نواسہ کو قتل و غارت نہ کرو۔ جب آپ کی درد انگیز تقریر ختم ہوتی تو ان ملعونوں نے کہا کہ "خدا جانے آپ کیا کہتے ہیں ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا" اور یہ کہکر حملہ کر دیا حضرت امام کے رفقار نے بھی مدافعت شروع کی۔

جب شور و غل بلند ہوا تو سلمیٰ کی گود میں بچہ جاگ پڑا اسکو تشنگی کی سخت تکلیف تھی اور زار زار رو رہا تھا سلمیٰ لاکھ کوشش کرتی تھی۔ لیکن وہ کسی طرح نہیں بہلتا تھا، ادھر حضرت زینبؓ عابد بیمار کے پاس بیٹھی تھیں۔ کیونکہ آپ کا مرض بہت ترقی کر گیا تھا۔ اسی اثناء میں شور بلند ہوا۔ اور سلمیٰ نے دیکھا کہ کوفیوں کی جانب سے ایک سوار بڑھا ہوا حضرت امام کی طرف چلا آرہا ہے حضرت امام خاموشی کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہے تھے ابتک آپ کو یقین تھا کہ یہ لوگ جنگ نہ کرینگے۔ جب یہ سوار قریب پہنچا تو آپ نے پہچانا کہ وہ حُر ہے۔ سلمیٰ نے بھی اُسے خیمہ

کے اندر سے دیکھ کر پہچان لیا۔ اور اس کے آنے سے سخت متعجب ہوئی۔ بہرکیف حر جب حضرت امام کے پاس پہنچا تو اپنی کمان آپ کے روبرو پھینکدی اور کہا "اے رسول اللہ کے نواسے میں آپ پر قربان مجھے سخت ندامت ہے کہ میں نے آپ کو روکا۔ اور نظر بند کیا۔ آہ اگر مجھکو معلوم ہوتا کہ میں نے آپ کے متعلق جو خط و کتابت کی ہے وہ اس طرح مسترد کردی جائے گی۔ اور نوبت یہانتک پہنچیگی تو میں کبھی ایسی جرأت نہ کرتا۔ اب میں نہایت شرمسار ہوں۔ اور خدا کی جناب میں توبہ کرتا ہوں، آہ کیا خدا مجھ کو معاف کردیگا؟"

حضرت امام: "ہاں خدا تم کو معاف کردے گا۔ اچھا اتر پڑو"

حُر: "جناب عالی اتر پڑنے سے یہ اچھا ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں۔ کیونکہ اس طرح میں آپ کی جانب سے مدافعت کرسکونگا"

امام: "بہتر ہے۔ جو مناسب سمجھو کرو"

سلمیٰ نے حُر کی گفتگو سُنی تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے اپنے دل سے کہا: "کاش ابن زیاد اور یزید کو بھی خدا ایسی توفیق دیتا" اس کے بعد اُس نے دیکھا کہ حُر اپنے گھوڑے کو موڑ کر حضرت امام کے آگے اور اہل کوفہ کے سامنے گیا۔ اور باواز بلند کہنے لگا "اے اہل کوفہ، کیسی شرم کی بات ہے کہ تم نے خدا کے ایک مقبول بندے کو بلایا اور اب تم اسکا مقابلہ کررہے ہو اور اس کے خون کے پیاسے ہورہے ہو افسوس تم نے فرات کو اُن لوگوں پر بند کر رکھا ہے، ان کے بچے اور عورتیں پیاس کی تکلیف سے بے چین ہیں حالانکہ کتے بھی فرات کا پانی پی رہے ہیں۔ خدا تم کو بھی پیاس کے دن اسی طرح پیاسا رکھے۔

(۹۹)

میدان کارزار میں نماز

حُر کے کلمات ختم ہوئے تھے کہ اہل کوفہ نے حملہ کردیا عمر بن سعد ان لوگوں کے آگے تھا سب سے پہلا تیر جو اس معرکہ میں چلا گیا وہ اسی ملعون کا تھا۔ بہرکیف اس کے بعد جانبین سے تیر اندازی ہونے لگی حتی کہ بعض تیر خیموں میں بھی آگرے۔

اب خوب دن چڑھ آیا تھا۔ سلمیٰ بچے کو بہلا رہی تھی لیکن اسکا دل یہ چاہتا تھا کہ اس معرکہ میں خود بھی شریک ہوکر حق کی جانب سے مدافعت کرکے ثواب اُخروی حاصل کرے۔ اُس نے دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن پھر شمر بن ذی الجوشن اس کو نظر آیا۔ بچہ کو تو اس نے اپنی گود میں دبالیا۔ اور

اپنی ہتھیلیوں اور بانہوں سے چھپالیا اور خیمہ سے باہر نکل کر ایک ٹیلے پر چڑھ گئی یہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ کوفیوں کے لشکر سے سارا میدان بھرا ہوا ہے۔ اور ان کی تعداد یقیناً چار ہزار سے اوپر ہو گی لیکن حضرت امام کی طرف صرف تیس سوار اور کچھ پیادے تھے لیکن وہ دیکھتی تھی کہ حضرت امام کے رفقاء جدھر متوجہ ہو جاتے تھے ادھر کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ حُر بن یزید شہید ہوئے اور ان کے بعد اور لوگ بھی کام آئے۔ اب سلمیٰ نے حضرت امام کی طرف دیکھا لیکن اُس نے محسوس کیا کہ آپ حملہ نہیں کر رہے تھے۔ اس کے دل میں اس امید کی جھلک پیدا ہوئی کہ شاید یہ سقی القلب حضرت امام کے مقابلہ سے باز آئیں۔ اور یہ دیکھ کر کہ ان کے رفقاء کام آ چکے ہیں اور اُن کی حالت کمزور ہو گئی ہے۔ اُن کو ترس آ جائے۔

سلمیٰ اس ٹیلہ پر اس خوف سے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکی۔ کہ شاید بچے کو کچھ گزند پہنچے۔ چنانچہ وہ خیمہ میں داخل ہوئی یہاں حضرت زینبؓ۔ سکینہؓ۔ فاطمہؓ بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ عابد بیمار کسی قدر ہوشیار تھے۔ اور اپنی پھوپی اور بہنوں کو تسلی دے رہے تھے۔ جب آپ نے سلمیٰ کی گود میں اپنے چھوٹے بھائی کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا "آپ لوگ اس کو بہلائیں اور پانی پلائیں مجھے چھوڑ دیں کیونکہ میں اب اچھا ہوں" حضرت زینبؓ نے چلا کر کہا کہ "اُسے کیونکر پانی پلائیں۔ پانی کہاں سے لائیں۔ کاش ہمارے آنسوؤں سے اُس کی پیاس بجھ جائے" یہ کہہ کر آپ اٹھیں اور بچہ کو گود میں لے لیا۔ روتی جاتی تھیں اور اسکا منہ چوم رہی تھیں۔ سلمیٰ بھی آپ کے ساتھ زار زار رو رہی تھی۔ لیکن اُس نے یہ مناسب سمجھا کہ اس موقعہ پر صبر کرے اور دوسروں کو تسکین دے لہذا اُس نے بجبر اپنے آنسوؤں کو روکا اور بچہ کو پھر اپنی گود میں لے کر کہا "جناب عالی! آپ صبر کیجئے، شاید خدا ہمارے لئے اطمینان و خوشی کی گھڑی لائے"

اب سورج اپنی نصف منزل طے کر چکا تھا کہ سلمیٰ نے حضرتِ امام کے ہمراہیوں میں شور سُنا جس کے ساتھ ہی وہ اور اس کے پیچھے حضرت زینبؓ خیمہ سے باہر نکلیں بات یہ تھی کہ حضرت امام اپنے کو نماز کے لئے طلب کر رہے تھے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے ایسے خضوع و خشوع کے ساتھ جس سے پتھر بھی موم ہوتا تہا۔ تیروں کی بوچھار میں نماز ادا کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک نئی روح جلوہ گر ہوئی اور دلوں کو خاص اطمینان حاصل ہوا۔ نماز کے بعد آپ کے رفقاء میں سے ایک شخص اہل کوفہ کی طرف بڑھا اور اُس نے باآواز بلند کہا: "لوگو خدا اور روز قیامت سے ڈرو دیکھو حضرت امام کو شہید نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر غضب آلہی نازل ہو" یہ کہہ کر وہ حملہ آور ہوا۔ اور مقابلہ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ یہی حالت جاری رہی کہ ایک شخص حضرت امام کے ہمراہیوں میں سے جاتا اور حتی الامکان

مقابلہ کرکے اپنے آقا پر نثار ہوجاتا۔ آخر کار اب صرف آپ کے خاص اہل بیت باقی رہ گئے۔

(۹۹)

"علی اصغر پیاسا ہے"

یہ عالم تھا اور سلمیٰ متحیر تھی کہ کیا کرے۔ بچہ اس کی گود میں تھا۔ طرح طرح کے خیالات اس کے دل میں گزر رہے تھے لیکن جب اُس نے دیکھا کہ حضرت امام کے رفقا برابر شہید ہورہے ہیں۔ تو اس کے دل پر مایوسی چھا گئی۔ اور اُس نے ارادہ کیا کہ اب حضرت کے احکام کی پروا نہ کرے اور تلوار لے کر اہل کوفہ کے مقابلہ کو نکل کھڑی ہو مگر وہ اس کا انتظام بھی نہیں کرسکتی تھی کیونکہ بچہ اُس کی گود میں تھا اور اُس کے رونے سے اُسکا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا۔ وہ اسی حالت میں خیمہ کے دروازہ پر کھڑی تھی کہ اس نے حضرت علی اکبر کو دیکھا۔ آپ نہایت صاحب جمال و ذی وجاہت تھے آپ کی عمر اسوقت ۱۹ سال کی تھی۔ اور آپ کی آنکھوں سے ہیبت و جلال کے آثار نمایاں تھے سلمیٰ نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی اور بہادرانہ اشعار پڑھ رہے تھے اور حملہ کی تیاری کررہے تھے۔ لیکن سلمیٰ نے دیکھا کہ یکایک ایک تیر آپ کے سینہ پر لگا۔ زخم ایسا کاری تھا کہ آپ سنبھل نہ سکے اور فوراً بیہوش ہوکر گر پڑے۔ حضرت امام قریب ہی تھے یہ حالت دیکھ کر بے اختیار فرمانے لگے: "بیٹا تم کو ان لوگوں نے شہید کردیا۔ افسوس یہ کیسے بے باک ہیں ان کو حرمت رسول کی ذرا پروا نہیں:" سلمیٰ بھی دیوانہ وار چلائی۔ خدا ان کو تباہ کرے۔ شہید کردیا یہ الفاظ سنکر حضرت زینب بھی دوڑتی ہوئی خیمہ کے دروازہ پر آئیں۔ اور "ہائے میرا بھتیجا" کہکر آپکو غش آگیا۔ حضرت امام نے آواز دی۔ اور اپنے باقیماندہ اعزہ سے فرمایا کہ "اپنے بھائی کو اٹھاؤ:" لوگوں نے حضرت علی اکبر کی نعش اٹھاکر خیمہ کے سامنے رکھدی۔ اسی طرح جو شخص شہید ہوتا جاتا تھا۔ اس کی نعش خیمہ کے سامنے رکھدی جاتی تھی۔ اسوقت تیروں کی شدید بارش ہورہی تھی

سلمیٰ جو دروازہ پر کھڑی ہوئی تھی ڈری کہ ایسا نہ ہو کوئی تیر ننھے بچے کے لگے۔ لیکن حضرت امام نے اسے دیکھ لیا اور جب کہ وہ خیمہ کے اندر جانا چاہتی تھی۔ اُسے آپنے طلب فرمایا۔ سلمیٰ کی گود میں بچہ پیاس کی شدت سے بے اختیار رو رہا تھا۔ حضرت امام نے اسے اپنی گود میں لے لیا اور میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ سلمیٰ بھی آپ کے پیچھے تھی۔ اور اسکا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بالکل نہیں سمجھ سکی کہ حضرت امام کا منشا کیا ہے جب آپ اہل کوفہ کے روبرو پہنچے تو آپ نے بچے کو سامنے کرکے فرمایا "اے اہل کوفہ خدا سے ڈرو اس بچہ کو پانی پلادو، اگر تمہارے خیال میں کافر

ہوں اور موت کا سزاوار ہوں تو اس ننھے بچے نے کیا قصور کیا ہے؟ لوگو خدا سے ڈرو اور قیامت کا دردناک عذاب یاد کرو" سلمیٰ یہ تقریر سنکر سخت متاثر ہوئی اور اُسے اُس بندھی کہ شاید اس سے کچھ نتیجہ نکلیگا۔ اور اس معصوم بچے کے لئے ان ظالموں کا دل پسیجیگا۔ لیکن اُس نے دیکھا کہ حضرت علی اصغر کو نشانہ بناکر ایک ملعون نے اپنی کمان زہ کی اور یہ کہہ کر تیر پھینکا کہ "لو اس کو پلاؤ۔" تیر بچہ کے سینہ میں لگا، وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ خون پہلو سے ٹپک رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد خاندانِ نبوت کی آخری یادگار دنیا سے مٹ گئی۔ سلمیٰ زار زار رو رہی تھی۔ لیکن حضرت امام نے منع کیا۔ اور اُسے خیمہ میں واپس جانے کے لئے کہا۔ اس کے بعد حضرت امام نے علی اصغر کی نعش بھی دیگر شہداء کی نعشوں کے پاس رکھدی۔

(١٠٠)
عابد اور سلمیٰ کی گفتگو

سلمیٰ جس وقت خیمہ کو جا رہی تھی اُس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا اور اس پر دیوانگی کا عالم طاری تھا کہ یکایک اُس نے دیکھا کہ کسی نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا، وہ عالم خود رفتگی میں اپنا ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی کہ عابد پر اس کی نگاہ پڑی۔ عابد نے اپنی زبان سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن سلمیٰ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھالیا اور تیز تیز روانہ ہوا۔ سلمیٰ متحیر تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے آخر عابد میدان کارزار سے جب ذرا فاصلہ پر پہنچ گیا تو اس نے سلمیٰ کو زمین پر بٹھا دیا۔ سلمیٰ نے چلا کر کہا: "چچا، آپ مجھے کہاں لئے جاتے ہیں؟ مجھے جناب امام کے ساتھ مرجانے دیجئے! کسی مومن کے لئے اس سے بہتر موت اور کیا ہو سکتی ہے؟"

عابد سلمیٰ کو فوراً جواب نہ دے سکا کیونکہ سلمیٰ کو اٹھانے کی مشقت کی وجہ سے اُس کا دم پھول گیا تھا لیکن اس نے اشارہ کیا کہ صبر کرو۔ پھر چند لمحوں کے بعد اُس نے ٹوٹے ہوئے جملوں میں کہا۔

عابد: "تم موت کے لئے عجلت کر رہی ہو۔ تم مرجاؤگی۔ اور عبدالرحمن زندہ رہے گا؟"

عبدالرحمن کا نام سنکر سلمیٰ کا رنج و غم تازہ ہوگیا اور وہ بلند آواز سے رونے لگی۔ اور پھر اس نے کہا

سلمیٰ: "عبدالرحمن کہاں ہے؟ کیا وہ مجھ سے پہلے ہی دوسری دنیا میں نہیں پہنچ چکا ہے؟ اچھا اب مجھے مرجانے دو۔"

عابد: "تم سے کس نے کہا کہ عبدالرحمن مرگیا؟"

سلمیٰ: "ہاں وہ مرچکا ہے۔ اور مجھ پر سبقت لے گیا ہے۔ اچھا، مجھے جانے دو، تاکہ میں بھی اب اُس کے ساتھ مرجاؤں۔"

عابد:" بیٹی، عبدالرحمن نہیں مرا ہے اپنے حواس بجا کرو۔ اور سمجھ لو کہ جناب امام کے بچنے کی اب کوئی صورت نہیں ہے ماوران کے ساتھ مدافعت کرنا بیکار ہے۔"

سلمٰی:" جب آپ کو معلوم ہے کہ حضرت امام کے بچنے کی کوئی صورت نہیں تو حیرت ہے کہ آپ میری اور عبدالرحمن کی زندگی چاہتے ہیں جب جوانانِ جنت کے سردار نہ رہیں تو ہم کمبختوں کے رہنے سے کیا فائدہ بس اب آپ مجھے جانے دیجئے تاکہ میں ان کے ساتھ اپنی جان حق و راستی پر قربان کر دوں۔"

سلمٰی اس کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

سلمٰی:" نہیں نہیں وہ ضرور زندہ رہیں گے۔ کون اُن کو شہید کرنے کی جرات کر سکیگا۔ کس میں اتنی ہمت ہے کہ ان کی طرف ہاتھ بڑھائے اور کونسی زمیں آئے گی جس پر اُن کا خون گرے رسول اللہ کے نواسے اور جوانانِ جنت کے سردار کو شہید نہیں کیا جا سکتا۔"

یہ کہہ کر سلمٰی جانے کو تھی کہ عابد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:" کیا تم کو یقین نہیں کہ اب حضرت امام شہید ہوا چاہتے ہیں"؟

سلمٰی:" ہرگز نہیں"

عابد:" اچھا تو ٹھہرو اور دیکھو۔"

سلمٰی ٹھہر گئی اور ایک بلندی پر جا کر اُس نے دیکھا کہ حضرت امام خیمہ کی طرف جا رہے تھے۔ آپ کی زتن مبارک سے خون ٹپک رہا تھا کیونکہ ایک تیر آپ کے آ لگا تھا۔ آپ خیمہ کے پاس ابھی پہنچے بھی نہ تھے کہ چند لوگوں نے آپ کو نرغہ میں لے لیا۔ ان میں ایک سفید داغوں والا بھی تھا سلمٰی نے جیسے ہی شمر ملعون کو دیکھا کہ اسکا بدن اشتعال کی وجہ سے کانپنے لگا۔ اگر عابد نہ روک دیتا تو وہ بے اختیار چینخنے کو تھی۔ سلمٰی عابد کے روکنے سے خاموش تو ہو رہی لیکن اس کی آنکھیں اُسی موقعہ پر جمی ہوئی تھیں اُس نے دیکھا کہ ایک شخص نے حضرت امام کے سر پر تلوار سے وار کیا۔ تلوار نے ٹوپی کو کاٹ دیا۔ اور فرق مبارک بھی زخمی ہوا۔ ٹوپی خون سے تر ہو گئی۔ آپ نے وہ ٹوپی اُتار ڈالی دوسری ٹوپی مانگ کر پہن لی۔ اور سر میں پٹی باندھ لی اس اثنا میں شمر ملعون اور دیگر اشخاص منتشر ہو گئے تھے۔

(۱۰۱)

ہجوم یاس

جب سلمٰی نے دیکھا کہ لوگ جناب امام کے پاس سے واپس چلے گئے تو اس کو گمان گزرا کہ غالباً وہ اس گناہ عظیم کے ارتکاب سے باز آئے۔ اس کے بعد سلمٰی نے دیکھا کہ جناب امام کو فیوں کے مقابلہ میں

جارہے ہیں اور آپ کے ہمراہ آپ کے بھتیجے عبداللہ بھی ہیں۔ حضرت عبداللہ ابھی بالکل کمسن تھے۔ عورتوں کے پاس رہتے تھے۔ جب انہوں نے اپنے عم نامدار کو اس بیکسی اور بے سروسامانی کی حالت میں دیکھا۔ تو اُن سے صبر نہ ہوسکا۔ اور حضرت امام کے پاس جانے لگے۔ حضرت زینبؓ نے اُن کو روکا اور بہت کوشش کی کہ نہ جانے دیں لیکن انہوں نے نہ مانا اور فرمایا: "خدا کی قسم میں اپنے چچا کا ساتھ چھوڑونگا ابھی حضرت عبداللہ کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ آپ نے ایک شخص کو حضرت امام پر تلوار سے وار کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ چلائے "کتنے مردود میرے چچا کو شہید کرنا چاہتا ہے؟" اس ملعون نے حضرت امام کی بجائے حضرت عبداللہ پر وار کیا۔ حضرت عبداللہ نے وار کو ہاتھ پر روکا۔ ہاتھ کٹ گیا۔ خون کثرت سے نکل جانے کی وجہ سے آپ جانبر نہ ہوسکے۔ اور اُسی وقت راہی ملک بقا ہوئے۔ حضرت امام نے فرمایا: "پیارے بھتیجے صبر کرو۔ اور اس مصیبت میں اپنی بہتری سمجھو۔ خدا تمکو تمہارے بزرگوں سے وابستہ کر رہا ہے۔"

حضرت عبداللہ کی نعش بھی دیگر شہدا کی نعشوں کے پاس حضرت امام نے رکھدی۔ سلمیٰ یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور اس میں اب ذرا بھی قوت صبر و قرار باقی نہیں رہی تھی۔ اس نے عابد سے کہا۔

سلمیٰ: "جیسا آپ کا خیال ہے۔ کیا واقعی حضرت امام کی شہادت کا وقت آگیا مجھے تو امید ہے کہ یہ ملعون ایسی جرارت نہ کرسکیں گے۔"

سلمیٰ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ اُس نے شمر ملعون کو حضرت امام پر یہ الفاظ تھے کہ اُس نے شمر ملعون کو حضرت امام پر حملہ آور ہوتے دیکھا۔ اور ایک جماعت اس کے ہمراہ تھی۔ حضرت امام نے بھی حملہ کیا جس کے ساتھ ہی لوگ منتشر ہوگئے۔ سلمیٰ کو پھر آس بندھی اور اس نے عابد سے کہا "میں کہتی تھی کہ یہ مردود حضرت امام کو شہید نہ کرینگے۔ تم نے دیکھا کہ آپ کے سامنے سے یہ سب کس طرح بھاگے ہیں۔" لیکن پھر اُس نے دیکھا کہ حضرت امام پر مینہ کی طرح ہر طرف سے تیر برسنے لگے۔ اب حضرت۔ سے کھڑا نہ رہا گیا۔ شقی القلب کوفی آپ کے پاس کھڑے تھے۔ لیکن کسی سے جرارت نہ ہوتی تھی کہ آپ کو شہید کرے حضرت زینبؓ خیمہ کے دروازہ پر آکر چلائیں "اے عمر بن سعد ابوعبداللہ کو شہید کیا جارہا ہے اور تو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے؟" عمر بن سعد نے اسکا کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت زینبؓ نے فرمایا: "افسوس تم میں کوئی مسلمان نہیں ہے؟" اس کا بھی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

(۱۰۲)

"منظر شہادت"

سلمیٰ کی حمیت نے جوش مارا اور عابد کے ہاتھ سے ہاتھ چھوڑا کر خیموں کی طرف آئی بیچ میں خیمۂ ق

حائل تھی۔ اور سامنے آگ جل رہی تھی۔ سلمیٰ کھڑی ہو گئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ شاید کسی صورت سے اس پر گذر کر معرکۂ جنگ میں پہنچ جائے۔ یکایک اس نے شمر ملعون کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا: "افسوس تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو"۔ سلمیٰ نے مڑ کر دیکھا کہ پیادوں نے حضرت امام پر حملہ کر دیا۔ اور ایک شخص نے بائیں بازو پر تلوار ماری اور حضرت امام غش کھا کر گر پڑے، یہ دیکھ کر سلمیٰ چیخ اٹھی۔ لیکن حیران تھی کہ کیا کرے۔ وہ بولی "افسوس تم نے امام کو شہید کر دیا خدا کرے تمہارے ہاتھ شل ہو جائیں" یہ کہہ کر دوڑ پڑی۔ اس نے اپنے دل سے کہا کہ میں خندق کے اوپر سے کود جاؤں خواہ آگ ہی میں کیوں نہ گر پڑوں۔ عابد نے پہنچکر اس کا دامن پکڑ لیا تھا۔ لیکن اسکو اس کی کچھ پروا نہیں تھی۔ اس کی دونوں آنکھیں امام حسین کی طرف لگی ہوئی تھیں، اور آپ اپنی اولاد اور بھائیوں کے پاس زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کے جسم کا خون بہہ کر ان کے خون سے مل رہا تھا۔ لیکن جسم میں ابھی جان باقی تھی۔ شمر یہ دیکھ کر گھوڑے سے کود پڑا اور تلوار سے گردن مبارک کو الگ کر دیا۔

جب گردن جسم اطہر سے الگ ہوئی تو سلمیٰ نے ایک آواز سنی، پھر اس نے شمر کو دیکھا کہ اس نے آپکے سر کو جس سے ٹوپی گر پڑی تھی۔ اور بال دکھائی دیتے تھے، اور خون سے رنگین ہو گیا تھا۔ اٹھا کر ایک شخص کو جو اس کے پاس کھڑا ہوا تھا دیا۔ اور یہ کہا کہ اسکو امیر ابن سعد کے پاس لیجاؤ۔

یہ دیکھ کر سلمیٰ بدحواس اور مجنون ہو گئی۔ اسی حالت میں وہ اس مقام سے جہاں وہ کھڑی تھی یہ سب حال دیکھ رہی تھی۔ دوسری جگہ چلی گئی تو اس نے خندق پر ایک لکڑی رکھی ہوئی دیکھی بس عابد کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر اس لکڑی پر پہنچ گئی۔ اور دوڑتی ہوئی معرکہ کی طرف چلی اور یہ کہہ رہی تھی کہ "شمر تیرا برا ہو۔ اے ظالم، اے لعین، تو قیامت کے دن کیا خدا کو منہ دکھائیگا"۔

سلمیٰ ابھی حضرت زینبؑ کے خیمہ کے پاس پہنچی بھی نہیں تھی کہ اس نے چند عورتوں کو دیکھا جو روتی ہوئی آ رہی تھیں۔ اور ان کے پیچھے چند مرد بھی تھے۔ اس میں ایک شخص ایک عورت کا دامن پکڑے ہوئے تھا اور وہ چھڑا رہی تھی اور اس شخص کے سامنے سے بھاگنا چاہتی تھی۔ آخر اس نے دامن چھوڑ لیا سلمیٰ نے مدافعت کرنی چاہی لیکن حضرت زینب نے خیمہ میں جہاں عابد بیمار موجود تھے داخل کر دیا۔

سب عورتیں خیمہ میں داخل ہو گئیں۔ ان کے پیچھے کچھ مرد بھی خیمہ میں آ گئے۔ تلوار برہنہ ان کے ہاتھوں میں تھی اور حضرت عابد بیمار کے قتل کے ارادہ سے فرش کی طرف بڑھے، یہ کہکر سلمیٰ چیخ اٹھی "تم لوگوں پر افسوس ہے کہ اب بچوں کو بھی قتل کرتے ہو" آنسوؤں سے اس کی آواز بند ہو گئی۔ اور دوسری عورتیں بھی سلمیٰ کی طرح نوحہ کرنے لگیں"۔ اسی وقت عمر ابن سعد پہنچ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا "عورتوں

میں سے کسی کو قتل نہ کرو۔ اور نہ ان کی کوئی چیز لو۔ اس عرلیں کو بی چھوڑ دو اور ان لوگوں کے خیمہ کے گھیر لینے کا حکم دیا تاکہ اس کے اندر کوئی دوسرا شخص نہ آئے۔ اور یہ تاکید کی کہ اس کی پوری حفاظت کریں تاکہ اس میں سے کوئی نکلنے نہ پائے۔

سلمیٰ و حضرت زینبؓ و دیگر عورتوں کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ آہ و بکا کا ایسا شور برپا تھا جس سے پتھر کا دل بھی پگھل جاتا۔

کچھ دیر کے بعد سلمیٰ نے گھوڑوں کے آنے کی آواز سنی اُسنے خیمہ کی دروازوں سے جھانکا۔ تو نظر آیا کہ دس سوار گھوڑوں پر امام حسینؑ کے جسد مبارک کے پاس آئے۔ اور ان میں سردار لشکر عمر بن سعد تھا۔ اس ملعون نے حکم دیا کہ آپ کے جسد مبارک کو روند ڈالیں۔

سلمیٰ نے دیکھا کہ ان خبیثوں نے آپ کے جسد مبارک کو گھوڑوں سے کچل ڈالا۔ یہانتک کہ آپ کی نعش کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ سلمیٰ کو سخت تکلیف ہو رہی تہی۔ گویا اس کی آنکھیں روندی جا رہی تھیں، اور اپنے دل میں کہہ رہی تہی۔ خدایا ان لوگوں کا کیا انجام ہو گا۔" لیکن حضرت زینبؓ کو اس نے اطلاع نہیں دی پھر اس نے دیکھا کہ مقتولین کے سروں کو کاٹ رہے ہیں۔ سروں کی تعداد بہتر تہی۔ ان سب سروں کو آخر میں مع حضرت امام حسین کے سر کے ساتھ یزید کے پاس بھیجدیا گیا۔"

(۱۰۳)

نوحہ و تعزیت

کوفیوں نے ان سروں کو زیاد کے پاس بھیجدیا۔ اور رات بھر کربلا کے قریب لشکر گاہ میں رہے اور محافظین کو امام کے خیموں کی حفاظت کے لیے جس میں آپ کی عورتیں اور لونڈیاں تھیں مقرر کر دیا۔ ان خیموں میں مردوں میں سوائے آپکے مریض صاحبزادے علی اوسط جنکا لقب زین العابدین تھا اور کوئی نہ تھا۔

رات نے اپنا پردہ ظلمت ڈالدیا تھا۔ جنگ ختم ہو چکی تہی اور آپ کے خاندان کے لوگ اور خود حضرت امام شہید ہو چکے تھے۔ نعشیں بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھیں۔ عناصر طبیعہ سب اپنی اپنی جگہ پر ساکن تھے تمام عالم پر سکوت طاری تھا۔ چاند نکل آیا تھا۔ اور عشا تک وسط آسمان پہنچ گیا۔ میدان کربلا میں اس کی شعاعیں نور افگن تھیں۔ وہ میدان جو کل صبح تک خشک تھا آج شہدا کے خون پاک سے سیراب ہو چکا تھا۔ اگر اس مٹی کو اس واقعہ ہولناک کی خبر جو اس دن ہوئی ہوتی تو اس سیرابی پر پیاس ہی کو ترجیح دیتی اگر ماہتاب جانتا ہوتا کہ اس کی شعاعیں اس شب میں کس پر پڑ رہی ہیں تو نور افشانی نہ کرتا یہ جرم جس کی نظیر تاریخ میں بھی نہیں ہے مخفی رہتا۔ جب رات ہوئی تو اس کی طبیعت کو سکون ہوا اگر بے بسی اور جمود کی

کیفیت اس پر طاری ہوگئی۔ اور خاموش بیٹھی رہی۔ تیروں کی آواز اس کے کان میں کھبر گئی تھی۔ وہ آوازیں اُسکو یاد آرہی تھیں۔ جو درمیان میں اُس نے سُنی تھیں۔ خصوصاً حضرت امام کی اس وقت کی آواز جب کہ آپ لوگوں کو نصیحت فرما رہے تھے اور خدا سے طالب امداد تھے سلمیٰ پر خیالات کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آخری واقعہ کی تصویر جناب امام کا قتل ہونا سر مبارک کا علیحدہ کیا جانا گھوڑوں کا کچلنا۔ اس کی نگاہوں میں کھنچ گئی۔ جو اس کو یہ سب یاد آیا تو سارے جسم کے روئیں کھڑے ہو گئے اور سخت انقباض اور بے چینی پیدا ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ لیکن کچھ مردہ ہی کے پہلو میں رونا زیادہ موثر ہوتا ہے۔ لہٰذا اُس نے ارادہ کیا کہ خیمہ سے نکل کر اس عبرتناک مقتل میں جلئے اور اس بے حس نعش کو دیکھے اور اس پر رو کر اپنی بے چینی و اضطراب کو کم کرے اس ارادہ سے وہ خیمہ کے باہر نکلی محافظین نے بھی جو اپنی باتوں میں مشغول تھے۔ اور دن کے واقعات کا آپس میں تذکرہ کر رہے تھے کچھ خیال نہ کیا۔

سلمیٰ خیموں سے ہوتی ہوئی لشکرگاہ سے آگے نکل گئی اور موقعہ پر پہنچ گئی۔ مجتمع خون سے نعشوں کے درمیان سرخ شعاعیں منعکس ہو رہی تھیں۔ اس جگہ کو پہچان لیا جب اُس نے یہ منظر دیکھا تو اسکا دل دھڑکنے لگا۔ مگر آہستہ آہستہ وہ چلتی رہی دونوں پاؤں کانپ رہے تھے۔ اور اس شور قیامت کے باوجود اس میدان میں صبح کو برپا تھا۔ اور اب جو خوفناک سکون اس جگہ طاری تھا اس کے دل کو سخت بے چین کر رہا تھا۔ ان خیالات سے اور بھی زیادہ خوف پیدا ہوا۔ اور اس کے دل میں آیا کہ واپس چلی جائے۔ لیکن اُس نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور آہستہ آہستہ ٹھہرتی ہوئی آگے چلی گئی۔ وہ دونوں آنکھیں ان نعشوں پر لگی ہوئی تھیں۔ جب اُس نے یہ خوفناک منظر دیکھا۔ تو اسکا تن تنا نہ کانپنے لگا۔ آہ نعشیں بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھیں۔ چونکہ قاتلین نے تمام کپڑے اتار لئے تھے اکثر برہنہ تھیں۔ صرف ستر پوشی کے لئے ایک دھجی ان پر چھوڑ دی تھی۔ وہ ان نعشوں کے درمیان خوفزدہ چل رہی تھی۔ کہ اس نے یکایک ایک آواز سنی۔ تمام بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ سر کے بال کھڑے ہو گئے۔ رگوں میں خون جم گیا۔ یہ سنکر ٹھہر گئی اور اس آواز کی طرف کان لگائے۔ لیکن یہ حالت ہو رہی تھی کہ منہ خشک ہو رہا تھا۔ سانس رک گئی تھی۔ اس مقام کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ جہاں سے آواز آ رہی تھی۔ دس گز کے فاصلہ پر ایک چلتی پھرتی ہوئی صورت نظر آئی سلمیٰ ایک پست جگہ میں جو قریب ہی تھی آگئی۔ سلمیٰ نے اس جگہ جانے کی زحمت گوارا نہیں کی تھوڑی دیر میں اُس شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے بنت رسول خدا تم پر رحم کرے۔۔ اللہ اس جسم پر رحم کرے۔ جس کو رسول نے اپنی گود میں لیا۔ اور اپنے لبوں سے بوسہ دیا۔ اللہ ظالموں پر لعنت کرے۔ آہ انہوں نے اتنے بڑے گناہ کی کیونکر جرأت کی۔ آہ انہوں نے اس جسم پاک کی طرف جس میں سید المرسلین کی خوشبو آ رہی ہے

کیسے ہاتھ بڑھایا؟" سلمیٰ نے جب یہ آواز سنی تو فوراً پہچان گئی کہ عابد کی آواز ہے، اور اب اس کے دل کو ذرا سکون ہوا۔ لیکن اس نے چاہا کہ اس جگہ رہ کر دیکھے کہ عابد کیا کہتا ہے چنانچہ وہ وہیں کھڑی ہوئی عابد کی باتیں سنتی رہی یہاں تک کہ عابد کی باتوں سے اسکو رونا آگیا اور بے اختیار رونے لگی جب رو چکی تو اس نے عابد کے رونے اور چیخیں مارنے کی آواز سنی، عابد روتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا۔ خدا ان لوگوں کا برا کرے ان کے دل کیسے سخت ہیں۔ کیا قیامت سے ان کو ذرا خوف نہیں۔ تجھے شہید کرنے کی جرأت کی حالانکہ محمدؐ کا خون تجھ میں تھا۔ تو رسولؐ اللہ کا نواسہ ہے تیرے بارے میں آپ نے فرمایا میں حسینؓ سے ہوں، حسینؓ مجھ سے ہے، جو حسینؓ کو چاہتا ہے خدا اسکو چاہتا ہے۔ یہ بدبخت خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ بربادی ہو ان لوگوں کی جنہوں نے مسلمانوں کے سردار کو یوں شہید کیا کہ کافر و منافق بھی قتل نہیں کیا جاتا۔ افسوس تیری شہادت ہی پر انہوں نے اکتفا نہیں کی، تیرے سر کو بھی جدا کیا۔ تیرے جسم پاک کو گھوڑوں سے روندڈالا۔ تو آسمان کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے متوجہ ہے گویا تو اپنی خدائی سے شکایت کر رہا ہے۔ اور اس سے انتقام کی التجا کر رہا ہے۔ تیرا خدا ان کی حرکات سے غافل نہیں ہے آہ میں بڑھا مصیبت زدہ ہوں میرے بڑھاپے کی خرابی ہو اے حسینؓ مجھے امید تھی کہ میں آپ کو مسلمانوں کا امیر دیکھوں گا اور آپ ان ستمگاروں سے مظلوموں کی جانب سے بدلہ لیتے ہونگے میں اپنے جگر گوشہ کا جو خدا کی راہ میں قتل ہو گیا بدلہ لونگا اور حیف۔ آہ میں نے اپنا بڑھاپا سرگشتہ و پریشان ہو کر اس حالت میں گذارا کہ گھروں میں قیام نہیں کرتا جنگلوں میں شب بسر کرتا ہوں لیکن خدا کو یہ باتیں منظور نہیں تھیں۔ آخر میں حسینؓ اور ان کی اولاد بھائی بھتیجوں کے جسموں کو بے حس و حرکت پڑا ہوا دیکھتا ہوں، خون گردنوں اور پہلوؤں سے نیچے بہہ رہا ہے، جسم خون آلود ہیں۔ جسم بے سر۔ اے خدا یہ کیسی رات ہے۔ عابد جب یہاں تک پہنچا تو اس کی ہچکی بندھ گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

(۱۰۴)

روپوشی

سلمیٰ عابد کی گریہ وزاری اور نوحہ گری سن کر کسی طرح ضبط نہ کر سکی۔ لیکن عابد نے اپنی تقریر میں جو اشارات کئے تھے اور جو قطعہ طلب باتیں کہی تھیں۔ ان کو وہ کسی طرح نہ سمجھ سکی۔ اگر عابد کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کی باتیں کوئی سن رہا ہے تو وہ ہرگز ان امور کو اشارۃً کنایۃً بھی اپنی زبان پر نہ لاتا۔ جن کو اس نے سالہا سال سے بڑی کوشش کے ساتھ مخفی رکھا تھا۔"

تھوڑی دیر تک عابد بالکل خاموش رہا اور سلمیٰ اس توقع میں تھی کہ شاید وہ عابد کی زبان سے

کوئی اور نئی بات سے اور اس طرح اس کی حقیقتِ حال سے واقف ہو۔ لیکن عابد خاموشی کے ساتھ اٹھا اور اپنے آپ کو حضرت امام کی نعش پر گرا دیا۔ اور اپنے بدن کو خونِ شہدا سے آلودہ کرنے لگا۔ پھر اس نے دردناک آواز میں کہا: "آہ اے حسین رضؓ، تمہاری نعش میں کیسی خوشبو ہے، اور تمہارا خون کیسا پاکیزہ ہے خدا ان کو ہلاک کرے۔ انہوں نے خاتم الانبیاء کی نشانی کو خاک میں ملا دیا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: "خدایا تو جانتا ہے۔ ان ظالموں نے تیرے نبی کے نواسہ کے ساتھ جو کچھ سلوک کیا۔ خدایا تجھے معلوم ہے کہ حامیانِ حق کو ان ستمگاروں نے جس طرح قتل کیا ہے۔ خدایا ان کو ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رکھنا۔ انہوں نے حضرت امام کو بلایا اور پھر ان پر حملہ آور ہو کر انہیں شہید کیا۔"

اب سلمیٰ سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے ارادہ کیا۔ کہ عابد پر اپنی موجودگی ظاہر کر دے۔ لیکن ساتھ ہی اس نے عابد کو دیکھا کہ وہ گردن اٹھائے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جب اس نے سلمیٰ کو پہچان لیا تو بلند آواز سے چلایا "تم ہو سلمیٰ" اور اتنا کہہ کر تیز تیز چلنے لگا۔ سلمیٰ نے اسے پکارا اور بہت کوشش کی کہ وہ تھوڑی دیر اور ٹھہرے۔ لیکن اس نے ایک نہیں سنی اور آن کی آن میں نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔"

چند لمحوں کے بعد سلمیٰ کے حواس درست ہوئے اسکو عابد کی اس بات سے کچھ تعجب نہیں ہوا کیونکہ وہ اس کے طریقِ عمل سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس کے بعد سلمیٰ بھی نعشوں کی طرف گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا مینہ برسنے لگا۔

(۱۰۵)

زخموں پر نمک

سلمیٰ اسی حالت میں تھی کہ یکایک اسے خوف پیدا ہوا۔ اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ شاید چوکی پہرہ والوں کی نگاہ اس پر پڑے اور ایک نئی مصیبت اٹھ کھڑی ہو۔ چنانچہ اس نے بچہ کی نعش کو زمین پر رکھ دیا اور اس عبرتناک منظر کی طرف متوجہ ہو کر اس نے کہا: "اچھا رخصت ہوتی ہوں۔ اے ساکن جسمو جیہیں ذرا حرکت باقی نہیں ہے حشر تک کے لئے رخصت ہوتی ہوں۔ اللہ کو منظور ہے تو میں انتقام کی خبر لے کر تمہارے پاس آؤں گی۔" سلمیٰ نے یہ الفاظ ان جذبات کی بنا پر کہے تھے جو اس کے دل میں موجزن تھے کیونکہ ایسے ہولناک واقعات کے بعد ہی اس کے دل سے انتقام کا خیال محو نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد اپنی خیمہ کی طرف بڑھی۔ اور جب اندر داخل ہوئی تو اس نے حضرتِ زینبؓ کو نہایت بے چینی کی حالت میں پایا! چنانچہ وہ ان کی تسکین و تسلی کی کوشش کرنے لگی۔

دوسرے دن جب وشعوپ پھیلنے کے بعد عمر بن سعد کے لشکر نے کوفہ کی طرف کوچ کیا۔ حرم امام

کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ ان میں حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہ حضرت سکینہ حضرت زین العابدین اور دیگر مستورات اور کنیزیں تھیں۔ حضرت زینبؓ نے بہت معمولی کپڑے پہن لئے تھے۔ تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے۔ سلمیٰ بھی سب عورتوں کے ساتھ تھی جب یہ لٹا ہوا کارواں کوفہ میں داخل ہوا تو چاروں طرف سے لوگ جوق در جوق خاندان نبوت کے باقیماندہ ارکان کی زیارت کے لئے چلے آتے تھے۔ سلمیٰ اپنے نقاب کو ہٹا ہٹا کر لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتی تھی کہ شاید وہ عبدالرحمٰن یا عامر کو دیکھ سکے کیونکہ عابد نے اس کی امیدوں کو پھر زندہ کر دیا تھا۔ لیکن اس نے کسی کو نہ دیکھا جب قصر آپہنچا تو اہلبیت ہودنج سے اترے اور قصر کے ایک گوشہ میں جو ابن زیاد کے دربار سے قریب تھا جا بیٹھے۔ ابن زیاد اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ لوگ بکثرت اس کے پاس موجود تھے۔ سلمیٰ نے دیکھا کہ جناب امام کا فرق مبارک اس ملعون کے سامنے رکھا ہوا تھا اور وہ اُسے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جسکو آپ کے لبوں کو مار رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر زید بن ارقم سے ضبط نہ ہو سکا۔ آپ نے اٹھ کر باآواز بلند اس ملعون سے کہا "اپنی چھڑی ان مبارک لبوں سے ہٹا لے، خدا کی قسم میں نے رسولؐ اللہ کے لبوں کو ہزار بار ان پر دیکھا ہے" یہ الفاظ کہہ کر آپ بے اختیار رونے لگے۔

ابن زیاد: "خدا تجھ کو رُلائے، کیا تو خدا کی فتح پر روتا ہے؟ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں ابھی تیرے قتل کا حکم دیتا"

حضرت زید عالم رنج واندوہ میں دربار سے باہر چلے گئے اس کے بعد ابن زیاد عورتوں کی طرف گیا اور حضرت زینبؓ کی طرف ملتفت ہو کر بولا "یہ کون عورت ہے جو ان عورتوں کی سرگروہ ہے؟" حضرت زینبؓ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابن زیاد نے پھر اپنا سوال دہرایا جس پر ایک کنیز نے کہا "یہ حضرت زینب بنت فاطمہؓ بنت رسولؐ اللہ ہیں"

یہ سن کر ابن زیاد حضرت زینب کے پاس آیا جب سلمیٰ نے اسکو قریب آتے دیکھا تو اپنا چہرہ اچھی چھپا لیا تاکہ وہ اسے پہچان نہ سکے۔ لیکن ابن زیاد کو سلمیٰ کا خیال بھی نہ تھا وہ اسے حضرت زینبؓ کی ایک کنیز سمجھتا تھا۔ اور اس لئے اس نے سلمیٰ کی طرف توجہ بھی نہیں کی۔ لیکن حضرت زینبؓ سے کہنے لگا کہ "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمکو رسوا کیا۔ ہلاک کیا اور تمہارے فتنہ کو دبا دیا"

زینبؓ: "خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمکو اپنے نبی سے شرف بخشا اور ہمکو ہر آلودگی سے پاک کیا۔ خدا فاسق و فاجر کو رسوا کرتا ہے اور الحمد اللہ کہ ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے"

ابن زیاد: "تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے گھر والوں کے ساتھ کیا کیا؟"

زینبؓ: مشیت ایزدی یہی تھی کہ وہ شہید ہوں۔ اب قیامت میں وہ اور تم ایک ساتھ ہوگے اور وہ خدا سے انصاف چاہیں گے۔"

یہ سن کر ابن زیاد کو غصہ آیا اور وہ اپنے دانت پیسنے لگا لیکن ایک شخص نے بڑھکر کہا: "امیر عورت کی منطق سے جیتنا دشوار ہے وہ جو چاہے کہے لیکن اپنے آپ کو موردالزام نہیں سمجھتی۔" اس کے بعد پھر ابن زیاد حضرت زینبؓ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: "خدا کا شکر ہے کہ تمہارے باغی اور مجرموں کی طرف سے میرے دل کو تسکین حاصل ہوئی۔"

حضرت زینبؓ نے یہ الفاظ سنے تو آپ کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس ہوا۔ آپکا دل بھر آیا اور آپنے رو کر کہا: "ہاں تم نے میرے گھر کے مالکوں کو شہید کر دیا میرے اصل و فرع کو تباہ و برباد کر دیا۔ اگر اس سے تمہاری تسکین ہو سکتی تھی تو بیشک تمکو تسکین ہو گئی ہوگی۔"

ابن زیاد: (اپنے آدمیوں سے) "یہ انتہا کی دلیری ہے انکا باپ بھی والد دلیر اور شاعر تھا۔"

حضرت زینبؓ: "عورت کو دلیری سے کیا واسطہ، یہ الفاظ تو میری زبان سے جب نکلے ہیں کہ میرا دل خون ہو رہا ہے۔"

(۱۰۶)

مصائب کا آخری مرحلہ

یہ سن کر ابن زیاد نے نخوت و غرور کے ساتھ اپنے سر کو جنبش دی اور پھر اس طرف چلا گیا۔ جہاں حضرت علی اوسط تشریف رکھتے تھے۔ آپ ابھی تک بدستور بیمار و ناتواں تھے ابن زیاد نے آپ سے پوچھا۔

ابن زیاد: "تم کون ہو؟"

علیؓ: "میں علیؓ ابن حسینؓ ہوں۔"

ابن زیاد: (اپنے آدمیوں سے) "کیا حسینؓ ابن علیؓ کو خدا نے مقتول نہیں کیا؟"

علیؓ: "میرے ایک اور بھائی تھے اور ان کا نام بھی علیؓ تھا۔ ان کو لوگوں نے قتل کر ڈالا۔"

ابن زیاد: "نہیں بلکہ خدا نے قتل کر ڈالا۔"

علیؓ: "خدا قتل نہیں کرتا۔ خدا تو بندوں کو اٹھا لیتا ہے جب انکی موت کا وقت آپہنچتا ہے۔"

ابن زیاد: "یہ گستاخانہ جواب؟ (اپنے آدمیوں سے) لے جاؤ اسے قتل کر دو۔"

حضرت زینبؓ نے جب یہ بات سنی تو آپ دیوانہ وار دوڑی ہوئی آئیں اور عابد بیمار سے

لپٹ گئیں۔ اور آپ نے فرمایا "خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گی۔ اگر تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو اسکے ساتھ مجھے بھی قتل کر دے۔"

ابن زیاد تھوڑی دیر تک دونوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "ان لوگوں پر رحم کرنا ایک حیرت کی بات ہوگی اگر وہ اس کے ساتھ قتل ہو جانا چاہتی ہے تو یوں ہی سہی" پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا "اچھا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو پھر دیکھا جائیگا۔"

اس کے بعد ابن زیاد اپنے دربار سے رخصت ہو کر مسجد میں پہنچا اور ممبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ "خدا کا شکر ہے جس نے حق کی مدد کی۔ "امیر المومنین" یزید کو فتح بخشی اور صدق و کذب کا امتحان ہو گیا۔"

یہ الفاظ سن کر عبداللہ بن حنیف ازدی کھڑے ہوئے اور آپ نے کہا "اے دشمن خدا، کذاب تو ہے، تیرا باپ ہے اور وہ ہے جس نے تجھے گورنر بنا کر یہاں بھیجا اور اس کا باپ ہے، اے ابن مرجانہ تو نبیوں کی اولاد کو قتل کر کے صدیقوں کی جگہ ممبر پر بیٹھتا ہے؟"

ابن زیاد چلایا کہ "اسے لینا" چنانچہ سپاہیوں نے آپ کو پکڑ کر شہید کر ڈالا۔ اس واقعہ سے لوگ بہت خائف ہوئے اور پھر اہل بیت کی کھلم کھلا امداد کی لوگوں کو جرات نہ ہوئی۔

سلمیٰ کی حالت سنئے وہ برابر عبدالرحمٰن اور عامر کا پتہ لگانے میں مشغول تھی۔ اگر کسی کو بات کرتے ہوئے سنتی تھی تو فوراً اس کے کان کھڑے ہوتے تھے اور غور کرتی تھی کہ ان دونوں میں سے کسی کا تذکرہ تو نہیں ہے۔ حقیقت میں اس کا دل تو پہلے ہی سے مایوس ہو چکا تھا۔ مگر عابد کے کہنے سے اس کو عبدالرحمٰن کی موت و حیات میں شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ وہ تو کوفہ کی گلیوں میں جا کر عبدالرحمٰن کو تلاش کرتی۔ مگر افسوس کہ وہ م کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ اور اب اسے سب کے ساتھ دمشق جانا تھا۔

ابن زیاد نے حضرت امام رضؓ کے فرق مبارک کو ایک نیزہ پر رکھوا کر تمام کوفہ میں گشت کرایا۔

(۱۰۷)

دمشق کا سفر

کوفہ کے بازاروں میں جب سر اقدس کو پھرایا جا چکا تو ابن زیاد نے ایک جماعت کو حکم دیا کہ سید الشہدا اور ان کے رفقاء کے سروں کو اور بقیہ اہل بیت کو دمشق لیجا کر یزید سے استصواب کرے کہ اب ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے۔ چنانچہ یہ کارروان دمشق کی طرف روانہ ہوا۔

انہی اسیران بلا کے ساتھ سلمیٰ بھی تھی اور حضرت زینبؑ۔ سکینہؑ اور فاطمہؑ سے لحظہ بھر کو جدا نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ ان سب کو سلمیٰ سے بہت آرام و تسکین تھی۔ مگر سلمیٰ کے دلی خیالات سے کسی کو واقفیت نہیں تھی۔ ان کو بالکل خبر نہ تھی کہ سلمیٰ عبدالرحمن کی یاد میں ہر وقت مستغرق رہتی ہے اور نہ سلمیٰ ہی نے کبھی اس طرح کی گفتگو کا سلسلہ چھیڑنے کی جرات کی تھی۔ یزید بن معاویہ ابن زیاد کو کوفہ کا والی مقرر کرنے اور اُسے حضرت امام کی مدافعت و آپ کے مددگاروں اور رفیقوں کی بیخ کنی کا حکم دینے کے بعد واقعات مابعد سے بالکل بے خبر تھا اور اس کا دلی اضطراب روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ کیونکہ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حضرت امام کو مسلمانوں میں جو عام ہر دلعزیزی حاصل ہے۔ وہ اسے میسر نہیں اور بالکل ممکن ہے کہ خلافت کا مسئلہ ان کی طرف رجوع کرے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود اسے ابن زیاد پر بڑا اعتماد تھا۔ کیونکہ وہ اس کی اور اس کے باپ کی مکاریوں اور عیاریوں سے اچھی طرح واقف تھا اور متوقع تھا کہ وہ اپنے باپ ہی کا بیٹا ثابت ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی اس کو ابن زیاد کے ایسے شقی القلب ہونے کا گمان بھی نہ تھا۔ کہ وہ ملعون حضرت امام اور آپ کی اولاد امجاد کو شہید کر دیگا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچے گی اس نے آخر میں یہ انتظام کیا کہ تمام واقعات اسے پہنچتے رہیں۔ چنانچہ حضرت امامؑ کے مکہ سے روانہ ہونے اور کوفہ تک پہنچنے کا حال اُسے معلوم ہو چکا تھا لیکن اس کے بعد کے واقعات کی بالکل خبر نہ تھی۔

وہ اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ اعیان و اکابر کا ایک مجمع اس کے گرد تھا۔ کہ دربان نے اندر آ کے کوفہ کے قاصد کی اطلاع کی۔ یزید نے حکم دیا کہ اُسے اندر آنے دو۔ چنانچہ ایک شخص دربار میں داخل ہوا۔ آثار تکان سفر اس کے چہرہ سے نمایاں تھے۔ یزید نے اس سے پوچھا "تم کون ہو؟"

قاصد: "میرا نام زحر بن قیس ہے میں عبیداللہ ابن زیاد کا قاصد ہوں۔ مجھکو انہوں نے یزید کی خدمت میں بھیجا ہے؟"

یزید: "کیا خبر لائے ہو؟"

قاصد: "امیرالمومنین، فتح و نصرت کی خبر لے کر آیا ہوں"

یہ سن کر یزید کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ اور اس نے مسکرا کر کہا: "خدا تمہارا بھلا کرے"

قاصد: "امیرالمومنین، حسینؑ بن علیؓ ۱۸ عزیزوں اور ۶۰ رفیقوں کے ساتھ آئے تھے۔ ہم نے اُن سے کہا کہ آپ ہمارے امیر ابن زیاد کی اطاعت کریں یا جنگ کریں انہوں نے جنگ پسند کی"

یزید: "پھر کیا تم نے اُن سے جنگ کی؟"

قاصد: "ہاں امیر المومنین صبح ہوتے ہی ہم نے اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا اور جب ہم نے معرکہ آرائی شروع کی تو وہ لوگ ہم سے اس طرح نکل بھاگنا چاہتے تھے جس طرح کبوتر شاہین کے پنجہ سے بچنے کی بیکار کوشش کرتا ہے"۔

یزید: (جوشِ مسرت میں) "خدا تم کو برکت دے اور تم سے مجھ کو تقویت ہو"۔

قاصد: "پھر تو خدا کی قسم ہم نے اول سے آخر تک سب کو صاف کر دیا"۔

یزید: (حیرت زدہ ہو کر) "کیا سب کو قتل کر ڈالا"؟

قاصد: "ہاں آقائے من، سب کو۔ ان کے خالی ڈھیر خاک آلود کپڑے حاضر ہیں"۔

یزید: (چیخ کر) "اور حسینؓ"؟

قاصد: "حسینؓ کو بھی"

یہ سن کر یزید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے کہا "تم پر خدا کی لعنت ہو، میری خواہش یہ تھی کہ تم لوگ سب کچھ کرتے مگر حسین کو ہلاک نہ کرتے۔ خدا کی قسم اگر میں وہاں موجود ہوتا تو اُن کو معاف کر دیتا خدا حسینؓ کو معاف کرے"۔ اتنا کہہ کر یزید نے قاصد کو برا بھلا کہا اور دربار سے صلہ دیئے بغیر نکلوا دیا۔

(۱۰۸)
پشیمانی

قاصد کے جانے کے بعد یزید پر اور زیادہ حزن وملال ظاہر ہوئے۔ وہ اسی حالت میں تھا کہ صحن میں سے ایک آواز آئی: "ہم ایک سب سے زیادہ بے وقوف شخص کا سر لائے ہیں"۔ یزید نے چلا کر کہا "یہ الفاظ کس نے کہے"؟ لوگوں نے کہا کہ محضر بن ثعلبہ نے اس کے ساتھ چند لوگ اور بھی ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم (حضرت امام) حسینؑ کا سر لائے ہیں"۔

یزید نے کہا کسی ماں نے ایسا بیوقوف و احمق بچہ نہ جنا نہ ہوگا۔ جیسا محضر کی ماں نے محضر کو جنا ہے۔ پھر کہا "یہ شخص کہاں ہے اسے میرے پاس لاؤ"۔ چنانچہ لوگ اس کو لائے۔ اور حضرت امام کا سر یزید کے روبرو رکھا گیا۔ یہ ایک ایسا عبرتناک منظر تھا جس کو دیکھ کر پتھر کا دل بھی چاک ہوتا تھا۔ جب یزید کی نگاہ فرقِ مبارک پر پڑی تو اس کا سارا بدن کانپ گیا۔ اور اس ہولناک واقعہ کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی اور اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی محسوس ہوا کہ میں رسول اللہ کے نواسہ کا سر دیکھ رہا ہوں"۔ اسی اثناء میں یزید کی بیویوں میں سے ایک بیوی جس کا نام ہند بنت عبداللہ تھا یکایک دربار میں چلی آئی۔ اُسے دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ اس سے پہلے کہ یزید اس کے خلافِ معمول باہر آنے کا سبب

پوچھے اس نے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا: امیر المومنین، کیا یہ فاطمہ بنت رسول کے صاحبزادہ کا سر ہے؟" یزید نے اس کے جواب میں بھرائی ہوئی آواز کے ساتھ کہا: "ہاں یہ رسول اللہ کے نواسہ کا سر ہے اس پر نوحہ گر ہو، اس کا ماتم کر۔ افسوس خدا ابن زیاد کو غارت کرے کہ اس نے عجلت کر کے ان کو قتل کر دیا۔"

ہند زار زار رونے اور بین کرنے لگی۔ لیکن اسکو لوگوں نے حرم سرا میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد یزید نے لوگوں کو اذن عام دیدیا کہ وہ فرق مبارک کو آکر دیکھیں۔ لوگوں نے آکر دیکھا کہ سر مبارک یزید کے سامنے رکھا ہے۔ اور وہ چھڑی سے دہن مبارک کو چھو رہا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر ابو برزہ اسلمی سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور آپ نے یزید سے فرمایا: "تو اس جگہ کو چھڑی سے چھیڑ رہا ہے جس کو رسول اللہ کے لبوں نے مس کیا ہے۔ کیا یزید، تجھے روز قیامت پر ایمان نہیں۔ اس دن ابن زیاد تیرا شفیع ہوگا اور اس کا شفیع محمدؐ ہوگا۔" یہ کہکر آپ دربار سے چلے گئے۔

یزید نے جب یہ الفاظ سنے تو سر کی طرف دیکھا اُس کی آنکھوں میں اسوقت بھی آنسو بھرے ہوئے تھے اور اس نے کہا "خدا کی قسم اے حسین، اگر میں تمہارے پاس ہوتا تو میں کبھی قتل نہ کرتا۔" پھر وہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا "تم لوگ جانتے ہو کہ یہ واقعہ ہائلہ کیوں پیش آیا؟ جب حضرت امام حسینؑ کو معلوم ہوا کہ خدا نے یزید کو خلافت سے ممتاز فرمایا تو انہوں نے کہا میرا باپ علیؓ اس کے (یزید کے) باپ سے اچھا ہے۔ میری ماں فاطمہ اس کی ماں سے اچھی ہیں۔ اور میرے نانا رسول اللہ اس کے نانا سے اچھے ہیں اور میں خود اس سے اچھا ہوں۔ اس لئے خلافت کا میں مستحق ہوں نہ کہ وہ۔ ان کا یہ کہنا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے اچھا ہے۔ اس کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ میرے باپ اور ان کے باپ نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ اور دنیا کو معلوم ہے کہ خدا نے کس کے حق میں فیصلہ کیا۔ ان کا یہ کہنا کہ میری ماں یزید کی ماں سے اچھی ہے تو خدا کی قسم مجھے تسلیم ہے۔ کہ میری ماں کو حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ سے کوئی نسبت نہیں۔ اسی طرح ان کا مقولہ کہ میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر ہیں بالکل صحیح ہے کوئی شخص جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہی یہ نہیں کہہ سکتا کہ رسولؐ اللہ سے بہتر بھی کوئی شخص ہم میں ہیں۔

(۱۰۹)

فاطمہؓ بنت حسین

جب یزید نے اپنی گفتگو ختم کی تو لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اپنی حرکات کے

متعلق عام نفرت وحقارت کو کمزور کرنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ اسی اثنا میں یزید نے اپنے مکان کے اندر شور سنا۔ لہٰذا اس نے گھبرا کر پوچھا "یہ کیسا شور ہے" جواب دیا گیا کہ جناب امامؑ کی حرم صحن مکان میں تری ہیں یزید نے حکم دیا کہ ان کو میرے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ سب کو دربار میں لایا گیا۔ سب کے ساتھ سلمیٰ بھی تھی لیکن اس نے اپنے آپ کو اچھی طرح چھپا لیا تھا اور یزید کے شناخت کر لینے سے بالکل بے خوف ہو گئی تھی۔ مگر یزید کا دربار دیکھ کر اس کا دل بھر آیا اور اسے وہ زمانہ یاد آ گیا جب کہ وہ اس قصر میں آ گئی تھی۔ اور اس نے مخفی طور پر عبدالرحمٰن کو ایک مجرم کی حیثیت میں اسی جگہ دیکھا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا رنج و غم چند تازہ ہو گیا۔ لیکن اس نے صبر سے کام لیا۔

حضرت فاطمہ اور سکینہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یزید کے سامنے ان کے باپ کا سر رکھا ہے تو وہ بے قرار ہو کر اس کے دیکھنے کے لئے آگے بڑھیں۔ لیکن یزید اس کو چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ لڑکیوں نے جب سر مبارک کو دیکھا تو بے اختیار با آواز رونے اور چلانے لگیں۔ اس موقعہ پر تمام عورتیں رو دیں۔ اور معاویہ کی بیٹیوں نے بھی گریہ و زاری کی حضرت سکینہ حضرت فاطمہ سے کچھ بڑی تھیں آپ نے یزید سے فرمایا۔ حضرت سکینہ: "کیوں یزید کیا رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں کنیز بنیں گی؟"

یزید: "بھتیجی میں اس بات کو بہت ناپسند کرتا ہوں"

اس موقعہ پر اہل شام میں سے ایک شخص موجود تھا۔ اس نے یزید سے کہا "اس کو مجھے دیدیجئے" اس کی مراد حضرت فاطمہ سے تھی۔ حضرت فاطمہ نے جب یہ الفاظ سنے تو آپ کانپنے لگیں اور سمجھیں کہ وہ مجھے کنیز بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا ڈر کر آپ نے حضرت زینب کا دامن پکڑ لیا۔ حضرت زینب نے اس ملعون شامی کی طرف ہو کر فرمایا "او کاذب تجھ پر خدا کی مار ہو۔ یہ نہ تیرے لئے ہے اور نہ یزید کے لئے"

یزید حضرت زینبؓ کی اس بات پر برہم ہوا اور کہنے لگا "تم غلط کہتی ہو خدا کی قسم میں جو کچھ چاہتا ہوں کر سکتا ہوں"

حضرت زینبؓ: "ہرگز نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا۔ مگر ہاں جب کہ تو ہماری ملت سے نکل جاؤ اور ہمارے دین کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے"

یزید: "یہ غلط ہے"

اس کے بعد یزید خاموش ہو گیا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ علی ابن حسینؓ کو میرے پاس لاؤ چنانچہ آپ کو اس طرح لایا گیا کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور آپ کی گردن میں طوق پڑا ہوا تھا۔ کمسنی اور بیماری کی وجہ سے یہ تکلیف آپ کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ آپ یزید کے روبرو کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا۔

"اگر رسول اللہ ہم کو طوق اور ہتھکڑی پہنے ہوئے دیکھتے تو یقیناً ہم کو آزاد فرماتے۔"

یزید۔ "(پشیمان ہو کر) سچ کہتے ہو۔"

یزید نے حکم دیا کہ آپ کی ہتھکڑی اور طوق کو دور کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "اگر رسول اللہ ہم کو اس قدر فاصلہ پر ملاحظہ فرماتے تو ہم کو ضرور اپنے پاس بلاتے۔" یزید نے یہ سن کر عابد بیمار کو اپنے پاس بلایا۔ اور کہا: "علیؓ بن حسینؓ دیکھو تمہارے باپ نے میری رشتہ داری کے حقوق منقطع کر دئے اور مجھ سے جنگ کی پھر تم نے دیکھ لیا جو کچھ خدا نے ان کے ساتھ کیا۔"

علیؓ۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبرأھا ان ذالک علی اللہ یسیر لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتکم واللہ لا یحب کل مختال فخور[1]

یزید۔ "سچ کہتے ہو۔"

(۱۱۰)
سلمیٰ کی روانگی

اس اثنا میں سلمیٰ پر عجب کیفیت طاری ہوئی کئی بار وہ بے اختیار ہو کر بولنے کو ہوئی اور اگر کہیں وہ دخل دیتی تو معاملات میں بہت پیچیدگی پیدا ہو جاتی لیکن جب اُس نے دیکھا کہ یزید خاموش ہو گیا تو اس کو کسی قدر تسکین ہوئی۔ پھر اس نے دیکھا کہ یزید نے ہاتھ سے اشارہ کر کے حکم دیا کہ اب ان لوگوں کو دربار سے لیجاؤ۔ چنانچہ سب کو زنانہ مکان میں داخل کیا گیا۔ اب سلمیٰ کو بہت فکر پیدا ہوئی۔ کیونکہ عورتوں میں وہ نقاب ڈال کر نہیں رہ سکتی تھی۔ اب اس نے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ دیکھا کہ حضرت زینبؓ سے اپنی پریشانی ظاہر کر کے مشورہ طلب کرے۔ حضرت زینب کو سلمیٰ کے قصر یزید آنے کا کل حال معلوم تھا۔

بہر کیف جب عورتوں کو زنانہ مکان میں داخل کیا گیا تو معاویہ کی عورتوں اور دیگر مستورات نے اہل بیت نبوی کی پیشوائی کی۔ اور ان کے ساتھ ملکر روئیں۔ دیر تک ماتم برپا رہا۔ سلمیٰ قصر کی عورتوں کو دیکھ رہی تھی۔ ان میں وہ ضعیفہ بھی تھی جس سے ناظرین واقف ہو چکے ہیں۔ سلمیٰ عورتوں سے اپنے آپ کو چھپاتی پھرتی تھی۔ اور حضرت زینبؓ سے اپنا حال بیان کرنے کے لئے موقعہ کی منتظر تھی۔ آخر شام

[1] ہر ایک مصیبت جو زمین پر یا تمہارے نفسوں پر آتی ہے وہ آنے سے پہلے ہی کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ تاکہ گمشدہ چیزوں پر تم رنج و افسوس نہ کرو۔ اور جو انعامات تمکو حاصل ہوں اس پر مت پھولو کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

کو اسے موقعہ ملا اور اس نے اپنا دکھ حضرت زینبؓ سے بیان کیا۔ جس پر آپ نے نہایت ہمدردی کے ساتھ فرمایا۔

حضرت زینبؓ: "یہ نہ سمجھو کہ میں تمہارے حال کو بھول گئی مجھے اپنے گریہ وزاری کے وقت بھی تمہارا خیال تھا۔ اچھا اب سنو، یزید نے ہم کو رہنے سہنے کے متعلق آزادانہ اختیار دیا ہے۔ لہذا ہم اس کی کوشش کرینگے کہ شہر میں جاکر رہیں۔ پس اسوقت اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو گی تو بڑی خوشی کے ساتھ رہ سکوگی"

سلمیٰ: "جناب عالی، آپ جیسا فرما رہی ہیں اس پر کاربند ہونے کے لئے میں تیار ہوں۔ لیکن ابتک میری آس ٹوٹی نہیں ہے۔" (رونے لگی)

حضرت زینبؓ: "خدا نہ کرے کہ تمہاری آس ٹوٹے"

اتنا کہہ کر حضرت زینبؓ خاموش ہوگئیں، کیونکہ آپ کو عبدالرحمٰن وعامر کے انجام سے بالکل ناواقفیت تھی اور آپ کو یہ خیال تھا کہ شاید وہ کام آگئے۔ لیکن تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آپ نے فرمایا۔

حضرت زینبؓ: "خیر اس معاملہ پر ہم پھر غور کرینگے۔ لیکن بحالت موجودہ میں اس قصر میں تمہارا ٹھہرنا نہایت مخدوش سمجھتی ہوں"

سلمیٰ: "یہی میرا خیال ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں غوطہ کی طرف چلی جاؤں اور وہاں جاکر دیر خالد میں قیام کروں، پھر جب آپ شہر میں چلی جائیں گی تو میں آپ سے ملوں گی"

سلمیٰ نے دیر خالد کو اس لئے پسند کیا تھا کہ وہ اس بہانہ سے اپنے مظلوم باپ کی قبر پر ایکبار اور حسرت کے آنسو بہالے۔

حضرت زینبؓ: "میرے خیال میں یہ نہایت مناسب رائے ہے۔ تم دیر خالد میں اسوقت تک رہو کہ ہم شہر میں جاویں"

اس کے بعد حضرت زینبؓ نے ایک معقول تدبیر کے ساتھ سلمیٰ کو قصر کے باہر بھیجدیا۔ سلمیٰ دیوانہ وار قصر سے نکلی۔ کیونکہ ہجوم رنج وغم سے اس کے حواس بجا نہ تھے طرح طرح کے خیالات اس کے دل ودماغ پر چھائے ہوئے تھے جب سلمیٰ قصر کی حدود سے نکل گئی تو وہ شہر کے بازاروں میں ہوتی ہوئی غوطہ کی طرف بڑھی۔ جب باغ کے پھولوں کی خوشبو اس کے دماغ میں آئی اور درختوں کے جھنڈ پر اس کی نگاہ لگی تو اس کے دل میں کسی نے ایک تیر مارا کیونکہ اسے عبدالرحمٰن کے ہمراہ یہاں موجود ہونا یاد آگیا۔ آخر اسی عالم یاس وحسرت میں وہ اپنے باپ کی قبر کو روانہ ہوئی۔

(۱۱۱)

نوحہ غم

سورج ڈوباچاہتا تھا۔ رات قریب تھی۔ جب کہ سلمیٰ اپنے باپ کی قبر تک پہنچی اس نے اپنے آپ کو زمین پر گرادیا۔ اور زار زار رونے لگی۔ اور اتنا روئی کہ قبر کا ایک بڑا حصہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ جب آنکھیں آنسوؤں سے درد پیۂ کرنے لگیں تو سلمیٰ نے اپنے باپ کی روح کو مخاطب کر کے اس طرح کہنا شروع کیا۔

"آہ اے پدر بزرگوار اٹھئے اور اس لڑکی کو دیکھئے جو آپ کی پسماندہ ہے اور جو ایسی بدنصیب ہے جسکو ایسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے جو عورتوں کی طاقت سے بالاتر ہیں۔ میں جب جوان ہوئی تو میرے ساتھ انتقام کا خیال بھی جوان ہوا۔ مگر افسوس کہ انتقام میں مجھے کسی طرح کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔ خدا کے لئے اٹھئے اور دیکھئے کہ کیا ہوا۔ اس لڑکی کو دیکھئے جس کے زندہ رہنے کا کوئی سہارا باقی نہیں رہا ہے۔ اور جس نے آپ کا انتقام لینے کے لئے اپنی جان سے بھی دریغ نہیں کیا۔ اور عبدالرحمٰن اپنے محبت کرنے والے کو بھی نہیں روکا۔ آہ آج کون ہے جو مجھے اس کی زندگی کا یقین دلائے۔ آہ ایسا کوئی نہیں کرسکتا۔ عبدالرحمٰن کیونکر زندہ رہ سکتا ہے۔ جب کہ کاتب تقدیر نے اچھے اور پاک لوگوں کا قتل کیا جانا روز ازل سے لکھدیا ہے۔

اے پدر بزرگوار آپ کو اپنی زندگی میں کبھی گمان بھی نہ گذرا ہو گا کہ حضرت امام حسین ؑ کو شہید کیا جائیگا۔ اور آپ کا سر یزید ملعون کے روبرو رکھا ہو گا۔ افسوس کس طرح اہلبیت کی خونریزی ہوئی اور ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ آہ عمارت نبی کا ستون گرادیا گیا۔ خدایا اب تو مجھے بھی اٹھالے۔ جب حسین ؑ نہ رہے اُن کے صاحبزادے نہ رہے ان کے بھائی بھتیجے نہ رہے اُن کے رفقاء کو ظالموں نے خاک میں ملادیا۔ خدایا حق کو باطل نے کیوں کر مغلوب کردیا۔ خدایا مجھ جیسی بے بس لڑکی پر رحم کر۔"

سلمیٰ نہایت دردناک الفاظ میں باآواز بلند اپنے خیالات ظاہر کررہی تھی۔ اس کا ذہن اس رات کی طرف منتقل ہوا۔ جبکہ وہ عبدالرحمٰن اور عامر کے ہمراہ اس جگہ آئی تھی۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس کو معلوم ہوا کہ گویا عبدالرحمٰن خنجر لئے ہوئے اس کے سامنے کھڑا ہے اور قتل یزید کی قسم کھارہا ہے۔ سلمیٰ کا دل اسوقت زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس نے چلا کر کہا عبدالرحمٰن، اے میرے عاشق، تو میری دنیا ہے۔ میری امید تجھ سے وابستہ ہے، تو کہاں ہے؟ کیا ابھی تک تو زندہ ہے؟ جب میں تجھ کو پکاروں گی تو کیا تو میری آواز سنے گا۔ آہ تو مجھ کو مردہ کہہ رہا ہے لیکن میں بانصیب زندہ ہوں۔ کون ہے جو مجھے میری زندگی کی خبر دے۔ خدا کے

تو زندہ ہو۔ نہیں تو زندہ ہوگا تو کیونکر مر سکتا ہے۔ تیرا جسم کس طرح خاک ہو سکتا ہے۔ کیا کیڑوں کو جرارت ہو سکتی ہے کہ تیرے بدن تک پہنچیں۔ اے محبوب۔ نزین عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن، خدا کے لئے مجھے بتا کہ کیا تو زندہ ہے؟ تاکہ میں صرف تیرے لئے زندگی چاہوں۔ اور اگر تو زندہ نہیں تو تجھ سے آملنے کے لئے عجلت کروں، نہیں نہیں تو زندہ ہے۔ مگر آہ یہ نہیں کہہ سکتی کہ تو کہاں ہے۔

اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے سلمیٰ تھک کر خاموش ہو رہی اور اس نے اپنے آنسو پونچھے پھر اس نے گھبرا کر کہا۔

"خدایا کیا ماجرا ہے، میں عبدالرحمٰن کو اپنے سامنے دیکھ رہی ہوں۔ اور اس کی نگاہ مجھ پر جمی ہوئی ہے۔ لیکن وہ مجھ سے بات نہیں کرتا۔ مجھ سے باتیں کرو۔ عبدالرحمٰن میرے پاس آؤ، میرے آنسوؤں کو دیکھو۔ جنہوں نے زمین تر کر دی"

اس کے بعد وہ اپنی آنکھیں ملنے لگی اور اس نے کہا۔

"آہ یہ کیا ہوا۔ اب تو مجھے کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ کیا یہ عبدالرحمٰن کی روح تھی۔ اے میرے محبوب کی روح تو پھر جلوہ گر ہو۔ اور مجھے بھی اپنے ساتھ لیجا۔ آہ عبدالرحمٰن زندہ نہیں ہے۔ افسوس جب ان شقی القلب لوگوں نے حضرت امام اور ان کی اولاد کو باقی نہیں رکھا۔ تو عبدالرحمٰن و عامر کو کیا زندہ رکھا ہوگا" اتنا کہہ کر سلمیٰ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی شاخوں کے اندر سے منتشر تارے دکھائی دیئے۔ اس نے پکار کر کہا "اے عالم ارواح کے رہنے والوں میں پھر اسی مناجات کی منتظر ہوں جیسے اس سے پہلے سن چکی ہوں۔ ہاں میں نے اس قبر پر سنا ہے کہ "بشر الذین ظلموا الذاب الیم" آہ وہ عذاب کہاں ہے کیا تو فردوس مگر ظالموں کے لئے نہیں ہے۔ مجھ بدنصیب کے لئے ہے"

اب سلمیٰ بہت تھک گئی تھی ہذا تکان نے اسے خاموش کر دیا۔ تاہم اس پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہوئی اس نے قبر کی مٹی اپنے چہرہ پر ڈالنی شروع کی۔ اور پھر دیوانہ وار زمین پر لوٹنے لگی۔ چند لمحوں کے بعد اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اسی حالت میں دن نکل آیا۔ اور لوگوں نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو میرا کیا حال ہوگا۔ اس خیال کا دل میں آنا تھا۔ کہ اُسے یزید کے سپاہی سامنے کھڑے ہوئے دکھائی دینے لگے جو آتشیں نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے اس کے بدن میں خون جم گیا اور اس کا دل زور زور سے اچھلنے لگا۔

(۱۱۲)

"عابد سے ملاقات"

وہ اسی حالت میں تھی اور تنفس کی رفتار بھی کم ہوگئی تھی کہ یکایک اس نے کسی کے کھانسنے کی آواز سنی ایک بیساختہ چیخ سلمیٰ کے منہ سے نکلی اور نیم بیہوشی کی حالت میں وہ آنے والے مصائب کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو بیٹھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک شبیہہ اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس شبیہہ کو دیکھ کر وہ چلا اٹھی "تو کون ہے، تیرا برا ہو، تو کون ہے؟ جن ہے کہ انسان ہے، خدا سے ڈر اور میرے قریب نہ آ"

سلمیٰ نے اپنی بات ختم کی تھی کہ اس نے اس شبیہہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، "سلمیٰ ڈرو نہیں" یہ الفاظ سن کر سلمیٰ سمجھی کہ اس کے باپ کی روح ہے اور اس خیال کے ساتھ ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور وہ سر سے پاؤں تک کانپنے لگی۔

جب وہ شبیہہ سلمیٰ کے پاس آئی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کا باپ نہیں بلکہ عابد ہے۔ عابد کو دیکھ کر سلمیٰ کو غش آگیا۔ عابد نے اسے اٹھایا اور ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں جب سلمیٰ کو ہوش آیا تو عابد نے کہا۔

عابد: "سلمیٰ، مجھے اس کھانسی پر معاف کرو، جو بے اختیار آگئی اور تمہارے ڈر جانیکا باعث ہوئی"

سلمیٰ: "عبدالرحمن کہاں ہے، خدا کے لئے بتاؤ، اگر آپ میں کچھ کرامت ہے، ورنہ مجھے بھی یہیں دفن کردو، ہاں مجھے قتل کردو، اور دفن کردو۔"

عابد نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا لیکن باآواز بلند رونے لگا۔ سلمیٰ کے پاس سے ہٹ کر وہ مٹی اپنے چہرہ پر ڈالنے لگا۔ وہ زار زار روتا تھا اور کہتا تھا "اے حجر، اے پیارے تو نے امام علیؑ کی امداد میں اپنی جان قربان کی، اٹھ اب ان کے صاحبزادے کی امداد کر۔ آہ نہیں اٹھ اور ان پر آنسو بہا، اُن کی اولاد کا اولاد کا ماتم کر، ان کے تمام اہل بیت کا غم کر، آہ سب راہی ملک بقا ہوئے حجر تو کیسا خوش قسمت ہے۔ کہ تو آج ان کی خدمت میں حاضر ہے۔"

سلمیٰ نے جب عابد کو اس حالت میں دیکھا تو اپنا رنج و غم بھول گئی اور اس کے متغیر حال پر متحیر ہونے لگی۔ اسے وہ باتیں بھی یاد آئیں جو اس نے مقتل شہداء میں سن رسیدہ عابد کی زبان سے سُنی تھیں۔ اسے بڑا اشتیاق پیدا ہوا کہ عابد کی اصل و حقیقت سے آگاہ ہو چنانچہ اُس نے پوچھا۔"

سلمیٰ: "آپ کون ہیں؟ مجھے بتائیے اور میری پریشانی دور کیجئے"
عابد نے جب سلمیٰ کا یہ سوال سُنا تو اس کی حالت متغیر ہوگئی۔ اور اس کو ندامت ہوئی کہ میں کیوں ایسا بے قابو ہو کر اظہار رنج و غم کرنے لگا۔ اس نے کہا۔
عابد: "سلمیٰ تم ایسی باتیں پوچھتی ہو جن کا دریافت کرنا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے اگر تمہیں یہ معلوم کرنے کا اشتیاق ہے کہ میں کون ہوں تو وہ وقت قریب آنے والا ہے۔ جب کہ تم کو یہ بات معلوم ہو جائے گی۔ لیکن وقت سے پہلے مجھے اپنا راز فاش کرنا منظور نہیں"
سلمیٰ یہ سن کر چپ ہو رہی کیونکہ وہ عابد کو ناخوش نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد اُس نے موضوع سخن بدلکر پوچھا۔
سلمیٰ: "اچھا مجھے بتائیے کہ عبدالرحمن زندہ ہے؟ اور اگر زندہ ہے تو کہاں ہے؟"
عابد: "مجھے معلوم نہیں، اور اگر مجھے معلوم بھی ہو تو میں تم سے جو کچھ کہونگا اس پر توجہ نہ کروگی"
سلمیٰ: "آپ کہئے، خدا کے لئے کہئے۔ میں سراپا توجہ بنکر سنوں گی۔"
عابد: "اچھا تو میں جو کچھ کہونگا وہ تم کروگی"
سلمیٰ: "ہاں آپ جو کچھ فرمائیں گے میں اس کی تعمیل کرونگی۔ اگر آپ فرمائیں گے کہ قبر میں زندہ دفن ہوجاؤ تو میں اس سے بھی انکار نہ کرونگی"
عابد: "خیر میں ایسی کوئی بات کیوں کہونگا۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اب تم اس طریق زندگی کو چھوڑدو، اور میرے ساتھ ایک دیر میں چلو، ہم اس میں چل کر ٹھہریں تاکہ وہاں نہ ہم لوگوں کو دیکھیں اور ان کے مظالم کے افسانے ہم تک پہنچ سکیں"
سلمیٰ یہ سن کر حیرت زدہ رہ گئی۔ اور اس کا دل نہایت رنجیدہ ہوا۔ اُس نے گھبرا کر پوچھا
سلمیٰ: "اور عبدالرحمن؟"
عابد: "میں نے تو تم سے کہدیا کہ دخل در معقولات نہ دو اور میں جو کچھ کہتا جاؤں وہ کرتی جاؤ"
سلمیٰ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اگرچہ اس کا دل درد سے خون ہو رہا تھا پھر اُس نے دریافت کیا۔
سلمیٰ: "آپ کی مراد کس دیر سے ہے، کیا اسی دیر خالد میں ہم کو رہنا ہوگا؟"
عابد: "ہرگز نہیں۔ اب ہم اس جوار میں قیام نہیں کریں گے۔ ایک اور دیر 'دیر جبار' کے نام سے ہے وہاں چلکر رہیں گے۔ اگرچہ میرے دل پر اس قبر کی جدائی نہایت شاق ہے"

سلمیٰ: "وہ کہاں ہے؟"

عابد: "وہ بلقا کی طرف یہاں سے چند منزل کے فاصلہ پر ہے۔"

(۱۱۴)

دیر بحیرا کی طرف روانگی

عابد کو پہچان کر سلمیٰ کا خوف دور ہو گیا تھا۔ اور اُس کے اضطراب و قلق میں ایک بڑی حد تک کمی ہو گئی تھی۔ لیکن وہ حقیقت حال سے بالکل بے خبر تھی۔ اور اسکا دل جرات نہیں کر سکتا تھا کہ عابد سے عبدالرحمن کے متعلق تفصیلی حالات دریافت کرے۔ کیونکہ عابد نے اسے سوال کرنے سے روک دیا تھا۔ آخر اس نے اپنے دل کو تسکین دی۔

سلمیٰ کو جب اس امر کا یقین ہوا کہ عابد دیر میں اقامت کرنے کے لئے اصرار کر رہا ہے تو اس کے دل کو بڑا صدمہ پہنچا۔ کیونکہ وہ ابھی بالکل نوجوان تھی اس کے دل میں ہزاروں امنگیں موجزن تھیں اور اس کے لئے نہایت دشوار تھا کہ آباد دنیا کو چھوڑ کر عبدالرحمن کی ولولہ انگیز یاد دل سے نکال کے ایک راہبہ کی صورت میں اپنی آئندہ زندگی بسر کرے۔ ہاں اگر اس کو عبدالرحمن کی موت کا یقین ہو جاتا تو پھر وہ اس سے زیادہ تکلیف دہ زندگی بسر کرنے کے لئے آمادہ تھی۔ عبدالرحمن کے متعلق اسے حضرت زینبؓ سے صرف اس قدر معلوم ہو سکا تھا کہ وہ عامر کے ہمراہ کوفہ کی طرف گیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ علم نہ تھا وہ انہی خیالات میں مستغرق تھی۔ جب عابد نے اس کو اس طرح خاموش دیکھا تو کہا۔

عابد: "کہو سلمیٰ! تمہارے دل میں اس وقت کیا خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دیر بحیرا میں اقامت کرنے سے کچھ افسردہ اور پریشان ہو؟ لیکن سلمیٰ یاد رکھو کہ اگر میں وہاں عبدالرحمن کے آملنے کی توقع نہ رکھتا تو کبھی تم کو اس طرف چلنے کے لئے مجبور نہ کرتا۔" اتنا کہہ کر عابد کی آواز بھر گئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسے بے اختیار رونا آرہا ہے لیکن وہ ضبط کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔"

عابد کی اس گفتگو سے سلمیٰ پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ ملول و رنجیدہ ہو گئی۔ کیونکہ وہ ابتک یہ سمجھ رہی تھی اور امیدوں نے اُسے یہ فریب دے رکھا تھا کہ عبدالرحمن کوفہ میں ہو گا۔ اس نے اسوقت اپنے دل میں کہا کہ اگر عبدالرحمن کوفہ میں نہیں تو پھر کہاں ہے اور کہاں ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا جواب اس کو کچھ نہ مل سکا اور وہ بے حد اداس اور دل شکستہ ہو گئی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ عابد نے کہا۔

سلمیٰ! "کیا میں حضرت زینبؓ اور بقیہ اہل بیت کو چھوڑدوں میں نے تو اُن سے یہ وعدہ کیا تھا کہ

جب وہ قصر یزید سے رخصت ہو کر شہر میں آجائیں گی تو میں اُن سے ملوں گی۔"

عابد: "اب مناسب نہیں کہ تم اُن کے ساتھ رہو بس اس قدر کافی ہے جو تم کر چکی ہو۔ اب یہی بہتر ہے۔ کہ تم میرے ساتھ دیر بحیرا کو چلو۔ ہم وہاں اس وقت تک قیام کرینگے۔ جب تک خدا ہمارے دن پھیرے۔"

سلمیٰ: "اچھی بات ہے آپ جو کچھ فرماتے ہیں۔ میں اس پر عمل کرنے کے لئے بسر و چشم تیار ہوں۔ خدا پر میرا بھروسہ ہے۔ مگر اب یہ تو بتائیے کہ آج کی رات کہاں بسر کی جائے؟"

عابد: "رات ہم یہیں بسر کرینگے کوئی ڈر کی بات نہیں۔ اب بالکل امن و امان ہے تم سو رہو۔ اور میں بیدار رہونگا کیونکہ میں تمام دن سوتا رہا ہوں۔"

بہرکیف عابد و سلمیٰ نے یہ رات یہیں بسر کی سلمیٰ افکار و آلام کے سمندروں میں غرق تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہوا۔ کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے جب صبح ہوئی تو عابد نے کہا۔

عابد: "بیٹی دیکھو۔ اب ہم یہاں سے بصریٰ چلتے ہیں اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم پیادہ پا سفر کریں۔"

سلمیٰ: "اس بات کی تو مجھے پروا ہی نہیں کیونکہ جب آپ بوڑھے ہو کر اس مشقت کے لئے آمادہ ہیں تو مجھے آپ سے زیادہ آمادہ ہونا چاہئے۔"

عابد: "دیکھو، پہلے تو ہم چند روز جنوب کی طرف چلیں گے اور بصریٰ پہنچیں گے۔ کیونکہ یہ روم کا ایک مشہور شہر ہے اور عربوں کی تجارت کا مرکز ہے۔"

سلمیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا اور بالکل خاموش رہی۔ اس کی خاموشی کا یہ مطلب تھا کہ وہ عابد کے ہر اشارے پر چلنے کے لئے تیار تھی۔

عابد: "اچھا جب تک میں واپس نہ آؤں تم یہاں ٹھہرو۔"

یہ کہہ کر عابد چلا گیا۔ جب واپس آیا تو اس کے پاس کچھ میوا اور کچھ کھانا تھا۔ سلمیٰ اور عابد نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر عابد نے کہا اتنا کھانا دن بھر کو کافی ہے کل کا رزق کل کے سر ہے۔"

(۱۱۴)

"چند لمحے بصریٰ میں"

عابد اور سلمیٰ چند روز تک آہستہ آہستہ چلنے کے بعد بصریٰ میں جا پہنچے۔ عصر کا وقت تھا۔ سلمیٰ کو سخت تکان ہو رہا تھا اور اس کی حالت مشقت سفر نے بالکل متغیر کر دی تھی۔ عبدالرحمن کی صورت ابتک اس کے ذہن سے فراموش نہیں ہوئی تھی۔ لیکن وہ کوئی ذریعہ نہیں رکھتی تھی اور عبدالرحمن

کے جائے قیام سے بالکل ناواقف تہی۔ سلمیٰ صرف یہ خیال کر کے عابد کے ساتھ ہولی تہی کہ وہ صاحب کرامت ہے اور کسی طرح اس کا بدخواہ نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں اس کو یہ بہی توقع تہی کہ عابد کوئی ایسا کام نہیں کریگا جس کا انجام منفعت پر مبنی ہو۔ بہرکیف جب دونوں بصری پہنچے تو سلمیٰ اس قدیم شہر کی آبادی و عمارات کو دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور سب سے زیادہ حیرت اُسے ایک آب رواں کو دیکھ کر ہوئی جو موجیں مار رہا تھا۔ اور جس میں آفتاب کی آخری شعاعوں کا منعکس ہونا نہایت خوشگوار معلوم ہوتا تھا۔ سلمیٰ نے عابد سے پوچھا کہ یہ کون سا دریا ہے۔ عابد نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ دریا نہیں ہے بلکہ ایک بڑا حوض ہے جو اہل بصری کا ذخیرہ آب ہے۔ اس حوض کا طول ۱۲ سو گز اور عرض ۵ سو گز ہے اس بڑے حوض کے علاوہ بصری میں اور بہی چند حوض ہیں۔ لیکن اب وہ منہدم ہو گئے ہیں۔ عابد نے سلمیٰ کو بصری کی مختصر قدیم تاریخ سنائی اور بتایا کہ یہاں جس قدر عمارات ہیں ان میں لکڑی کا استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ مکانات کی چھتیں چوکھٹ کواڑ غرض ہر چیز پتھر کی تیار کی گئی ہے۔ یہاں مختلف اقسام کے پتھر پائے جاتے ہیں۔ اور اہل بصری پتھر کے تراشنے اور اس کی مختلف چیزیں تیار کرنے میں کمال رکھتے ہیں۔ یہ حالات سن کے سلمیٰ کے دل میں کمال اشتیاق پیدا ہوا کہ وہ ایک دو روز قیام کر کے اس شہر کے بازاروں اور مکانات کو ایک نظر دیکھے۔

(۱۱۵)

دیر بحیرا میں قیام

اثنائے گفتگو میں عابد نے ظاہر کیا کہ میں اپنے زمانہ شباب میں مسیحی تہا۔ اور اس کے بعد اسلام لایا۔ یہ سن کر سلمیٰ نے عابد کو غور سے دیکھا اور اپنے دل میں خیال کیا کہ عجب نہیں یہ کرزی قبیلہ سے ہو کیونکہ بنی کندی اسلام لانے سے پہلے مسیحی تھے۔ لیکن وہ عابد سے اس طرح کے سوالات اور گفتگو کی جرات نہیں کر سکتی تہی۔ اور اسے اندیشہ تہا کہ ایسی باتوں سے عابد خفا ہو گا۔

دوسرے دن عابد و سلمیٰ دیر بحیرا کو روانہ ہو گئے۔ جب دیر آ گیا تو سلمیٰ اس کی شان و عظمت سے نہایت متعجب ہوئی۔ عابد نے سلمیٰ کو بتایا کہ عرب میں مسیحت کا یہ سب سے بڑا مرکز ہے۔ یہاں سے دوسری ولایتوں کو نائب بہیجے جاتے ہیں لیکن بڑے اسقف کا صدر مقام یہی دیر ہے سلمیٰ نے دیکھا کہ دیر میں کثرت سے راہب اور عبادت گزار چل پھر رہے تھے۔ سلمیٰ نے عابد سے پوچھا کہ "دیر بحیرا کہاں ہے" عابد نے بتایا کہ اس طرف ہے، سلمیٰ نے کہا بہتر ہے کہ ہم وہیں چل کر ٹھہریں۔ عابد سلمیٰ کو لیکر روانہ ہوا لیکن راہبوں نے ذرا بہی توجہ نہ کی۔ کیونکہ دیر میں اس طرح کے صدہا آدمی آتے جاتے رہتے تھے اور

وہ زائرین و مساکین اور مسافروں کا ایک مامن و ملجا تھا، جب سلمیٰ دیر بحیرا میں پہونچی تو اس کی عمارت دیکھ کر سخت متعجب ہوئی۔ اور اس نے عابد سے دریافت کیا۔

سلمیٰ: "اچھا تو یہی دیر بحیرا ہے؟ مگر ہم اس میں کیونکر رہ سکیں گے؟"

عابد: "اس دیر میں بہت سے حجرے ہیں جن میں مسافر آکر ٹھیرتے ہیں، اور دیر کی جانب سے ان کو کھانا اور دیگر ضروریات فراہم کی جاتی ہیں۔ اب تم ایک حجرہ میں ٹھہر جانا اور میں اس باغ میں ٹھہرونگا۔ ہاں دن کو میں تم سے ملا کرونگا۔ شب کو تم دیر میں رہنا اور میں کسی درخت کے نیچے رہونگا۔ کیونکہ میں نے خدا سے یہی معاہدہ کیا ہے جیسا کہ تم کو معلوم ہے۔"

سلمیٰ: "لیکن میں نے دیر میں کسی عورت کو نہیں دیکھا پھر میں تنہا کیونکر ٹھہر سکوں گی؟"

عابد: "دیر میں کثرت سے عورتیں ہیں ان میں سے بہت سی کپڑوں کے دھونے پر اور بہت سی کھانا طیار کرنے پر مامور ہیں۔"

سلمیٰ: "بہتر ہے۔ لیکن اگر میں انہیں خادمہ عورتوں   تو میری اقامت سے کیا فائدہ ہوگا؟"

عابد: "مجھے اپنی رائے پر اعتقاد ہے۔ اب میں تمہارے متعلق رئیس دیر سے گفتگو کرونگا۔"

(۱۱۷)

سلمیٰ مریم کے بھیس میں

عابد اور سلمیٰ صومعہ سے نکلے اور رئیس دیر کے پاس آئے۔

عابد: (رئیس دیر سے مخاطب ہوکر) میری اور میری اس (سلمیٰ کی طرف اشارہ کرکے) لڑکی کی خواہش ہے کہ اس دیر میں رہ کر اپنی بقیہ زندگی خدا کی عبادت اور بندگان خدا کی خدمتگذاری میں بسر کریں۔ میں نے تو اپنی زندگی عبادت الٰہی کے لئے وقف کردی ہے۔ مکان کے اندر نہیں رہتا لیکن میری لڑکی یہ چاہتی ہے کہ دیر کی خادمہ عورتوں میں شامل ہوکر کھانے کی تیاری مکانات کی صفائی وغیرہ کی خدمت انجام دے۔ کیا آپ ہم لوگوں کی درخواست منظور فرمائیں گے؟"

رئیس دیر: "بخوشی منظور ہے۔"

رئیس دیر نے یہ کہا اور سلمیٰ کو دیر کے خادمہ عورتوں کا ایک لباس دیا۔ سلمیٰ نے اس کپڑے کو پہنا۔ اس لباس کے پہننے سے رہبانیت کے شرائط لازمی نہیں ہو جاتے تھے۔ مگر دیر کی خدمت بلا معاوضہ انجام دینا ضروری تھا۔ سلمیٰ جب یہ لباس پہن چکی تو منتظمہ دیر کے سپرد کی گئی۔ منتظمہ دیر سلمہ کا حسن و جمال اور وقار اور اس کی ذہانت جو اس کی آنکھوں سے ظاہر ہو رہی تھی دیکھ کر نہایت

خوش ہوئی۔ سلمیٰ جب دیر کی عورتوں میں شامل ہوگئی تو دستور کے مطابق اس کے لئے ایک نام "مریم" تجویز کیا گیا تھوڑے دنوں میں دیر کے تمام عورت مرد اس سے محبت کرنے لگے اور ہر شخص اس کی عقل اور سچی خدمت کو دیکھ کر خوش تھا۔ خصوصاً اس کی خودداری اور سکونت نے اس کی عظمت و وقار کو اور بھی زیادہ کر دیا تھا۔ چند ہی دنوں میں اُس نے دیر میں خاصا امتیاز حاصل کر لیا۔

اس دیر میں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ جزیرہ عرب، شام، عراق کے تاجر، سیاح، اور شتین ماننے والے نہ آتے ہوں۔ سلمیٰ ان تمام لوگوں میں اپنی عقل اور فرزانگی کی وجہ سے ضرب المثل ہوگئی تھی۔" سلمیٰ اپنے آپ کو اس خدمت کے انجام دینے میں دنیاوی جھگڑوں سے آرام میں پاتی تھی۔ اور اگر عبدالرحمن کی محبت اور گذشتہ عجیب واقعات مخل انداز نہ ہوتے تو اس کو اپنی اس خوش قسمتی کا احساس ہوتا جو اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا اور ممکن تھا کہ تمام گذشتہ واقعات کو بھول جاتی۔ اور صرف عبدالرحمن کی یاد باقی رہ جاتی۔ کیونکہ اس کی تصویر سلمیٰ کی قوت خیالیہ سے ایک لحہ کے لئے بھی دور نہیں ہوتی تھی۔"

مریم جب کبھی راہبوں اور راہبہ عورتوں کے ساتھ بیٹھتی اور سلسلۂ گفتگو شروع ہوتا تو یزید، اور اس کے سوا تدبیر، شراب نوشی، کھیل، راگ، گانے، بندروں کی پرورش پر طعنے سنا کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے یزید کے طرف سے اس کے دل میں نفرت پیدا ہوتی تھی۔ اور دل ہی دل میں کہتی تھی کہ کیا وہ شخص حاکم ہو سکتا ہے جس کو رعایا کے حالات، ان کے خیالات، ان کے رازہائے سربستہ کی اطلاع نہ ہو۔ اور خاص مجلسوں میں اس کے اعمال پر جو تنقید کی جاتی ہو اس سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ ان کی قلوب اس کے متعلق سرگوشیاں کرتے ہوں۔ اور وہ اس سے عاجز نہ ہو۔ جب یہ باتیں حاکم میں موجود ہونگی تو وہ خواہ کتنا ہی نادان اور احمق ہوگا۔ وہ کبھی اپنی حرکات پر قائم نہ رہے گا۔"

حضرت عمر بن الخطابؓ کا یہی دستور تھا۔ وہ بھیس بدل کر لوگوں میں جاتے ان کے حالات دریافت کرتے اور جو کچھ ان کے متعلق کہا جاتا اور جو تنقیدات ان پر کی جاتی ان کو سنتے اور ان پر غور فرماتے اور پھر اس کی اصلاح فرماتے۔ مظلوموں کی دادرسی فرماتے۔ ظالموں کی تنبیہ کرتے۔ انہیں باتوں نے اسلامی سلطنت کی بنیاد کو مستحکم و مضبوط کر دیا۔ اور عدل و انصاف و حقانیت کو پھیلایا یزید شب و روز عورتوں اور شراب نوشی میں مشغول رہتا ہے۔ اہل بیتؑ پر ظلم کرتا ہے اولاد رسول اور خاندان رسالت کی بیخکنی چاہتا ہے جس کی وجہ سے عنقریب اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیگا۔ اور اس قصر کو جس کی بنیاد خلفا نے کتاب اللہ اور سنت رسول پر رکھی تھی منہدم کر دے گا۔ اگر ارکین دولت اس کی حقیقت حال سے آگاہ ہو جائیں اور جو ضعف اور کمزوری

اسلام اور سلطنت میں یزید کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے۔ اس سے واقف ہوں۔ تو یقین ہے کہ پوری طاقت سے اس کے اصلاح کی کوشش کریں اور اس طرح اسلامی خلافت اس کے ناپاک ہاتھوں سے نکل جائے اور ساری خرابیاں دور ہوجائیں۔

(۱۱۷)

یزید کی آمد

دیر بحیرا میں سلمیٰ اسی حالت میں کچھ اوپر دو سال رہی تنہائی میں رہنے کی وجہ سے اس کو تنہائی سے ایک خاص دلچسپی ہوگئی، اور اگر عبدالرحمٰن کی یاد اس کو بے چین نہ کرتی رہتی تو اپنے تمام گذشتہ مصائب و تکالیف کو بھول جاتی۔ لیکن اس کا یہ حال تھا کہ جب عبدالرحمٰن یاد آجاتا تو دریائے خیال میں ڈوب جاتی اور سوچتی، کبھی اس کو خیال ہوتا کہ عبدالرحمٰن زندہ ہے یہ خیال آتے ہی امیدیں تازہ ہوجاتی۔ لیکن پھر فوراً یہ امید یاس سے بدل جاتی اور اس کا دل بھر آتا اور رونے لگتی سلمیٰ کی یہی حالت برابر رہی اور اسی صورت سے دو سال کا زمانہ دیر میں گذر گیا۔ ایک دن صبح کو جب اٹھی تو دیر میں غیر معمولی چہل پہل اس نے دیکھی کہ دروازے اور مکانات آراستہ کئے جارہے ہیں۔ فرش بچھایا جارہا ہے ہر طرح کی آرائش ہورہی ہے۔ کھانے کا سامان کیا جارہا ہے۔ جانور ذبح ہورہے ہیں۔ سلمیٰ کو تعجب ہوا اور لوگوں سے اس کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلیفہ (یزید) حوران جارہا ہے۔ اور اس دیر کے پاس سے گذریگا۔ لہذا یقین ہے کہ ایک دو روز یہاں قیام کرے گا۔ یہ سنتے ہی سلمیٰ کا دل سینہ میں دھڑکنے لگا۔ غم تازہ ہوگیا اور دل پر افسردگی چھا گئی۔ اس کو تسکین اضطراب کی کوئی تدبیر اس کے سوا نظر نہ آئی کہ عابد سے جاکر ملاقات کرے، یہ خیال آتے ہی سلمیٰ عابد کی ملاقات کو چلی گئی۔ جب وہ عابد کے پاس پہنچی تو عابد کو ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا پایا ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے زمین کرید رہا تھا، گردن زمین کی طرف جھکی ہوئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی غیر معمولی کام کے متعلق غور کررہا ہے۔ سلمیٰ جب عابد کے نزدیک آگئی تو وہ چونکا اور سلمیٰ کو نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ اسوقت اس کی دونوں آنکھیں شعلہ کی طرح چمک رہی تھیں۔ سلمیٰ کو دیکھتے ہی اس نے کہا۔

عابد: عنقریب شکار جال میں پھنسا چاہتا ہے کیا اس مرتبہ بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائیگا؟

سلمیٰ: (عابد کے اشارہ اور انتقام کی دوبارہ امید تازہ ہونے کو سمجھ گئی اور فوراً یہ کہا) "میں امید کرتی ہوں کہ اس مرتبہ میرے ہاتھ سے نہ نکل سکیگا"

عابد: سلمیٰ آج شام کو یزید اس دیر میں آئیگا۔ اور ایک شب یہاں آرام کرکے حوران جائیگا تم اسوقت

وہ کام انجام دیسکتی ہو جو ہمارے تمام مصائب اور تکالیف کو بھلا سکتا ہے۔ کیوں تم ہمارے اندوہ غم کو دور کرسکتی ہو۔ اور مسلمانوں کے گردن سے بارگراں کو ہٹا سکتی ہو؟

سلمیٰ: "تھوڑی دیر سوچ کر" میں اسکو بحکم خدا کرسکتی ہوں۔ لیکن کیا ہمارا بخت وہ دن دکھا سکتا ہے جس میں میں عبدالرحمن سے مل سکوں؟

عابد: اگر تم اس شخص کے قتل کرنے میں کامیاب ہوگی تو تم عبدالرحمن کو مردوں سے زندہ کروگی۔"

یہ سنتے ہی سلمیٰ کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

سلمیٰ: "آپکو اس کی موت کا یقین ہے"

عابد: "ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ تم اپنے فرض کو خوب سمجھ گئی ہوگی۔ خدا مظلوموں کا مددگار ہے۔ رہا عبدالرحمن کی ملاقات تو اگر تمہاری تقدیر میں لکھا ہے تو تم ضرور اس سے ملو گی اور اس کے ساتھ ہنسی خوشی کی زندگی بسر کروگی۔ ورنہ آخرت میں تم ایسی حالت میں ملوگی کہ اپنے باپ اور تمام اہل بیت کے خون ناحق کا انتقام لے چکی ہوگی اور تمہارے لئے کافی ہے"

سلمیٰ کچھ جواب دینا چاہتی تھی کہ دیر سے ناقوس کی آواز اس کے کان میں آئی جو اس وقت رہبانوں اور دیر کے تمام رہنے والوں کو اپنے اپنے مقررہ فرائض کے انجام دینے کے لئے بجایا جارہا تہا سلمیٰ اس آواز کو سن کر واپس ہونا چاہتی تھی۔ کہ عابد نے پکار کر کہا۔

عابد: سلمیٰ، سلمیٰ۔ ٹھہر جاؤ،

اس کے بعد عابد نے اپنے کپڑے ایک گوشہ کو جس میں کوئی چیز بندھی ہوئی تھی۔ کھولا اور اسمیں سے ایک پوڑیہ نکالی۔

عابد: سلمیٰ تم اس کو لے لو۔ اس میں مرض ظلم کی دوا ہے۔ جب یزید اس کو کھائیگا تو اسلام اس کے ظلم سے شفایاب ہوجائیگا"

سلمیٰ نے اس پوڑیہ کو عابد سے لے لیا۔ اور سمجھ گئی کہ اس میں زہر ہے۔ اور کھول کر دیکھا تو اس میں ایک چیز نہایت باریک پسی ہوئی تھی پھر اس کو اسی طرح باندھ کر جیب میں ڈال لیا اور قدموں کو تیز بڑھاتی ہوئی دیر کی طرف چلی، اور مطبخ میں پہونچکر دوسری عورتوں کے ساتھ کام میں مشغول ہوگئی

جب آفتاب نصف دورہ تمام کرچکا تو افق آسمانی پر غبار نمایاں ہوا۔ راہبوں نے ابھی اچھی طرح دیکھا بھی نہیں تھا کہ ہاتھوں میں پاندان، گلاب پاش لئے ہوئے مکان کے اندر سے باہر نکل آئے اور دیر کے صحن میں صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ سبھوں کے بدن پر مختلف رنگ کا ریشمی لباس تہا

جوانپنے خوشگوار رنگتوں کی وجہ سے ایک خاص چمک پیدا کر رہا تھا۔ بعض کچھ پڑھ رہے تھے بعض جھانجھ بجا رہے تھے۔ اور صف کے آگے رئیس دیر تھا جس کے سامنے بہت سے خورد سال لڑکے کھجور کی شاخیں اور گلدستے لئے کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر میں یزید کی سواری آگئی۔ سب کے آگے سواروں کا ایک دستہ تھا جس کے وسط میں یزید عربی گھوڑے پر جو نہایت عمدہ نقرئی زیورات سے آراستہ تھا سوار تھا۔ زردوز زین کی گلابی رنگ کی عبا زیب تن تھی سلمیٰ کی نگاہ جب اس پر پڑی تو فوراً پہچان لیا اور اس کے جسم میں ایک سنسنی سی پیدا ہوگئی اور جو واقعات اس کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اس کی تصویر اس کی آنکھوں میں پھرنے لگی۔ لیکن فوراً اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آئندہ واقعات کا انتظار کرنے لگی۔ اس عرصہ میں تمام جلوس دیر کے پاس پہنچ گیا پیادہ فوج کے سپاہیوں نے نہایت عجلت کے ساتھ دیر کے قریب خیمے نصب کئے سوار بھی اپنے گھوڑوں سے اترے اتنے میں نوکر چاکر بھی پہنچ گئے۔ اور شکری باز، شکرے، بندر، کتے، چیتے لئے ہوئے آگئے۔ کیونکہ یزید جب سفر کرتا تھا تو ہمہ تن صیاد شکار میں مشغول رہتا تھا اور اس کے سوا اور کوئی کام نہ رہتا تھا۔

(۱۱۸)

مہمان نوازی

جب یزید گھوڑے سے اترا تو رئیس اکابرین نے بڑھ کر استقبال کیا۔ اور شکریہ ادا کیا، گھوڑے سے اتر کر اپنے خیمہ میں چلا گیا، یہ سب لوگ بھی اس کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور یہ ادب قیام کرنے اور مہمانی قبول کرنے کی درخواست کی، یزید نے دونوں باتیں منظور کیں فوراً ضیافت کا سامان کیا گیا اور اس مکان میں۔ جو ضیافت کیلئے تجویز کیا گیا تھا۔ دسترخوان بچھایا گیا۔ پہلے مختلف اقسام کے خوشگوار شربت پیش کئے گئے۔ اس کے بعد کھانا لانے کا حکم دیا گیا۔ تمام اقسام کے کھانے ایک جگہ لاکر جمع کر دئے گئے۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے دسترخوان پر چنا جانے لگا۔ عورتیں کھانوں کو مہیا کر رہی تھیں۔ اور خدام انہیں معروف رہے تھے۔ اسی اثناء میں یزید کی نظران راہبہ عورتوں پر پڑی۔ جو خدمت کے لئے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ تو یکایک اس کی نگاہ سلمیٰ پر پڑی، سلمیٰ کے حسن وجمال کو دیکھ کر متحیر ہوگیا۔ اور اسکو سلمیٰ یاد آگئی جس کے متعلق اس کو یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ دو سال سے زیادہ ہوا کہ وہ مرچکی، یزید نے اپنے دل میں، کہا کہ تعجب ہے کہ انسان ایک دوسرے سے کس قدر مشابہ ہوتا ہے۔ یزید بار بار اس کو دزدیدہ سے دیکھتا تھا سلمیٰ اسکو سمجھ گئی۔ لیکن دانستہ انجان بن گئی۔ اور اس کو پورا اطمینان تھا کہ یزید کو ہمارے مرجانے کی خبر طبیب سے پہنچ چکی ہے۔ لہذا وہ ہرگز نہیں پہچان سکتا خصوصاً

ایسی حالت میں کہ اس نے اپنا نام و لباس تک تبدیل کر لیا ہے۔ یزید کے دل میں مریم کی محبت نے گھر کر لیا اور دل و جان سے اس پر فریفتہ ہو گیا۔ لیکن مصلحت وقت اسوقت تک کہ اس کو اپنے پاس لانے کی کوئی تدبیر نہ کرلے۔ اس کی محبت کو پوشیدہ رکھنا ضروری خیال کیا ان خیالات سے یکسو ہو کر یزید رئیس دیر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کی خاطر و مدارات اور مہمان نوازی اور اخلاق و کرم کی بے انتہا تعریف کی۔

کھانے سے فارغ ہو کر یزید اپنے خیمہ میں آیا، اور رئیس دیر کو طلب کیا۔ جب وہ آیا تو بے انتہا تعظیم کی۔ انہیں باتوں میں آفتاب غروب ہو گیا اور نماز کے لئے ناقوس بجایا گیا۔ رئیس دیر نے جانے کی اجازت چاہی۔ رئیس دیر کے رخصت ہونے کے بعد یزید نے اپنے مصاحب خاص سے مریم کی محبت کا اظہار کیا و نیز جس طرح ممکن ہو مریم کو ہمارے پاس لاؤ۔

مصاحب خاص عشار کے وقت رئیس دیر کے پاس اور خلیفہ کی خوشنودی کا پیغام پہنچایا۔ پھر مختلف گفتگو ہوتی رہی سلسلہ گفتگو میں یہ بھی کہا کہ

مصاحب خاص یہ خلیفہ کی عادت ہے کہ سونے سے پہلے تازہ پھل کھاتے ہیں۔

رئیس دیر: ہم نے تمام چیزیں مہیا کر رکھی ہیں۔ جس چیز کی خواہش ہو موجود ہے ہم لوگ، خلیفہ کے حکم کے غلام ہیں۔

مصاحب خاص: لیکن میرا تو یہ گمان نہیں کہ آپ خلیفہ کی تمام ضروریات کو پورا کر سکیں؟

رئیس دیر: (متعجب ہو کر) یہ کیونکر ہم کبھی خلیفہ کی خوشنودی میں کمی نہیں کرینگے۔

مصاحب خاص: ہمارے ساتھ دمشق سے ایک خادمہ تھی جو یزید کے لئے کھانا پکاتی تھی وہ راستہ میں بیمار ہو گئی۔ ہم نے اس کو گھر واپس کر دیا۔ یزید اس کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانے کے عادی ہو گئے تھے۔ جب سے وہ واپس کر دی گئی، خلیفہ نے لذیذ کھانے کا مزہ تک نہیں چکھا۔ آج جو کھانا تناول فرمایا تو اس کو پسند کیا اور کام کرنے والی عورتوں میں ایک عورت کی خوش سلیقگی اور شائستگی پسند خاطر ہوئی۔ لہٰذا یہ خواہش ظاہر کی کہ حوران تک سفر میں وہ ساتھ رہتی۔ چونکہ میرا خیال ہے کہ راہبہ عورتیں دیر سے باہر نہیں جاتیں۔ لہٰذا مجھے خوف ہے کہ خلیفہ کی یہ خواہش آپ پوری نہ کر سکیں۔

رئیس دیر: اس دیر کی عورتوں میں ایک نوجوان عورت ہے۔ جو راہبہ نہیں ہے لیکن عقل و ذہانت خوش سلیقگی، شائستگی کے اعتبار سے بہترین عورتوں میں ہے اور کھانا بھی نہایت اچھا پکانا جانتی ہے۔

مصاحب۔ (خوش ہوکر) "وہ کونسی عورت ہے"
رئیس دیر: "مریم"
مصاحب: "ہاں، ہاں، یہ وہی ہے جس کو خلیفہ نے پسند فرمایا ہے۔ کیا آپکو یقین ہے کہ وہ اس عزت کو پسند کریگی"
رئیس دیر: "وہ کون ایسا ہوگا جس کو یہ اعزاز حاصل ہو۔ اور اس کو قبول نہ کرے"

(۱۱۹)

انجام یزید

رئیس دیر نے فوراً منتظمہ دیر کو آواز دی اور یہ کہا کہ مریم کو بلالاؤ۔ جب مریم آئی اور اس کے سامنے کھڑی ہو گئی تو اس سے مخاطب ہوکر کہا:۔

رئیس دیر: "بیٹی، خلیفہ حدران تشریف لے جا رہے ہیں اور انہیں کھانا پکانے والی خادمہ کی ضرورت ہے میں نے تمہارے کھانا پکانے کی تعریف کی۔ اب انہیں بڑا ارمان ہے کہ تم ان کی خدمت میں رہو۔ تم کو خوش ہونا چاہیئے کہ تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا، لہٰذا بلا تامل تم خلیفہ کے پاس چلی جاؤ۔ اور میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ خلیفہ کی رضاجوئی میں اپنی پوری کوشش صرف کردگی"

سلمیٰ خاموش کھڑی رہی۔ لیکن اُس نے اپنے چہرہ سے پسندیدگی کا اظہار کیا اور اسکا دل اس موقعہ کے ملنے سے اچھل رہا تھا۔

رئیس دیر: (خوش ہوکر) اچھا تو تم آپ کے ساتھ چلی جاؤ۔ اور دیکھو خدمت گذاری سے کبھی غافل نہ ہونا۔ کیونکہ ہم لوگ خلیفہ کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکے۔

سلمیٰ روانہ ہو گئی۔

یزید نہایت بیتابی سے قاصد کا انتظار کر رہا تھا جب وہ بامراد واپس آیا تو اس کی سچی خدمت کی تعریف کی۔ اور سونے سے پہلے کھانے کے لئے تازہ پھلوں اور میوہ جات کے مہیا کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام چیزیں مہیا کرکے وہ واپس ہو گیا۔ اور صرف تنہا یزید خیمہ میں رہ گیا تو اس نے مریم کو طلب کیا۔ مریم نقاب ڈالے ہوئے خیمہ کے اندر داخل ہوئی۔ گویا یہ ظاہر کر رہی تھی کہ نقاب ڈالنا دیر کے رہنے والوں کی عادت ہے۔

سلمیٰ جب پاس آکر کھڑی ہوئی تو یزید نے فواکہات لانے کا حکم دیا۔ سلمیٰ نے فوراً فواکہات پیش کئے۔ یزید اپنے جذبات کو اس خوف سے نہیں ظاہر کرتا تھا کہ شاید سلمیٰ کو نفرت ہو جائے

اور اس کے ساتھ جانے سے انکار کردے۔ پھر اس نے یہ ظاہر کیا کہ اس کو نیند آرہی ہے اور سلمیٰ سے کہا کہ ایک گلاس شہد کا شربت بنا کر لاؤ۔

سلمیٰ: نے دل میں یہ کہتے ہوئے کہ بس اب میں نے اس کو اسی کے ہاتھوں قتل کیا۔ گلاس اٹھایا اور شہد گھولا پھر ٹھنڈا پانی تلاش کرنے کے بہانہ خیمہ سے باہر آئی۔ گھبراہٹ سے اس کے دونوں ہاتھ کانپ رہے تھے۔ تھوڑی دیر اس نے زہر ڈالنے کے متعلق غور کیا۔ پھر اس خیال سے کہ اگر سب ڈال دوں گی تو ممکن ہے کہ اس کا اثر فوراً ظاہر ہوجائے اور بھاگنے کا بھی موقع نہ ملے اور لوگ مجھکو گرفتار کرلیں۔ لہذا تھوڑا سا زہر پانی میں ڈالدیا، اور شہد میں خوب زہر ملا کر یزید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیا اور سب کا سب پی گیا۔ اب وہ سونے کے لئے آمادہ تھا تاکہ علی الصباح یہاں سے حران کو روانہ ہوجائے اور وہاں پہنچکر اپنے دلی ارمان پورے کرے۔

سلمیٰ نے جب دیکھا کہ وہ پیالہ تو پی چکا تو فوراً خیمہ سے باہر نکلی اور عابد کی طرف چلی جب اس کے پاس پہنچی تو اسکو ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا دیکھا۔ سلمیٰ نے اس سے ایک خاص اشارہ کیا جس سے وہ سمجھ گیا کہ وہ اپنی مہم کو سر کر چکی اور بھاگنے کے لئے آمادہ ہے۔

عابد: "یہاں آنہ یوں آؤ، کچھ خوف نہ کرو"

یہ کہہ کر عابد نے درخت سے ایک تھیلی نکالکر اپنی بغل میں دبائی اور سلمیٰ کا ہاتھ پکڑ کر ایسے رستہ سے لیچلا جس سے کوئی واقف نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ ویران کی نظروں سے غائب ہوگیا۔ عابد نے ایک صحرا میں دم لیا اور اس تھیلی کو کھولکر اہل بغلی طرز کے دو کپڑے نکالے۔ ایک سلمیٰ کو دیا اور ایک خود پہن لیا۔ سلمیٰ عابد کی احتیاط اور اس کی تیاری دیکھ کر متحیر ہوگئی۔ سلمیٰ کو برابر ڈر لگا رہا۔ چنانچہ اس نے عابد سے کہا۔

سلمیٰ: "میں ڈرتی ہوں کہ کہیں یزید کے سپاہی ہمیں اور شاید..... لہذا کیا کارروائی کرنی چاہیے"

عابد: "تم ڈرو مت۔ تم ہمارے پیچھے پیچھے چلی آؤ۔ خدا بچانے والا ہے"

سلمیٰ عابد کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

(۱۴۰)

"ایک ویران قصر"

دوسرے روز ایک اور مقام میں پہنچے جہاں منہدم مکانات کے کھنڈرات اور اس کی گری ہوئی دیواریں زبان حال سے اپنے قدیم عظمت و جلال کو بتا رہے تھے۔ سلمیٰ نے عابد سے دریافت کیا۔

سلمیٰ: "جناب ہم لوگ کس مقام میں ہیں؟"

عابد: "ہم اُدگ۔ بلقا میں ہیں (سامنے کی طرف) یہی وہ غدیر کا محل ہے جس کا تذکرہ شعراء اپنے اشعار میں کیا کرتے ہیں۔"

سلمیٰ: "کیا اس میں اب کوئی نہیں رہتا؟"

عابد: "نہیں، اس کو غسانیوں نے تعمیر کیا تھا جو خالص نصرانی عرب تھے جب مسلمانوں نے شام کے ملک میں داخل ہو کر اسکو فتح کیا تو غسانی۔ اس غسانی بادشاہوں میں سے ایک۔ بادشاہ کا محل تھا جس میں لوگ ہر سال چند مہینے یہاں قیام کرتے۔ چار صدی ہوئی کہ ان میں اجداد و ثعلبہ بن عمرو نے تعمیر کیا تھا۔ اس خاندان کی بربادی کے ساتھ یہ بھی برباد ہو گیا۔"

سلمیٰ: "تو کیا اب غیر آباد ہے؟"

عابد: "ہاں اس میں پوشیدہ ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کوئی شخص نہیں پہنچ سکتا جب فاقہ ہو جائیگا تو پھر چلنا شروع کرینگے۔ اب ہم کو کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔"

سلمیٰ: "اگر یزید مرجائے تو بخدا میں اپنی موت کی کبھی پروا نہ کروں گی۔ کیونکہ میں اپنے ضروری غرض کو ادا کر چکی اور اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیا۔ مسلمانوں کو ایک بہت بڑی آفت سے نجات دلوا چکی۔"

عابد: "ضرور مر جائیگا کیونکہ آدھی پوڑیا اس کے قتل کو کافی ہے۔"

سلمیٰ: "میں نے تو آدھی پڑیہ سے زیادہ نہیں دیا، تو کیا وہ مر جائیگا؟"

عابد: "وہ ضرور چند دنوں کے بعد مر جائیگا۔ اور تم نے اچھا کیا کہ اس کی مقدار کم کر دی۔"

پھر دونوں اسی قسم کی گفتگو کرنے چلے اور قصر تک پہنچ گئے جس میں مٹی اور پتھروں کی ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ یہ دونوں صحن سے ایک کمرہ میں آئے جس کو زمانہ کے ہاتھوں نے دست درازیوں سے نقصان پہنچایا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے آبادی کے زمانہ میں اس میں ایک کھڑکی تھی جس سے ایک محفوظ وادی کا منظر نظر آتا تھا اور اس میں چھوٹی چھوٹی نہروں کے جو اس میں سے گذرتی تھیں اور جن کا پانی چند سال سے خشک ہو گیا ہے اس کے نشانات اس میں پائے جاتے ہیں۔

عابد نے ایک صاف ستھرے کمرے میں سلمیٰ کو بٹھایا اور خود اس کے پہلو میں بیٹھ گیا تھوڑی دیر میں عابد اٹھا اور کہا۔

عابد: "تھوڑی دیر کیلئے تم مجھے جانے کی اجازت دو تمہارے واسطے کھانا لے آؤں۔ تم تنہائی سے

ڈر و گی تو نہیں؟"

سلمیٰ: "نہیں لیکن اس خوفناک کھنڈر میں مجھے وحشت ہوگی آپ کھانا لانے کی تکلیف نہ فرمائیں دیر سے جو چیزیں ہمارے ساتھ آئی ہیں وہ دوسرے مقام تک کے لئے کافی ہیں۔"

عابد: "میرا دل یہ کہتا ہے کہ اگر ہم ٹھہر جائیں تو وہ بات ظاہر ہو جائیگی جس کی ہمیں امید ہے اور میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کے یہاں ہونے کی کسی کو خبر نہ ہوگی اور کھانا تھوڑا رہ گیا ہے جو شام تک ختم ہو جائیگا۔ انسان بے کھانے زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ لہذا تم یہاں ٹھہرو۔ میں یہاں کے عربوں کو جانتا ہوں جو اس مقام سے تھوڑے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ ان کے پاس جاونگا اور جو کچھ وہاں ملیگا تمہارے پاس لے کر آونگا۔ تم اسی جگہ واپسی تک میرا انتظار کرو۔"

سلمیٰ کو عابد کی بات مان لینے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا لہذا خاموش ہوگئی۔ عابد بلقابیوں کا لباس پہنے ہوئے نکلا۔ اور سلمیٰ اسی کھنڈر میں تنہا رہ گئی چند منٹ میں عابد اس کی نظروں سے غائب، تنہائی سے سلمیٰ متوحش ہوئی۔ اور اپنے نہ جانے پر بہت نادم ہوئی اور یہ خیال آیا کہ کاش، وہ بھی عابد کے ساتھ چلی جاتی پھر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی تو ہر طرف مٹی کا ڈھیر نظر آیا جس میں کیڑے رینگ رہے تھے۔ بیٹھے بیٹھے اس کا دل گھبرا گیا' دل بہلانے کے لئے وہاں سے اٹھی اور اسی محل کی سیر کرنے لگی۔ سیر کرتے کرتے ایک زینہ کے پاس پہنچی جو اس وادی کو جاتا تھا۔ اس زینہ کو دیکھ کر اسکو یہ خیال ہوا کہ یہ محل والوں کی آمد و رفت کا راستہ ہے سلمیٰ اس زینہ سے اتر کر ایک چبوترہ پر پہنچی دیر تک ٹہلنے کی وجہ سے تھک گئی تھی۔ اس پر بیٹھ گئی اور ٹھنڈی ہوا کی وجہ سے اسکو نیند آنے لگی' یہ منظر اس کو بہت پسند آیا۔ اور اس وقت عابد کے ساتھ نہ ہو جانے سے خوش ہوئی۔ پتھر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھی رہی۔ تھوڑی تھوڑی ہوا آرہی تھی۔ اب اسکو تھکن زیادہ محسوس ہونے لگا۔ اور نیند بھی زیادہ آنے لگی کیونکہ گذشتہ شب کی بیداری اور رات بھر سفر کرنے سے بہت تھک گئی تھی۔ چنانچہ اسی جگہ وہ سو رہی۔"

(۱۲۱)

حسن اتفاق

سلمیٰ غافل سو رہی تھی کہ اس کے کان میں اونٹ کی آواز آئی۔ اور خوفزدہ ہو کر اٹھ بیٹھی ادھر ادھر دیکھنے لگی ایک طرف تین شخص خشکی کی جانب سے محل کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے

جو سب کے سب دمشقی لباس میں تھے۔ یہ دیکھ کر اس کے بدن میں لرزہ پڑ گیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ یزید کے آدمی ہیں اور جب یزید کی حالت کی اطلاع ہوئی ہو گی تو ان لوگوں نے اسکا تعاقب کیا سلمیٰ خود اُٹھی اور دوڑی ہوئی زینہ پر چڑھ گئی اور دہلیز سے ہوتی ہوئی کمرہ میں آ گئی۔ اور ایک ایسے گوشہ میں بیٹھ گئی جہاں سے ان لوگوں کو دیکھ سکے اور ان لوگوں کی نگاہیں اس پر نہ پڑ سکیں قصر سے سوگز کے فاصلہ پر ایک درخت کے سایہ میں وہ لوگ اپنے اپنے اونٹوں سے اترے اور اونٹوں کو باندھ دیا۔ اس کے بعد کھانے کے لئے بیٹھے۔ سلمیٰ پوشیدہ ہو گئی اور دروازہ کی طرف آئی۔ کہ شاید عابد لوٹ کر آ گیا ہو تو اس سے اپنی تنہائی کی وحشت دور کرے لیکن اسکو کوئی نہیں ملا۔ عابد کے دیر کرنے کی وجہ سے اسکو الجھن ہوئی کیونکہ اس کو یقین تھا کہ عابد بہت جلد واپس آجائیگا۔ سلمیٰ پھر اپنے کمرہ میں واپس آ گئی، دوپہر ڈھل چکی تھی، عصر کا وقت قریب آ گیا، لیکن عابد ابتک واپس نہیں آیا سلمیٰ کا اضطراب بڑھنے لگا۔ چنانچہ وہ پھر قصر کے دروازہ کی طرف چلی، ابھی وہ پہنچنے نہیں پائی تھی کہ عابد دکھائی دیا۔ جو دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ سلمیٰ اس کے انتظار میں کھڑی ہو گئی۔ سلمیٰ نے جب عابد کو دیکھا تو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ اس نے ناخن تراشوائے تھے ڈاڑھی کنگھا کی ہوئی تھی، بال کٹے ہوئے تھے۔ اپنی ابروؤں کو اٹھا لیا تھا، اگر وہ کپڑا جس کو اس نے عابد کے بدن پر دیکھا تھا نہ ہوتا تو عابد کو نہ پہچانتی۔ عابد اسی ہئیت سے سلمیٰ کے پاس آیا سلمیٰ نے اس کے چہرہ پر تھکن اور اتفاقی بات پیش آجانے کا اثر دیکھا۔ اور پوچھا۔

سلمیٰ: "جناب کیا خبر ہے۔ کیا واقعہ پیش آیا؟"

عابد: "ایک عجیب خبر، مجھے آرام کرنے دو، پھر تم سے بیان کرونگا۔ لیکن وہ خوش کن خبر ہے، تم ڈرو نہیں"

سلمیٰ نہایت پریشان ہو گئی تھی، یہ سنکر اسکو اطمینان ہو گیا۔ سلمیٰ اس خبر کے سننے کے انتظار میں تھی کہ دروازہ سے باہر قدم کی آواز سنائی دی اور عابد نے بھی سنا، یہ سنتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور چند منٹ آرام لے کر اٹھا اور دروازہ کے آس پاس آیا تو ایک شخص کو دیکھا۔ جس کے بدن پر دمشقی لباس تھا۔ عابد نے سلمیٰ سے یہ کہا کہ اس کی واپسی تک قصر کے اندر رہے، اور اس شخص کا استقبال کیا۔

اجنبی: "کیا اس مکان میں مہمانوں کے قیام کی گنجائش ہے؟"

عابد: "ہرگز نہیں، یہ قصر بالکل کھنڈر ہو رہا ہے اس میں کوئی نہیں رہتا"

اجنبی: "لیکن ہم نے چند لوگوں کو اس میں دیکھا ہے"
عابد: "اس میں سوائے ہمارے اور ہماری لڑکی کے کوئی نہیں ہے۔ ہم لوگ صبح کو اس طرف سے گذر رہے تھے آرام کرنے کے لئے یہاں ٹھہر گئے ہیں۔ آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟"
اجنبی: "میں ان دونوں (اشارہ کرکے) دوستوں کے ساتھ دمشق سے آ رہا ہوں"
عابد: "کہاں جانے کا قصد ہے"
اجنبی: "بصری آپ کے لباس سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپ بلقار کے رہنے والے ہیں۔ کیا آپ نے دیر میں یا اس کے آس ایک عابد کو دیکھا تھا جو مکان کے اندر قیام نہیں کرتا تھا۔

عابد نے جب یہ سنا تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور کہا۔

عابد: "وہاں مجھے خیال آتا ہے کہ ایسا عابد وہاں میں نے دیکھا تھا۔ لیکن آپ کو اس سے کیسا کام ہے؟"
اجنبی: "اس سے کوئی خاص کام نہیں لیکن ہمارے ساتھیوں کی اس سے ملاقات ہے جب وہ دمشق کے پاس رہتا تھا۔ انہوں نے سنا ہے کہ وہ بصری کے آس پاس میں رہتا ہے' وہ نہایت بزرگ اور صاحب کرامت ہیں۔ اگر آپ ان سے ملاقات کریں اور گفتگو کریں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے"

عابد کو یقین ہو گیا کہ اس میں کوئی راز ہے جس کو اُسے دریافت کرنا چاہیئے۔

عابد: "وہ دونوں کون ہیں؟"
اجنبی: "میں نہیں جانتا کہ ان کا وطن کہاں ہے میں ان کے ساتھ دمشق سے بصری تک ہمراہ ہو گیا ہوں۔ پھر واپس چلا جاؤں گا۔ انہیں دونوں نے عابد کی کرامتیں مجھ سے بیان کیں"
عابد: "وہ دونوں یہاں کیوں نہیں تشریف لاتے ہیں عابد کے حالات ان سے بیان کر دونگا جس سے وہ بہت سی زحمتوں سے بچ جائیں گے۔

(۱۲۲)
عابد اور عامر

اجنبی واپس لوٹ گیا، عابد بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا وہ دونوں شخص درخت کے سایہ میں بیٹھے تھے جب اجنبی نے اپنے ہمراہی کے ساتھ عابد کو آتے ہوئے دیکھا عابد ان دونوں کو برابر دیکھتا رہا اور پہچان لیا کہ ایک عامر اور دوسرا عبدالرحمٰن ہے۔ پس وہ بہت خوش ہوا۔ اور

ان دونوں کی آزمائش کرنا چاہا۔ جب عابد ان دونوں کے قریب آگیا۔ تو انہوں نے اس کا استقبال کیا۔

عابد: عابد سے تمہارا کیا کام ہے، شاید تم دونوں اس کے عزیز ہو؟

عامر: ہم اس کے عزیز نہیں ہیں لیکن ہم لوگوں سے دمشق میں ملاقات ہوگئی تھی اور اب اس سے ملنا چاہتے ہیں، کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے؟

عابد: میں دیر بحیرا میں ملا تھا۔ لیکن اگر تم لوگ۔ جاؤ گے تو ملاقات نہ ہوگی۔

عامر: ہاں ہم وہیں سے آ رہا ہوں۔

عابد: کیا تم دیر بحیرا۔ گئے تھے۔

عامر: تو پھر کہاں ملاقات ہوگی۔

عابد: (عامر و عبد الرحمن کو دیکھ کر اور اجنبی کے سامنے تشریح کرانے کے خوف سے، اگر تم عابد کو دیکھنا چاہتے ہو تو میں اسی وقت اس کا پتہ بتا سکتا ہوں، ہمارے ساتھ آؤ۔

عبد الرحمن خاموش بیٹھا ہوا عابد اور عامر کی گفتگو سن رہا تھا جب عابد نے یہ دیکھا تو عبد الرحمن اور عامر کھڑے ہوگئے۔ اور عابد کے ساتھ چلے جب قصر کے نزدیک پہنچ گئے اور عابد نے کہا کہ وہ عابد اسی منہدم قصر میں مقیم ہے۔

عبد الرحمن: میں آج صبح سے اسی جگہ ہوں اور برابر اس قصر کو دیکھ رہا ہوں۔ میں نے تو اس میں ایک جوان کے سوا اور کسی کو نہیں دیکھا، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں تنہا مقیم ہے بلکہ اس سے مجھ کو تعجب ہوا۔

عابد: (بلند آواز سے) تعجب ہے کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اور تم اس کی تصدیق نہیں کرتے۔

عامر نے جب عابد کے چہرہ مہرہ پر غور کرنے لگا تو کبھی تو اس کو عابد کا شبہ ہوتا۔ کبھی دوسرے شخص کا جس کو وہ پہچانتا ہے۔ لیکن ایک عرصہ سے بھولا ہوا ہے اسکو نہیں دیکھا۔ عامر اس فکر میں گویا وہ متحیر تھا۔

عابد: عامر تمہاری کیا کیفیت ہے تمہاری زبان کس نے بند کر دی ہے؟

عابد ابھی پوری بات ہی کہنے نہیں پایا تھا کہ عامر اس سے لپٹ گیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگا۔ اور یہ کہا کہ آپ ہی عابد ہیں۔

عابد: ہاں ہاں میں ہی وہ عابد ہوں۔

عبدالرحمٰن نے جب یہ سنا تو پوچھا۔

عبدالرحمٰن: "اور سلمیٰ کہاں ہے؟"

عابد: تم سے کس نے کہا کہ وہ زندہ ہے حالانکہ تم نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ وہ مرگئی اور تم نے اس کی کھدی قبر دیکھی"

عبدالرحمٰن: "میں نے تم کو یہ خبر دی تھی اور مجھے اور میرے چچا عامر کو یہ یقین تھا۔ لیکن حضرت علی رضی کی صاحبزادی حضرت زینب نے مجھے یہ خبر دی کہ وہ زندہ ہے اور واقعہ کربلا میں ان کے دمشق تک ساتھ رہی۔ پھر ان کو خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

عابد: عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ کر سلمیٰ تو یقین ہے کہ مرگئی۔ ہم نے تمہارے زندہ ہونے کی خبر کربلا میں دی تھی۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ تم کسی کام سے کوفہ گئے پھر تمہاری کوئی خبر نہیں معلوم ہوئی اور وہ تمہاری حیات سے مایوس ہوگئی۔ اور.......

عبدالرحمٰن: (بات کاٹ کر) آپ مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہے۔ کیا آپ کے ساتھ ہے۔ یا کس جگہ ہے اور بتایئے۔۔۔ بخدا جلد فرمایئے"

عابد: کیا تم نے آج نہیں دیکھا؟"

عبدالرحمٰن: "کہاں"

عابد: "اسی قصر میں"

عبدالرحمٰن: "اسی قصر میں؟"

عبدالرحمٰن نے گردن جھکالی اور کہا۔

عبدالرحمٰن: "شاید وہ شخص جس کو میں نے دیکھا اور اس کو نوجوان خیال کیا تھا؟"

عابد: "ہاں"

عبدالرحمٰن یہ سن کر قصر کی طرف بڑھا۔ اسکی دونوں آنکھیں۔۔۔ دل دھڑک رہا تھا اور سلمیٰ کے دیکھنے کے لئے بیتاب تھا عابد نے اسکو منع کیا"

عابد: "ٹھہر جاؤ جلدی نہ کرو تاکہ میں رفتہ رفتہ اسکو تمہاری اطلاع دوں۔ یک بیک تمہارا پہنچنا مضر نہ ہو۔ اور میرا خیال ہے کہ تم اپنے رفیق کو واپس کردو تاکہ ہم لوگوں کی باتوں کی اسکو اطلاع نہ ہو"

عامر: "اسکو میں نے اجرت پر راستہ بتانے کے لئے لے لیا ہے"

عابد: "تو بس اسی وقت اسکو واپس کردو۔ ہم کو راستہ معلوم ہے"

عامر: "اس کو بصری روانہ کرونگا تاکہ عابد کی خبر دریافت کرکے واپس آجائے۔"

عبدالرحمن کا یہ حال تھا کہ اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اور برابر دفتر کو دیکھتا تھا کہ شاید کبھی دراز سے یا کھڑکیوں سے سلمیٰ کی جھلک دکھائی دے۔

(۱۲۴)
بچھڑے ہوئے مل گئے

عابد تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا قصر کی طرف روانہ ہوا سلمیٰ اسکا انتظار کر رہی تھی۔ اور یہ معلوم کرنے کی نہایت شایق تھی کہ یہ کون شخص ہے اور عابد کے تبدیل لباس کا باعث کیا ہے بہرکیف جب عابد کو اس نے دیکھا تو بیساختہ اس تغیر وضع کی وجہ دریافت کی عابد نے اس کے جواب میں کہا۔

عابد: "اب اسوقت اس سوال سے درگذر کرو اور اس آفت سے بچنے کی کوشش کرو۔"

سلمیٰ: "کس آفت سے؟" (اس کے چہرہ پر سرخی دوڑ گئی)

عابد: "یہ لوگ یزید کے پاس سے تمہیں ڈھونڈھنے کو نکلے ہیں، کیا میں ان لوگوں کو تمہارا پتہ بتادوں؟"

سلمیٰ: (متحیرانہ) میں تو تم سے کہہ چکی کہ اب میں ان باتوں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتی۔ جب کہ میں اپنے نزدیک یزید کا کام تمام کر چکی ہوں۔"

عابد: "اگر میں تم سے کہوں کہ یزید شہد کے اس گھونٹ سے مر گیا تو کیا تم قصاص کے لئے اپنے آپ کو ان لوگوں کے سپرد کر دو گی۔؟"

سلمیٰ: "جبتک میں بچ سکتی ہوں میں اپنے آپکو ان کے سپرد کیوں کرنے لگی۔ مگر ہاں وہ مجھکو گرفتار کرلیں اور آمادۂ قتل ہوں تو اسوقت مجھے اپنی زندگی کی پروا نہ ہوگی لیکن...... (خاموش ہوگئی)

عابد: "کہو کہو کیا کہتی ہو؟ یہ تینوں آدمی ہمارے پیچھے لگ لئے تھے آخر انہوں نے ہمکو پالیا۔ ان کو تمہاری جستجو ہے اگر تم کہو تو میں ان کو تمہارا حال بتادوں۔"

سلمیٰ کو عابد کے اس سوال سے سخت حیرت ہوئی وہ متعجب تھی کہ یہ مذاق ہے یا سنجیدگی ہے آخر اس نے جواب دیا "میں تو کہہ چکی ہوں کہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوجانے کے بعد مجھے اپنی موت کی ذرا بھی پروا نہیں۔"

وہ اتنا کہنے پائی تھی کہ آنسوؤں سے اس کی آواز بند ہوگئی اور بے اختیار زار زار رونے لگی۔ عابد اس موقعہ پر بالکل خاموش تھا جب سلمیٰ کی اشکباری میں کمی ہوئی تو اُس نے کہا "اس سے کیا مطلب تھا؟"

سلمیٰ: (گھبرائی ہوئی آواز میں) میں دیکھتی ہوں کہ تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو حالانکہ تم میرے باپ کی جگہ ہو۔ آخر اس بے اعتنائی کا باعث کیا ہے؟ مجھے بے شرم ہو کر ایک دفعہ اور کہنا پڑتا ہے کہ اگر عبدالرحمن زندہ ہے تو مجھے صرف اس کے لئے اپنی زندگی کی تمنا ہے ورنہ میں اسکا بھی انتظار نہ کرتی کہ یزید کے آدمی میری جستجو کریں بلکہ میں خود اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دونگی۔ یا زہر کی جو مقدار میرے پاس باقی ہے اسے کھالوں گی۔ تم کہہ تو دیکھو عبدالرحمن مر گیا ہے، یقین کرو کہ میں اسی لمحہ میں آپ کو فنا کر ڈالوں گی۔"
یہ کہہ کر زار زار رونے لگی۔

عابد: (خوب ہنسکر) عبدالرحمن۔۔ ہاں۔۔ اچھا فرض کرو کہ یزید مر چکا ہے اور عبدالرحمن زندہ ہے پھر تم کیا کہتی ہو؟"

سلمیٰ: جناب عالی! میں نے آپ سے کہدیا کہ آپ اپنی ظرافت سے میرا دل نہ دکھائیے۔ جو مصیبتیں مجھ پر نازل ہو چکی ہیں وہ کافی ہیں۔ آپ کو خدا کی قسم مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔"

عابد: ظرافت کے کیا معنی؟ میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں، اگر تم کو میری بات کا یقین ہے تو میں آواز دیتا ہوں عبدالرحمن اور عامر تمہارے سامنے آجائیں گے۔"

سلمیٰ نے سن رسیدہ عابد کی طرف متوحشانہ نگاہوں سے دیکھا۔ اُسے ابتک یقین تھا کہ عابد اس سے مذاق کر رہا ہے تاہم اس کے دل میں خوشی کی بھی ایک جھلک پیدا تھی آخر اس نے عابد سے کہا۔

سلمیٰ: بہتر ہے آپ عبدالرحمن کو بلائیں یا مجھے بتائیں کہ وہ کہاں ہے تاکہ میں اس کے پاس اپنے سر کے بل دوڑ کر پہنچوں۔"

عابد: نہیں نہیں وہ خود تمہارے پاس آئے گا جب میں اُسے تمہارے پاس بلاؤں اسوقت تک انتظار کرو۔

عابد یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ لیکن سلمیٰ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی۔ جب اس کی نگاہ دو آدمیوں پر پڑی تو اس نے اپنے دل میں کہا کہ شاید ان میں ایک عبدالرحمن ہے۔ چنانچہ جب قریب پہنچی تو اس نے عبدالرحمن کو پہچان لیا دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھے۔ سلمیٰ نے اپنے آپ کو عبدالرحمن کی آغوش میں گرا دیا۔ عبدالرحمن نے اُسے سنبھال کر سینہ سے لگایا فرط مسرت میں دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے عامر اور عابد الگ کھڑے ہوئے ان دونوں محبت کرنے والوں کا ملنا جو ایک دوسرے کی ملاقات سے مایوس ہو چکے تھے دیکھ رہے تھے اور ان کے دل جوش مسرت سے رقص و وجد کے عالم میں تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب کے سب ملکر قصر میں داخل ہوئے سلمیٰ کا ہاتھ عبدالرحمن کے ہاتھ میں تھا عامر بار بار عابد کو دیکھتا تھا اور اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ یہ شخص کسی ایسے شخص کے مشابہ ہے جسکو میں جانتا ہوں۔"

(۱۲۴)
مدینہ میں ہنگامہ

سب حجرہ میں آکر بیٹھے اور ہر شخص اپنے اپنے واقعات بیان کرنے لگا سب سے پہلے عامر نے اپنا ماجرا شروع کیا اپنے اور عبدالرحمن کے واقعات سلمیٰ اور عبدالرحمن کو سنائے اور کہا "ہم لوگ مسلم بن عقیل کا حال دریافت کرنے کے لیے جب کوفہ پہنچے تو ہمارے جملہ رفقار کو قید کر لیا گیا۔ لیکن ہم دونوں بچکر نکل آئے اور ایک مکان میں اسوقت تک کے لیے روپوش ہو گئے جبتک امام کا مفصل حال نہ معلوم ہو۔ لیکن جب ہمکو ان کی شہادت کا حال معلوم ہوا اور ہم نے یہ سنا کہ اہل بیت کو دمشق بھیجا گیا ہے تو ان کے پیچھے پیچھے ہم لوگ دمشق روانہ ہوئے۔ لیکن دمشق پہنچکر ہم سے کہا گیا کہ اہل بیت کو مدینہ روانہ کر دیا گیا ہے یہ سن کر ہمکو نہایت تشویش ہوئی اور ہم دمشق سے مدینہ پہنچے لیکن ہماری حالت ناگفتہ بہ تھی اور ہمارے دلوں پر یاس و ناامیدی چھائی ہوئی تھی۔ کیونکہ ہم کو صرف یہی رنج نہ تھا کہ ہماری خدمات حضرت امام حسینؑ کے کام نہ آسکیں بلکہ ہم سلمیٰ کو بھی اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے تھے۔ "بہرکیف ہم مدینہ پہنچ گئے لیکن عرصہ دراز تک ہمکو حضرت زینب کی حضوری نصیب نہیں ہوئی جب حرہ کا واقعہ رونما ہوا اور اس موقعہ پر یزید نے اپنی شقاوت و مظالم کا خاتمہ کر دیا۔ اسوقت ہمکو حضرت زینب کے پاس حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۶۳ھ میں تمام اہل مدینہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یزید کی خلافت سے انکار کر دیں چنانچہ انہوں نے اس کے عامل کو مدینہ سے نکالدیا یہ ماجرا سنکر یزید نے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں ایک فوج مدینہ کو بھیجی یہ فوج کامیاب ہوئی اور کامیابی کے بعد اس نے مدینہ میں اس قدر ظلم و ستم اور فسق و فجور کیا کہ بیان سے باہر ہے مدینہ کے مقتولین کی تعداد دس تھی۔ اور ان کے علاوہ دس ہزار غلام کام آئے تھے، میں اس واقعہ میں اہلبیت کی خدمت و امداد پر کمربستہ تھا لیکن اس موقعہ پر یزید نے اہل بیت کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

جب یہ واقعہ گذر گیا تو میں حضرت زینب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے سلمیٰ کو تو نہیں دیکھا۔ آپ نے کل واقعات اول سے آخر تک بیان فرمائیے چنانچہ میں اور عبدالرحمن دمشق روانہ ہوئے اور جہاں تک امکان میں تھا جستجو کی۔ لیکن بالکل ناکامی ہوئی۔ ہم کو اتنا معلوم ہوا کہ اُس زمانہ میں سن رسیدہ عابد یہاں موجود تھا لہذا ہم نے قیاس کیا کہ سلمیٰ ان کے ساتھ کہیں ہو گی؛

اس کے بعد بعض مسافروں سے ہم کو سراغ ملا کہ عابد آجکل دریا بحیرا کے قریب اقامت پذیر ہے

لہذا ہم ادہر روانہ ہو گئے اور خدا کا شکر ہے کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

سلمٰی نے یہ سب حالات نہایت رنج و حسرت کے ساتھ سنے اس کے بعد اس نے اپنے واقعات دہرائے اور قصر یزید میں جانے سے اسوقت تک جو جو واقعہ پیش آیا تھا۔ اس کو بیان کیا۔ سلمٰی کے بعد عابد نے کربلا کا جگر شگاف واقعہ اور پھر اس کے بعد تمام سوانح حتیٰ کہ شہد کے پیالہ کے حالات بیان کئے لیکن سلمٰی نے بات کاٹ کر کہا کہ "آپ نے اپنی وضع تبدیل کرنے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا خدا کے لئے یہ حال بھی بتلایئے"

عابد: "یہ بات تو میں ابھی نہیں بتانا چاہتا مگر ہاں اتنا ضرور بتاتا ہوں کہ میرے آنے میں اس قدر تاخیر کیوں ہوئی؟ لہذا سنو! بس سلمٰی کے لئے کھانا حاصل کرنے کی فکر میں نکلا لیکن حقیقت میں۔ مجھے یہ دریافت کرنا تھا کہ شہد کے پیالہ کا انجام کیا ہوا۔ چنانچہ میں جلدی جلدی بصری روانہ ہوا۔ میں نے وہاں پہونچکر سنا کہ یزید آج صبح روانہ ہوا ہے۔ لیکن وہ درد پہلو سے بہت تکلیف میں تھا۔ یہ سنکر مجھے اطمینان ہوا کہ اسی شکایت کو اس زہر کے اثر کے مبادیات میں سمجھنا چاہیئے اور مجھے یقین ہے کہ یزید کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتا۔ اور اب انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے کہ مسلمان اس کے جور و ستم سے آزاد ہوں"

عابد گفتگو کر رہا تھا اور عامر بڑے غور سے اس کے حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اسکے دل میں رہ کر یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ یہ شخص کسی ایسے شخص سے مشابہ ہے جسکو میں جانتا ہوں۔ جبوقت عابد نے یہ بیان کیا کہ اب یزید کی موت قریب ہے تو ہر شخص پر فرط مسرت سے ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ آج رات کو ان میں سے ایک کی بھی آنکھ نہ لگی اور تمام رات بات چیت میں گذر گئی۔ دوسرے دن صبح کو انکا قاصد جسے انہوں نے بصری روانہ کیا تھا۔ واپس آیا۔ عامر نے اس سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ وہاں سن رسیدہ عابد کا سراغ نہیں ملا۔ لیکن حدود حوران میں یزید نے وفات پائی۔

عابد: "کیا واقعی وفات پائی؟"

قاصد: "ہاں جناب"

(۱۲۵)

اظہار حال

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ یزید راہی عدم ہو چکا ہے۔ سلمٰی عبدالرحمٰن اور عامر و عابد کی

خوشی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ سلمیٰ زیادہ خوش تھی کیونکہ اس کی وجہ سے یزید کی موت واقع ہوئی تھی اور ہر شخص سلمیٰ کو شکر گذاری کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ سب کچھ سلمیٰ کی بدولت ہوا اور وہ ایک ایسی مہم میں کامیاب ہوئی جس میں امرونا کام رہے دوپہر کے بعد سب لوگ یکجا بیٹھے ہوئے تھے عابد نے کہا اچھا۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں کچھ اپنے متعلق کہوں کیونکہ تم سب میرا حال معلوم کرنے کے نہایت شائق ہو

عابد:۔ (عامر سے) "کیوں عامر تم مجھے پہنچانتے ہو؟"

عامر:۔ (بیساختہ) ہاں میں دیر سے اسی شش و پنج میں ہوں اب اسوقت میں نے آپ کو بخوبی پہچان لیا، آپ عدی کندی ہیں نا؟"

عابد:۔ مسکرا کر ہاں میں عدی ہوں جب ان ظالموں نے میرے فرزند حجر کو شہید کر دیا تو غم کا پہاڑ مجھ پر ٹوٹ پڑا ساری دنیا میری نگاہوں میں تیرہ و تار ہوگئی میں نے اس دن سے عہد کیا کہ کبھی آبادی میں نہ رہونگا نہ کپڑے بدلونگا اور وہ طریق معاشرت اختیار کرونگا جو کسی دنیادار کو پسند نہ ہو سکتی ہو۔ چنانچہ میں گھر بار چھوڑ کر غوطہ دمشق میں آرہا اور حجر کی قبر کی مجاورت کرنے لگا۔ جیسا کہ تم نے دیکھا ہے اب چونکہ یزید کے مرنے کا حال مجکو معلوم ہوگیا اس لئے میں نے خط بنوایا بالوں کی اصلاح کی اور کپڑے تبدیل کئے خدا کا شکر ہے کہ مرنے سے پہلے میں نے اپنی پوتی کے ذریعہ سے انتقام لے لیا اور یہ حسرت لے کر عالم بقا کو جانا نہیں ہوا سلمیٰ اور عبدالرحمن خدا تم دونوں کو خوش و خورم رکھے مجھے دنیا میں جو تمنا تھی وہ خدا کے فضل سے پوری ہوئی میں اسی آرزو میں زندہ تھا اور اب مجھے زندہ رہنے کی ضرورت نہیں لہذا میں تم سب کو خدا کے سپرد کر کے اب رخصت ہوتا ہوں"

یہ کہہ کر عابد یا عدی کندی لیٹ گئے اور چند لمحوں میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ لوگ یہ حالت دیکھ کر حیران رہ گئے، سلمیٰ اور عبدالرحمن بہت روئے اور اس کے بعد انہوں نے اپنے دادا کی تجہیز و تکفین کی۔ دو تین دن کے بعد عامر عبدالرحمن اور سلمیٰ مدینہ کو روانہ ہوئے یہاں اب امویوں کا کچھ بھی اقتدار باقی نہ تھا اور لوگ ان سے نہایت نفرت کرتے تھے۔ مدینہ پہنچکر عبدالرحمن اور سلمیٰ کا عقد کر دیا گیا اور برسوں عیش و مسرت کے ساتھ زندہ رہے۔

ختم شد

شاہ افغانستان کے سامنے تمام بادشاہ جھک گئے

اعلیٰ حضرت شاہ امان اللہ خان تاجدار افغانستان نے اپنی سیاحتِ یورپ و ایشیا کے زمانے میں ایسا اثر انداز طرزِ عمل اختیار کیا اور ایسی سحر آلود اور ولولہ انگیز تقریریں کیں کہ بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہ ان کے سامنے جھک گئے۔ یہ تمام حالات سفرنامہ شاہ افغانستان میں درج ہیں۔ معلوم نہیں آپ نے اعلیحضرت کا سفرنامہ پڑھا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں پڑھا ہے تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ کی نگاہیں دنیا کی دلچسپ ترین کتاب سے محروم ہیں۔ اس سفرنامے کے پڑھنے کے بعد آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ دوران سیاحت میں شاہ افغانستان کے ساتھ دنیا کی سیر کر رہے ہیں۔ اور جو واقعات پیش آ رہے ہیں وہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پیش آ رہے ہیں۔ یہ سفرنامہ کوئی معمولی سفرنامہ نہیں ہے بلکہ دنیا کی تمام سلطنتوں کے حالات کا آئینہ اور انقلاب انگیز تحریکوں کی ایک زبردست انسائیکلوپیڈیا ہے۔ آج سے دس سال کے بعد جب دنیا میں حیرت انگیز انقلاب ہوگا تو آپ کو سفرنامے کے مضامین کی صحیح اہمیت کا اندازہ ہوگا۔ پہلے سفرنامے کے دو حصے شائع کئے گئے ہیں جن کی قیمت ساڑھے تین روپیہ ہے +

ہز ایکسیلنسی افغان کونسل کا ارشاد

بمبئی، افغان کونسل جنرل ۲ ۸/۳ ء

محترم دوست مولینا راحد نقادری صاحب دہلوی کی عنایت سے ہم کو اعلیحضرت جلالۃ الملک شاہ افغانستان دام علاہ کا سفرنامہ موصول ہوا۔ ہم نے غور و فکر سے دیکھا۔ از اول تا آخر بہت دلچسپ ہے۔ حالات بالترتیب ہیں۔ تصاویر بھی دلکش ہیں۔ کتاب میں جو اشتہارات درج کئے گئے ہیں وہ خارج کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

مختصر فہرست مضامین حصہ اول

عزم سفر۔ یورپ کے سفر کا مقصد۔ کابل سے روانگی کا نظارہ۔ ہندوستان میں نزول اجلال۔ کراچی میں خیر مقدم بمبئی میں شاندار استقبال۔ اعلیحضرت کی معرکۃ الآرا تقریر۔ مکار صوفیوں اور مولویوں کی پردہ دری جمعہ کا ولولہ انگیز خطبہ۔ ہندو مسلم تعلقات پر روشنی۔ حالات مصر۔ قاہرہ میں زبردست استقبال۔ مصر میں اعلیحضرت کا طرزِ عمل۔ پرجوش تقریریں۔ مسجد محمد علی پاشا کا واقعہ۔ جامعہ ازہر کے علماء سے مباحثہ۔ اٹلی میں شاندار استقبال۔ روما الکبریٰ کے حالات۔ فرانس میں نزول اجلال۔ پیرس کے دلفریب مناظر۔ سیاحت جرمنی۔ برلن کے حالات۔ ایک فرانسیسی پرچہ۔ غازی مشرق لندن میں۔ حیرت انگیز استقبال۔ ولولہ انگیز تقریریں۔ برطانوی فوج کا جائزہ۔ فضائے لندن میں پرواز۔ ایک حیرت انگیز انکشاف حقیقت۔ روس میں داخلہ۔ ماسکو میں انقلاب انگیز تقریر۔ قیمت حصہ اول قسم اعلیٰ جس میں ۲۰ صفحہ نمبر ہاف ٹون بلاک آرٹ پیپر پر رنگین چھاپے گئے ہیں قیمت عہ قیمت حصہ اول قسم دوم جس میں ۲۰ فوٹو ۹۰ صفحہ پر معمولی کاغذ پر سرخ و سیاہ چھاپے گئے ہیں قیمت عہ

مختصر فہرست مضامین حصہ دوم

غازی کمال پاشا اور شاہ افغانستان کی آزادانہ گفتگو۔ ترکی میں زبردست استقبال۔ خوفناک معاہدہ۔ دس برس کے اندر کیا انقلاب ہونے والا ہے۔ ایران میں داخلہ۔ پرجوش تقریریں۔ سیاسی معاہدہ۔ اتحاد مشرق کا پروگرام۔ اتحاد اسلامی کی ضرورت کا احساس۔ قفقاز، آذربائیجان، ہرات اور قندھار کی سیاحت کے دلچسپ حالات۔ کابل کو روانگی۔ کابل میں داخلہ۔ شاندار خیر مقدم۔ جدید تحریک۔ انقلاب انگیز تقریریں۔ یورپ کی سلطنتوں کے متعلق عجیب انکشافات وغیرہ وغیرہ اسی قسم کے اور بھی بہت سے دلچسپ حالات درج ہیں۔ قیمت حصہ دوم مجلد عہ غیر مجلد عہ دونوں حصے قسم اعلیٰ مجلد ہے قسم دوم غیر مجلد ہے مجلد ۶ر

ملنے کا پتہ :- حامد حسین خوشنویس کوچہ چیلاں دہلی۔